مثنوی بنیال

مسمے بہ

بزم وصال

جسے ایک شاعر عجم نے بفصاحت کلام و مضامین دلچسپ نظم کیا اور سفیر باتوقیر انگلستان مقیم دار السلطنت ایران نے گورنمنٹ ہند کو بطور تحفہ کے بھیجا اور ایک بڑے ذی علم انگریز نے اسپر تقریظ لکھی اور اوسکی بہت تعریف کی اور گورنمنٹ سے حکم ہوا کہ یہ مثنوی تمام احاطوں مین شائع کی جاوے

لہذا

حسب الایمائے جناب مستطاب معلی القاب کالن ای آر برننگ صاحب بہادر ایم اے ڈائرکٹر رشتہ تعلیم اودہ

مطبع منشی نولکشور مقام لکھنو مین چھپی

سنہ ۱۸۷۳ع

تقریظ بزم وصال مع فہرست

ہوئی چھپ کی تیار بزم وصال
عجب مثنوی یہ دل آویز ہے
ہراک شعر اسکا ہی شعری شعار
بیان ہی کہ ہی اک بیان طلسم

رہی بارک اللہ نظم خیال
کہ ہر مصرعہ معشوق نوخیز ہی
ہراک لفظ اسکا گل نوبہار
تیا یا ہی کیا گلستان طلسم

یہ ہے جان فزا داستان سخن
کہ ہے باعث لطف ہر انجمن

سبحان اللہ یہ وہ کتاب ہے جسکی جی جان سے صاحب زبان قدر کرتے ہین یعنی اہل ایران قدر کرتے ہین بہمین نظر وزیر ملکہ معظمہ واقع طہران دار السلطنتہ ایران نے از راہ قدردانی حضور گورنر جنرل کے پاس بھجوائی اور حضور ممدوح نے صیغۂ تعلیم کے تمام سررشتون مین پڑھنے پڑھانے کی بابت ہدایت فرمائی اول یہ کتاب عجائب خانہ ہندوستان مین رکھی گئی اور بنظر استفادۂ عام اطلاع دی گئی کہ جو شخص چاہے اوسکی نقل مل سکتی ہی اے سی لیل صاحب بہادر سی ایس آئی سکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا کی چٹھی جو بنام صاحب چیف کمشنر بہادر ملک اودہ وصول ہوئی اوس سے اور نیز انتخاب کتاب سے صاف عیان ہے کہ یہ کتاب کس رتبہ کی ہے اور اسکے مصنف عالی دماغ کا کیا پایہ وشان ہی اس امر کا لحاظ فرماکر جناب منشی نولکشور صاحب مالک مطبع اودہ اخبار نے تجویز کی کہ ایسی بے مثل کتاب کا چھپوانا ایک

دریاے فیض کا بہانا ہے لہذا حسب صلاح جناب فیضمآب و اے کر مہتمم سررشتہ تعلیم صوبہ اودہ کے منشی صاحب عالی ہمت نے اس گران بہا اور دلکش مثنوی کی طبع کا بیڑا اوٹھایا اور نہایت درجہ کی تصحیح کے ساتھ عمدہ کاغذ پر خوشخط چھپوایا الحمد للہ کہ درنیولاہ یہ گنجینہ فراست و خبرت بکمال آب و تاب قالب طبع سے مجلے ہوکر نمایان ہوا اور ہجوم شوق کی گرمی بازار سے خریدار اس کا ایک جہان ہوا واضح ہو کہ یہ کتاب بزبان فارسی نظم مین لکھی گئی ہے اور اسمین چار ہزار پان سو اشعار سے کچھہ زیادہ ہین **بزم وصال** اسکا نام ہے جو اسم بامسمیٰ ہے ہرچند مصنف نے تینتیس بزم یعنی مجالس پر اس کو تمام کیا ہے اور ۳۶ - بیان ہین لیکن صاف صاف ذکر صرف ۱۷ - بزم کا ہے اور ۲۵ - بیان کے اخیر مین سلسلہ حکایت کا منقطع ہوکر مصنف ایک اور حال بیان کرتا ہے - اب ہم مختصر طور پر ایک تھوڑا سا ذکر اوسکے مختلف بیانون کا حوالہ قلم کرتے ہین جس سے ناظرین کو اوس کتاب کی اجمالی کیفیت حاصل ہوگی (یہ اوس انتخاب کا لُبِّ لباب ہے جو گورنمنٹ ہند مین کیا گیا تھا)

بیان اول

بطرز ماقل و دل حمد خدا و نعت نبی و منقبت علی کر کے کتاب کو شروع کیا ہے -

بیان دوم

سبب تالیف کتاب بیان کیا ہے جیسے عام مصنفون کے موافق مصنف نے دو باتون کی آرزو کی ہے -

اول یہ کہ یہ کتاب یادگار رہے -

دوم ۔ جن عمدہ باتون کے مصنف نے اوپر عادات اور قاعدہ
شاہان نامدار اور بزرگان کبار کے بیان کیا ہے اوس سے
غرض یہ ہے کہ اسکو پڑہ کر لوگ نصیحت حاصل کرین اور خاص کر
لڑکے نیک آدمیون کی پیروی کرین اور بُری باتون سے باز رہین

بیان سوم

اسمین مصنف کی بعض بعض عزیزون اور دوستون کا حال اور
ایک سفر کا مذکور ہے ۔

بیان چہارم

اسمین بہی ایک سفر کی کیفیت ہے اور غارتگرون کے حملہ کرنے
اور قافلہ سالار کی جوانمردی سے اونکو زک دینے کا واقع حوالہ
قلم ہے ۔ یہ افسر مصنف کا دوست ہے اور اوسکی تعریف شاعرانہ
طور پر بہت خوب کی گئی ہے ۔ یہ شخص ہر ایک دن کے تین حصے
کرتا ہے اور ہدایت کرتا ہے کہ ایک حصہ کاروان کی سفر کرنیکا
ہے اور دوسرا حصہ واسطے رفع ماندگی اور کسل راہ دور کرنے
کے اور تیسرا حصہ صنایع حقیقی کے صنایع و بدائع کا حال دریافت
کرنے اور مختلف اشیاء موجودات کی تحقیقات کے لیے ہے ۔
یہ شخص مصنف کی طرف مخاطب ہوکر درخواست کرتا ہے کہ تم
اس نظم مین جو کچھہ کہ تمنے دیکھا ہے بیان کرو پس مصنف خوش ہوکر
ایک سنجیدگی اور عمدگی کے ساتھہ اقسام انصاف کا حال بیان کرتا ہی

بیان پنجم

اسمین ایک عمدہ نتیجہ عمل انصاف کا مرقوم ہے ۔

بیان ششم

کاروان ایک چھوٹی سی گانون موسومہ جواگ کو جاتا ہے جہاں پر
رہنماے کاروان ایک پسندیدہ سبق انصاف کا برتاؤ کرتا ہے
باشندے اس گانون کے مسافرون کے پاس بعد فراغ طعام
بزم مین جمع ہوتے ہین اور مصنف سے درخواست کیجاتی ہے
کہ صاحبان بزم کو چند باتون سے آگاہ کرے کہ وجہ پیدایش
کی کیا ہے اور پیداکنندہ کے اوصاف کیا ہین اور انسان کو حیوان
پر بزرگی کیون دی گئی اور خداوند تعالے کو انسان کے پیدا کرنی
کی وجہ کیا تھی اول پیدایش دنیا سے کل چیزین موجود تھین یا نتھین
اور اگر تھین تو ظاہر تھین یا نہان تھین اور آدمی کیون مختلف
درجون پر پیدا ہوتے ہین یعنے بعضے شاہ اور بعضے فقیر مصنف
یہ جواب دیتا ہے کہ ایسی باتون کا استفسار نہو تو بہتر ہے کیونکہ
نتیجہ قرار واقعی نہین حاصل ہوسکتا ہے اور کہتا ہے کہ کل چیزین
واسطے آدمی کے پیدا ہوئی تھین جیسے کہ کمرہ عروس سجایا جاتا ہے
واسطے عروس کے اور جو چیزین کہ پیشتر پیدایش نبی کے پیدا کی گئی
نہین وہ فقط اوسکے جلوہ کا عکس تھا بعد ایک جھلک جلال
خدا کی تھی اور بعد اسکے سب چیز تاریک معلوم دی اور بزرگی
انسان کی اوپر حیوان کے بوجہ تعقل کے ہے خدا تعالی کا کوئی
ذاتی فائدہ یا خواہش عوض کی نہین تھی جستجو جہ سے آدمی
بنایا جیسے کہ سمندر اپنی لہرون سے طالب نہین ہے یا سورج
اپنی روشنی سے جو کہ تابان ہے برابر اوپر کہہ ومہ کے البتہ

مخلوق کی خواہشین بے شمار اپنے اپنے درجون کے موافق ہین -

بیان ہفتم

یہان پرایک تمثیل بیان کی ہے کہ دو بیٹے ایک شاہ کے شکار کھیلنے گئے اور اپنے ہمراہیان کو بہت پیچھے چھوڑ دیا اور سوار گئے وہان تک جہان سے گھوڑے آگے نہ چل سکے اور یہانپر رستہ بھول گئے تب تو گھوڑون پر سے اوتر کر پیادہ پا چلے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے دو فرسنگ آگے تھا اوسکو چورون نے پکڑکر بہت مارا اور اسباب چھین لیا بعد کو یہ ایک گانوین پہونچا اور وہان ایک عورت نے اسکو بیٹا بنایا جسکے اولاد نتھی اور اوسکی شادی کی اور لڑکے بھی ہوئے چھوٹے بھائی کو بھی چور ملے اور اسکو بھی مارکر اسباب چھین لیا بعد چند جادوگرون نے اسکو ایک بادشاہ نے متبنی کیا اور وہ شاہ جادوگرون کا تھا الخ

بیان ہشتم

کاروان آگے بڑہا اور بمقام ونجان مقیم ہوا جہان پر تین یوم قیام وآرام کیا اور سرد سرد ہوا کھائی اور بہت سے فوارون اور اشجار سایہ دار کا لطف دیکھا مصنف نے پہر پوچھا کہ تم سمجھاؤ کہ خداوند تعالے جو بے نیاز ہے وہ کیلیے اپنے بندون سے اطاعت چاہتا ہے - اور پیغمبرونکے بھیجنے سے کیا غرض ہے - مصنف نے اسکا جواب دیا ہے -

بیان نہم

راستی اور سچائی کے خزانہ کی جستجو کی تمثیل -

بیان دہم

اسمین ایک شکار کا بیان ہے اور گفتگو درمیان مصنف و افسرکاروان کے درباب جواز شکار کے۔

بیان یازدہم

یہ ایک کہانی ہے جسمین شکار کھیلنے کی برائیان ہین اور ناحق زخمی کرنا بے قصور جانورون کا۔

بیان دوازدہم

اسمین بیان ہے ایک بزم خوشی کا جو کہ مسافرون نے ترتیب دی تھی۔

بیان سیزدہم

اسمین بیان ہے کہ ایک شہزادہ کسطرح پر حیرت ناک رہا اور بر راز پیدایش انسان کے اوراسوجہہ سے کہ کیونکر انسان چلتا پھرتا ہے اور بولتا ہے چنانچہ ایک جلسہ کا بیان ہے کہ جس روز ایک تیلی والے گو تپلیان نچاتے دیکھا تو اول اس نے جانا کہ تپلیان خود ناچتی ہین بعدہ معلوم ہوا کہ ایک شخص ہاتھہ سے نچاتا ہے اور بذریعۂ ایک آدمی کے یہ کل حرکتین کرتی ہین جسکے ہاتھہ مین ڈوریان ہین اور پس پردہ کام لے رہا ہے بعد دریافت اس کیفیت کے اوسکا وشک رفع ہوگیا اور یہ سمجھا کہ گروہ آدمی کا بھی ایک نوع کی تپلیان ہین جو اوسکی دست قدرت مین ہین یہ سمجھہ کر اس نے دنیا کو ترک کیا اور تخت و تاج چھوڑ کر فقیر ہوگیا۔

بیان چہاردہم

کاروان کا مقام کان فیروز پہونچنا اور وہان اوپر فائدہ سخاوت کے گفتگو ہونا۔

بیان پانزدہم

اسمین بیان سخاوت کے نیک نتیجہ کا ہے اور نیز یہ کہ کہین اسکا ثمرہ تلف نہین ہوتا۔

بیان شانزدہم

اسمین ایک مختصر سا بیان اوپر فائدون تعلیم کے ہے۔

بیان ہفتدہم

کاروان مقام اصفہان مین پہونچا اور حسب قاعدہ مصنف سے کہا گیا کہ بزم مین کچھہ نصیحت آمیز گفتگو کرین بعد کچہ نصیحت کے گفتگو ختم کی اور عمدہ تعلیم کا فائدہ بیان کیا۔

بیان ہیجدہم

کاروان مقام وزکی گرد مین پہونچا اور یہان پر جنگ و جدال افسر کاروان اور اوسکے بہائی سے ہوئی جو اتفاقیہ مل گئے تھے چنانچہ ہر دو جانب کے کچھہ آدمی مارے گئے بعد کو درمیان دونون برادران کے ملاپ ہوا بڑا بہائی جو کہ افسر کاروان ہے وہ مصنف سے پوچھتا ہے کہ بہادری کے کیا معنی ہین اس درمیان یہ جاکر سو رہا اور چھوٹے بہائی کو گفتگو سننے کے لیے چھوڑ گیا

بیان نوزدہم

اسمین بیان ہے کہ جوانمردی کے کیا معنے ہین پس مصنف اوس جنگ کا

حال بیان کرتا ہے جو درمیان حضرت علیؑ ابن ابی طالب اور ابوسفیان کے جو کہ درمیان مکہ معظمہ و مدینہ کے شنبہ ہوئی مین ہوی اور وہ مشہور ہے غزائی خندق جہان پر کہ علیؑ ابن ابی طالب نے اپنے ہاتھہ سے خلف ود کو مارا تھا جو کہ مثل دیوزاد کے تھا اور جنگ آزمودہ تھا۔

بیان بستم

دوسری رات کو خیمہ گاہ مین بزم آراستہ ہوئی اور خوشی کی مصنف بروقت دیکھنے ساقی و شراب کے ایک عالم سکوت مین بیٹھا اوس وقت مصنف سے وجہ سکوت دریافت کی۔

بیان بست ویکم

اسمین عجیب و غریب ایک دوست کے سفر کا قصہ ہے جو دور دراز سفر کر کے اور دنیا سے نیرا ہو کر آیا ہے مع دیگر حالات کی

بیان بست و دوم

دوسرے روز عشرہ ذی حجہ کا تھا جو عید قربان مشہور ہے بعد دستورات معینہ کے بزم جمع ہوئی اور مصنف سے دریافت کیا کہ خوشی اس دن کی کیون ہے اور کیون یادداشت رکھی گئی کہ حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند کو قربان کرنا چاہا تھا اور سبب بوسہ دینے حجر اسود کا پوچھا۔

بیان بست و سوم

اسمین تمثیلاً بیان ہے ایک بادشاہ کا جسکے ملک کی طرف ایک کاروان جاتا تھا اور بروقت پہونچنے قریب شہر کے

بادشاہ نے ایک قاصد بھیجا کہ وہ کاروان کا استقبال کرے اور اونکو تبلائے نزدیک راستہ شہر کا مع دیگر حالات کے۔

بیان بست و چہارم

کاروان کا دشت شرین و خسرو مین پہونچنا اور وہان ایک بزم کا جمع ہونا اور ان دونون مشہور عاشق و معشوق کا حال دریافت کرنا اور مصنف کا جواب دینا۔

بیان بست و پنجم

اسمین بیان ہے کہ ایک نوجوان مرد عاشق ہوا ایک نوجوان عورت پر جسکو اوسنے غسل کرتے ہوے ایک چشمہ پر دیکھا بیان اسکی محبت کا عام مین مشہور ہوا لڑکے کے ماں باپ نے واسطے رفع بدنامی سکے ظاہر کیا کہ لڑکی اوس چشمہ مین نہاتی ہوئی ڈوبکر مرگئی بروقت سننے اس بات کے وہ نوجوان وہین ڈوب کر مرگیا جہان پر کہ اوسنے جانا کہ یہان پر ڈوبی ہوگی اس کے بعد اوس لڑکی کا غرق ہونا۔

بیان بست و ششم

ایک زلزلۂ عظیم کا بیان ہے جو شہر شیراز مین درمیان آخر ہفتہ ماہ شوال سنہ ۱۲۳۹ ہجری کے آیا تھا اور اوس سے بہت مکان گر پڑے تھے منجملہ اوسکے مکان مصنف بھی گر پڑا تھا بعد کو مصنف ثناخوانی بادشاہ فتح علی شاہ کا ثناخوان ہے جنھوں نے سنہ ۱۲۵۰ء مین قضا کی اور اون کی بجاے اون کا فرزند نصیر الدین تخت نشین ہوا جس سے انہوں نے استدعا کی تھی

کہ دس برس کا ٹکس معاف ہو جاوے بعد کو اور مختلف بیان ہے۔

بیان بست و ہفتم

اسمین تونگری کا بیان ہے۔

بیان بست و ہشتم

اسمین ایک قصہ تونگری کا مذکور ہے۔

بیان بست و نہم

اسمین مصنف بیان کرتا ہے کہ ایک رات خضر میری ملاقات کو آئے تھے اور اونہون نے ایک قصہ بیان کیا اور کہا کہ عام مین مشہور کیا جاوے وہ یہ ہے۔

بیان سی ام

ایک شاہ کے دو بیٹے تھے بر وقت قضا کرنے اس شاہ کے دونون مین ملک تقسیم کیا گیا۔ الخ۔

بیان سی و یکم

اسمین حال بغاوت ایک سردار کا بیان ہے مع دیگر حالات مفصل کے۔

بیان سی و دوم

اسمین جلسۂ شادی کا بیان ہے۔

بیان سی و سوم

مصنف بیان کرتا ہے کہ میری نہایت آرزو ہندوستان کے سفر کی تھی کیونکہ اس نے بہت سے صاحبان انگلستان سے

فارس مین ملاقات کی اور اون کو اسنے نہایت ذی شعور پایا تھا اسواسطے سنہ ١٢ ہجری مین مصنف بندر ابوشہر مین داخل ہوا اور وہان پر شہزادہ تیمور کا ظلم وستم کرنا۔ اور اور مختلف حالات۔

بیان سی و چہارم

دنیا کے چیزون کی بے ثباتی و بے بنیادی کا بیان ہے مع دیگر حالات کے۔

بیان سی و پنجم

کربلا کی لڑائی کا بیان ہے جو عشرہ محرم کو سنہ ٦١ ہجری مین ہوئی تھی جبکہ حسینؑ فرزند علیؑ شہید ہوے تھے۔

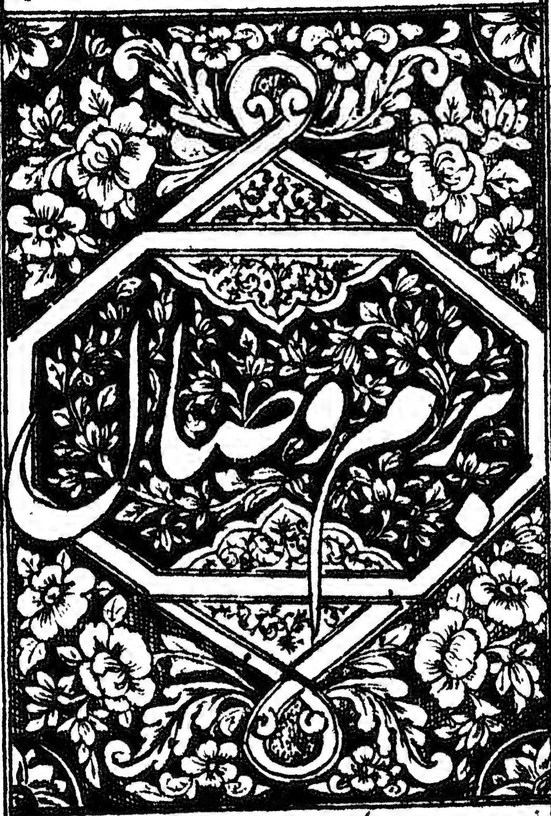
بیان سی و ششم

اسمین بیان ہے حالات حسینؑ کا کہ بیشتر تشریف لیجانے جنگ کے کس کس طور سے وہ اپنی رشتہ دار عورتون سے جدا ہوے تھے اور خواب مین دیکھنا اپنی مادر بزرگوار کا اور ارادہ مصمم کرنا جنگ کا۔

یہان پر کتاب ختم ہوئی۔

القصہ جو لوگ یہ مذاق رکھتے ہین وہ نہایت تعریف کرتے ہین اور یقین ہے کہ اسکو سب صاحب پسند کرینگے کیونکہ یہ کتاب نہایت درجہ دلچسپ ہے۔

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان



در مطبع نامی منشی نولکشور بہ طبع مزین و مشہور اہل جہان شد



بسم الله الرحمن الرحیم

حمد باری تعالی

جهان آفرین را سزد آفرین — که گسترد و افراشت چرخ و زمین

همه آفرینش بفرمان اوست — فروزان خرد گوهر کان اوست

جهان را گهی دی کند گه بهار — که از شاخ برگ آورد گاه بار

چه از مرغ و ماهی چه از دام و دد — هم او آفریند هم او پرورد

خرد کو بگنج هنر شد کلید — نخستین بفرمان او شد پدید

صدف را ز نیسان کند باروا — کند قطره را گوهر شاهوار

فلک را ز اختر کند همچو باغ — چمن را ز گلبن کند چون چراغ

شکسته کند کس نیارد ش بست — درست ار کند کس نیارد شکست

ز هر جانور برگزیده آدمی — شرف داد ش از مردم مردمی

ز مردم گروهی برآورد بیش … که تا دیگران را بخوانند پیش

یکی را که از همگنان بیش دید … پسندیدش به پیغمبری برگزید

در نعت احمد مختار صلی الله علیه وسلم محبوب کردگار که وجودش درین عالم بی مدار باعث دار و مدار

محمد که بر انبیا سرور است … جهان آفرین را پیام آور است

شده خلق را پیشوای طلب … سپهر جلال آفتاب عرب

ز تیغش جهان پر ز مرد و زن … جز او کیست پیغمبر تیغ زن

دو دریاست دست دلش در وجود … یکی بحر دانش یکی بحر جود

جهان تا جهان رسم و آئین اوست … زمین و زمان پیرو دین اوست

هزاران درود از خداوند او … بر او باد و اصحاب و پیوند او

منقبت اسد الله الغالب مطلوب کل طالب ذی المناقب علی ابن ابیطالب علیه السلام

ابوشبر و علی شیر پروردگار … مهین پیشوا صاحب ذوالفقار

در شهر دانش در بحر جود … بهین گوهرش آمد از بحر جود

شهی کو چو تیغ دو پیکر گرفت … سر از انتر و در خیبر گرفت

اگر باغ دین دست کشت علی است … ولی تازه از آب تیغ علی است

یکی حکم آور یکی حکمران … وزین دو برآرنده کار جهان

خداجوی حق گوی یزدان شناس … ز دینداریش دین شده در سپاس

بروز شمارش ز ما یاد باد … ز درخواه او جان ما شاد باد

سبب تالیف کتاب میمنت انصاب گوید

مرا این نغز گفتار دلکش بیان … که آورده ام از هر کرا این زمیان

اناو چو من دل به دیده و شنه داشتم / دو چیز گران در نظر داشتم

نخست آنکه مانند من یادگار / سخنهای سنجیده در روزگار

ز اندرز یزدان شهنشاهی و پند / که خلق خدا را بود سودمند

ز آئین شاهان و رسم روان / طریق بزرگان و هنجار آن

ز رسم سخن گفتن باستان / ز هر گونه پرداختن داستان

که این رسم و راه از جهان رفته بود / هنر پرور این گونه دیگر مباد

پند دادن به فرزند دلبند و نام نهادن این مثنوی فرخ پیوند

دگر پند و اندرز فرزند را / گرانمایه پور خردمند را

که بر راه آزادمردان رود / به آئین آزادگان بگرود

گر آید به پیوند آزادگان / نه با سفلگان و دون زادگان

که آزاده گر سنگ بر سر زند / به از سفله گر سیم افسر زند

چو من از بزرگان صفا دیده‌ام / همه مردمی و وفا دیده‌ام

تمنای ایشان همی خواستم / بزرگانه بزمی بیاراستم

نه بدگو درونی سخن چین در او / نه راه دغاکار و خود بین در او

گروهی در او جمله مهر و وفا / همه یکدلی و سادگی و صفا

ز کس تا نه پرسی نه پاسخ دهد / چو پاسخ دهد رای فرخ نهد

چو بزم وصال آنچه نارد ملال / از آن کردمش نام بزم وصال

و درین بزم دلکش چو خرم چمن / ز روحانیانست شمع انجمن

همیشه از چشم بد دور باد / ز چشم بد اندیش مستور باد

بیان صحبت با انجمن آرا و توصیف ...

یکی یار آزادگان داشتم ‌‌ ‌ ‌ که مهرش بدل همچو جان داشتم
مرا چهر او روز نوروز بود ‌ ‌ ‌ ‌ شبم روشن و روز فیروز بود
ببزم و برزم و بمهر و بجنگ ‌ ‌ ‌ ‌ خداوند دست و دل و هوش و هنگ
گرفته جهان از رخش فال خویش ‌ ‌ ‌ ‌ امل جسته از دستش آمال خویش
زکوهی گران بیش در سنگ بود ‌ ‌ ‌ ‌ تو گفتی کتابی ز فرهنگ بود
درخشنده مهری سپهرش جلال ‌ ‌ ‌ ‌ بلند آسمانی و مهرش جمال
ببالا یکی سروبن بد جوان ‌ ‌ ‌ ‌ ز فرزانگان و زورگر آن
بدان جاه و منصب لقب اضع گزین ‌ ‌ ‌ ‌ تو گفتی سپهری بود بر زمین
یکی پارسی ترک با فر و هوش ‌ ‌ ‌ ‌ بمغز اندرش بود گفتی سروش
شهنشه بر او آفرین خوانده ‌ ‌ ‌ ‌ ورا نامدار مهین خوانده
امیر و هشیوار و فرزانه ‌ ‌ ‌ ‌ دلیری خردمند مردانه
خداجوی و خوش خوی و صاحب هنر ‌ ‌ ‌ ‌ پدر بر پدر پاک و والا گهر
تو گوئی از و تازه دار جهان ‌ ‌ ‌ ‌ همه رسم و آئین نوشیروان
رعیت از و خانه آراسته ‌ ‌ ‌ ‌ بصد آرزوش از خدا خواسته
فلک بر رکابش جنیبت کش است ‌ ‌ ‌ ‌ زمانه از و با نوائی خوش است
گرش طعنه گوئی گهر بخشدت ‌ ‌ ‌ ‌ خورد زخم و چون کوه زر بخشدت
به خاصان یزدان همی خیر داشت ‌ ‌ ‌ ‌ از آن رو که جانی خداجوی داشت
به مهر اندرش جان من بد گرو ‌ ‌ ‌ ‌ که رائی کهن داشت با بخت نو
شب و روز در بزم او جای من ‌ ‌ ‌ ‌ دو بالا از و بود والای من
برویم همی مجلس آراستی ‌ ‌ ‌ ‌ همه آرزوی مرا خواستی
من از جان شده بنده‌اش مدح خوان ‌ ‌ ‌ ‌ چو بلبل با شکوفهٔ بوستان

گران

بباغش که زان خلد بُد وام‌خواه — مرا بیشتر بودی آرامگاه
بهاران چه گل سر کشید از درخت — چو بلبل کشیدم بدان باغ رخت
خیابان‌ها بشد ماه اردی‌بهشت — ز گل گشت آن باغ رشک بهشت
گهی سبزه فرشم شدی در چمن — گهم خیمه بر سر زدی نارون
تو گفتی به من همت پهلوان — زمین کرده اطلس هوا پرنیان
به تنگی چو رو کرد عیش فراخ — زرافشانی از دستش آموخت شاخ
بدو گفتم ای آسمانت زمین — فلک سوده بر آستانت جبین
نه بینی کزین بوستان خرمی — چو عمر بداندیش شد در کمی
همه برگ‌ریزان کند شاخسار — چو تیغ سرافشانت در کارزار
گلستان بخورشید دمساز شد — ره پرتو اندر چمن باز شد
چمن سوخت خواهد ز خرداد ماه — شود زرد چون چهر دشمن گیاه
به بی‌برگی گلشن این مرز بست — که بی برگ نتوان بعشرت نشست
بیزدان همی کرد باید سپاس — که کرد است ملک ترا بی‌قیاس
همه مرغزار و همه چشمه‌سار — بدل روح‌بخش و بتن سازگار
بصحرا کنون گشت باید یله — بگشت چراگاه اسپ گله
بینداز و لنگر ز بالا و زیر — گهی کبک و تیهو گهی غرم شیر
گذاران گذر کن گهی بر رمه — که داغ تو دارند بر تن همه
چنین تا فروزنده روزگار — رود در ترازو چو زر عیار
همه کام برگیر و بردار بهر — وزان پس عنان باز گردان بشهر
بخوشنودی من بشد رفت زو — که خوشنود باد از سپهر کبود
بفرمود تا بندگان تاختند — بسیچ سفر را همه ساختند

تنی چند از آزادگان چون سزید — بهمراهی خویشتن چون گزید

که اول رفیق است آنگه طریق — چنین گفت آن بر خلائق شفیق

یکی نامور بود دانا و راد — که آرامش دل بد از یاد داد

جوانی خردمند فرخ سرشت — یکی سرو بن بد ز باغ بهشت

بسی برنگشته سپهرش بسر — بدان سال اندک فراوان هنر

دبیری دگر نغز و ارزنده داشت — که جان را به پیمان او زنده داشت

نکوخوی و بینا دل و رای زن — جوان مرد و دانا و شیرین سخن

مر اسالها بود تا یار بود — بمن مهربان بود و غمخوار بود

سه دیگر یکی بذله گوی ظریف — بنرد محبت بدون حریف

بنرمی سخن گوی و آهسته گوی — پر از شرم جان و پر آزرم روی

چو شد راست کار سفر همچو تیر — بسپر رو و در رفتیم بدرگاه پیر

چه پیران جوان بخت و دیرین کهن — گواه درون موی کافور گون

چه پیر آتشی گشته افروخته — همه خرمن آرزو سوخته

ابوالقاسم آن شاه ملک فنا — که اندر دلش نیست غیر از خدا

سپیدابرو انش بروی چو روز — هلالی است گفتی در گیتی فروز

قمر چون ز خویش بودی آراسته — نگشتی بهر ماه اگر کاسته

شب قدر بودی چه مویش تعبیر — اگر تافتی در شب قدر بدر

ز سیرش دو منزل و چه از عدم — ز سیرش ره و آیت حدوث از قدم

نبیری شده لعل الماس پوش — خضر ز آب حیوان او جرعه نوش

ز آغاز و انجام آگاه نیست — که در راه او این و آن راه نیست

از آن کرده خامش لب از گفتگوی — که در گفتگو ناید اسرار او

لبش شمع چشمهٔ زندگی ... دلش معدن گوهر بندگی

ز فرش زمین تا زمان آسمان ... دو فخر زمین است و قطب آسمان

شده زاده چندان که ره یافته ... همه از گرد ره وی سر یافته

ز خود رسته تا خود صفا دیده است ... خدا را به چشم خدا دیده است

چو دستوری از خضر تیش یافتم ... سوی همرهان وی برتافتم

یکی یار دیرینه ام بود نیز ... شدم پیش او بهر بهبود نیز

هشیواری از تخم آزادگان ... مهین پور وی از آدمی زادگان

که روشن دلی دانش اندوخته است ... همی خوی با دانش آموخته است

اگر نام جوئی ازان نامجوی ... نبازی ز شیر خدا نام جوی

خردمند مردی مهی سروری ... شده حکم فرما به هر کشوری

بسا روزگارا کز و روزگار ... بگشتی شده همچو خرم بهار

بسا کشور آسوده از داد او ... بسی خلق شاد از کف راد او

راد و جواد

هنوز آفرینش از و تازه است ... به گیتی ز نام وی آوازه است

هنوز آسمان یاد او میکند ... جهان عهد او آرزو میکند

هنوز آستانش فلک پایه است ... جهان را هنوز از کفش پایه است

هنوزش فلک وام خواهد ز قدر ... هنوزش قضا بار جوید به صدر

اگر ملکش از دست شد گو مرنج ... هنوز ار نناز د به ملک و به گنج

خدا را سپاس خداوندیش ... که بر جاست ملک خردمندیش

دو بیننده او که یک بین بهی ... جهان را به جامی جهان بین بهی

بدست تبه کاری آمد تباه ... وزین مرد شد روز مردم سیاه

برین مرد بیننده زان کو است ... که بیننده ام را جهان بی ضیاست

ولی خوشدلم کافریننده‌اش ‌ ‌ بدل برفزود آن بد و بنیه‌اش

مرا گفت شو دیده برگشته را ‌ ‌ و یا از ره مهر برگشته را

مکن کاین نه راه وفاداریست ‌ ‌ همه شیوهٔ مردم آزاریست

بدوری گذشتیم از سال سی ‌ ‌ عراقی شمارد مرا پارسی

پس از روزگاری که باز آمدم ‌ ‌ بدیدار یاران نیاز آمدم

بجائی وفاها که با من کنی ‌ ‌ کمربندی و ساز رفتن کنی

بسی ساله دوری میفزا دگر ‌ ‌ که خوش نیست دوری ازین بیشتر

بعذر آوری گفتم ای نیکمرد ‌ ‌ زمانی ز انصاف اپس گرد

تو سی سال بر من روا داشتی ‌ ‌ که با درد دوریم بگذاشتی

بسی روزه دوریت بایدت ساخت ‌ ‌ که تا قدر سی ساله هجران شناخت

زمانه بسی منتت برنهد ‌ ‌ که سالی به روزیت کیفر دهد

و دیگر که در زیر این ساده طشت ‌ ‌ که یار روز اندازه اندر گذشت

بگر آمیزه دان چه جای منی است ‌ ‌ که این زشت خوئی و آهرمنی است

بگفتیم و پدرود کردیم و خاست ‌ ‌ جهان سر بسر آرزو و هواست

ز اندیشه گیتی بیاراسته است ‌ ‌ خوش آن دل کز اندیشه پیراسته است

ز دل بیخ اندیشه برکندمی ‌ ‌ پدر را یکی نغز فرزندمی

کدامین پدر آنکه پاک از هواست ‌ ‌ همه سادگی جلوه او صفاست

به بیرنگی از زنگ بی پرده است ‌ ‌ درون تازه و بیرونش افسرده است

همه زنگ از زیر پی ساخته است ‌ ‌ که در سادگی گردن افراخته است

گواهی اگر خواهی ای دل برین ‌ ‌ بهشتم فلک بین و چرخ برین

بده ساقی آن نه هوا شیر [illegible] ‌ ‌ که آتش فسرده ز [illegible]

نگر پیشهٔ شیر اندیشه را — بسوزم بپروانه من این بیشه را

بیان جلد شدن آن زن بهشتی و سفر کردن ازو و رسیدن در باغ از میوه مملو

بباغی فرود آمدیم از نخست — که میوه بهجیلت ندارد حسبت

بهشتی خوش و نغز آراسته — ز میوه درو آنچه دل خواسته

به پیشش صبا بر نیفشاند گرد — یکی نیمه سرخ و دگر نیمه زرد

تو گفتی که گل چهرگان فرنگ — فکنده بسر چادر زرد رنگ

بگرد اندرون زرد چهره بهی — چو نوخطی از رنج رو در رهی

تو گفتی یکی حقهٔ کهرباست — بیاگنده دهقان ز مشک خطا

کفیده انار از بر شاخسار — همه باغ را کرده یاقوت زار

مرودش شده راح لعل یاقوت روح — چو مریم که آبستن آمد بروح

همانا که دهقانش هنگام آب — بیای انگبین ریخته یا گلاب

عروسانه کافور گون شفترنگ — بچهره را داده از غازه رنگ

شده طارم تاک بار آورش — سپهر ثریا همه اخترش

همه مشتری رنگ و مریخ وش — چو زهره شده مایهٔ عیش خوش

لب پسته اش با شکر خنده بود — شکر پسته اش را بجان بنده بود

شده نخل عناب چون نخل طور — به بیننده آتش نموده ز دور

در آن باغ خرم به عیش طرب — یکی روز کردیم با هم بشب

چو خورشید گشت از رواق بلند — زمانه بپوشید مشکین پرند

جهان شد چو زنگی قطران فروش — دد و دام از وحشت شب خموش

درخشان در آن شب سهیل یمن — چو رای صواب از دل اهرمن

شب تیره گون بود گفتی غراب — همه خسته او ز دو چو خشاب

بفرمود پس پهلوان گزین ۞ که بر تازی اسپان نهادند زین
جنیبت کشان برکشیدند تنگ ۞ بشبدیز و یوز و سمند و گرنگ
سرافراز بر نیله جا نمود ۞ چو خورشید رخشان بچرخ کبود
یکی تیز تازنده تازی کمیت ۞ مرا برنشانید آن نامور ۞
براه اندر افتاد خیل و بنه ۞ ز سودای منزل سر خواب نه
همه شب همی چند فرزانه اش ۞ ره خواب بستم ز افسانه اش
چو شد زان شب تیره گون نیمه پاس ۞ به پیش اندر آمد ره پر هراس
یکی سخت ره پر فراز و نشیب ۞ گریزان از و دیو با صد نهیب
گریوه گریوه همه سنگ لاخ ۞ سم تازی اسپان ازو شاخ شاخ
یکی کوه یا بر ز البرز داشت ۞ کی البرز افسانه و نیز داشت
سر افگنده گردون به پیغار او ۞ که گنجیدی اندر بن غار او
سپهر از برش ره باندیشه داشت ۞ که در بار خود ز اختران شیشه داشت
ز تیغش نمودی فلک چون دره ۞ چراغ اندران دره گاو بره
بد بهر و نشیب و فرازش همی ۞ رمی کرده گردون گردون رمی
بلندیش آسیب پهلوی ماه ۞ دراز پیش و پیش اندر فرسنگ راه
ازان دیولاخ و ازان سخت کوه ۞ سواران تنگ دستوران ستوه
چو یک نیمه شد زان شب پرنهیب ۞ برآمد بناگاه بانگ غریو
پیاده گروهی ز ایلات کرد ۞ سر از هوش خالی دل از کینه پر
سر ره گرفتند بر سرفراز ۞ چرا آید شیر از کمین کراز
چنان آتش افشان شدند از تفنگ ۞ که چون مور بگشت آن شیر رنگ
ندانسته کان شیر پرخاشخر ۞ نه شیری است کارد ز آتش خطر

برافشان شده آتش تابناک / چراغی فروزان بر راه هلاک
چو دید آن سرافراز مرد دلیر / که گرگان کمین کرده بر نره شیر
بفرمود تا آتش افشان شدند / بکشت عدو برق رخشان شدند
خود از کین برآهیخت برنده تیغ / خروشان بکردار برّنده میغ
پیاده شد از تازی اسپان گروه / که نتوان سواره برآمد به کوه
ستاره دران ماند اندر شگفت / که سیلی چنان راه بالا گرفت
چو دشمن چنان دید بنمود پشت / که نتوان درفش آزمودن بمشت
کفی خاک چون ابر بالا گرفت / که با ابر نتوان زند این شگفت
بناکه چو شد ابر گوهرفشان / ازان گرد نگذاشت نام و نشان
کمین کرد زو به بشیر عشرین / هما نابرا و گرم شد پوستین
بهر پای نتوان نمودن ستیز / بسا پای کامد برای گریز
پی شیر باید که تاز آورد / پی گور مانیم جان در برد
چو از دشمنان ره بپرداختند / تکاور به بیضا روان ساختند
چو بنواخت نوبت زن بام کوس / بگوش اندر آمد خروش خروس
بشد خسرو زنگ و محمل به شب / شه روم آمد بجایش نشست
بمنزل رسیدیم ازان راه دور / همه خسته جان از سوار و ستور
سر و تن بشستند هر یک ز گرد / جهان دار را هر یکی یاد کرد
غنودند زان صبحگه تا بچاشت / که یک خسته زان خوابسر برنداشت
برآمد سر از خواب شان نیم روز / ز بس گرم بفروخت گیتی فروز
چو برخاست سرها ز خواب گران / خورش راست کردند خالی کران
ز باقلوا و نور شهد و کره / کباب از بر کبک و ران بره

ز هر گون شراب و ز هر گون طعام — پذیرای طبع و گوارای کام

درون چون بپرداختیم از خورش — که تن را بود از خورش پرورش

جهانجوی را او شیوا ز مرد — سه بهره شب و روز را بخش کرد

یکی بهره بر راه و پیمودنش — دوم بهره از بهر آسودنش

سوم بهره با مرد آموزگار — نشان جستن از گردش روزگار

سخن گفتن از کار و بار جهان — برآوردن رازهای نهان

مرا گفت پس راه پیموده ایم — ز رنج درون بختی آسوده ایم

کنون جای گفتار باز از تست — که گوش و دل ما باندرز تست

سخن راندم از داد بر وی نخست — که بیدادگر ره به نیرو نجست

بدو گفتم ای آسمان بلند — مبادا بجان ز اخترانت گزند

همه با دل خرم و شاد زی — ز رنج و غم گیتی آزاد زی

فلک تا بود بر مراد تو باد — همه هر چه گوییم به یاد تو باد

ترا ملک یکجا به یکساله باد — دل بدسگالانت پرکاله باد

جهان بگذرد نیک و بد هر چه هست — بد و نیک ما باز ماند بدست

بمحشر اگر نیک اگر بد رویم — همان گشته خویشتن بدرویم

خدا بنده راست فریادرس — که بر بندگانش نبود دادرس

ز مظلوم مستان بظالم مده — به بیهوده تن در مظالم مده

پسندی که یک تن بود از تو شاد — جهانی بنفرین کنند از تو یاد

یکی را بزرگی و جاه و جلال — که خوردان شوند از روی سوءحال

دگرنه ز شاه و گدا فرق چیست — که این هر دو در آفرینش یکیست

اگر آنچه گیری ترا روزیست — تو مستان که او خود بیاید بدست

گرت نیست وز هیچ گیری زکس
چو مال تو نبود وبالست وبس

جهانجوی پرسید کاین داد چیست
بگوی وز حق گفتن ایدر بایست

ایدر بمعنی اکنون

بدو گفتم ای مایهٔ سروری
که دانی و پرسی ز نیک اختری

دو گونه است داد ای سرافراز مرد
بگویم چو دانستی از وی مگرد

یکی آنکه از نامهٔ باستان
بخوانی فراگیری آن داستان

که باز پر دستان چنان بوده اند
چگونه ره داد پیموده اند

تو نیز آن روش پیشهٔ خود کنی
به نیکان نکوئی به بد بد کنی

دگر آنکه از خویشتن داد رهی
دل پاک بر پاک یزدان نهی

چو رفت از دلت خوی آهرمنی
بپذرفت آئینه ات روشنی

فروغی ز یزدان در او ره کند
دل و جانت را از ره آگه کند

کنی هر چه آن پس به بینش کنی
همه داد با آفرینش کنی

بدانی کجا زهر بایست بود
کجا نیز پازهر بایست بود

اگر سر ستانی گر افسر دهی
اگر زر ستانی و گر زر دهی

هراسان نباشد دلت یک نفس
که آن کردهٔ کردگار است و بس

تو ای راست کردار نیکو سرشت
توانی شدن زین ره تا بهشت

ولی دویمین راه پهنا ور است
رونده درو نیز پهنا ور است

نه بیمیش از رهزنان نی ز چاه
رونده است بنشسته در شاهراه

نخستین ره است سخت راهی بود
بهر گام او بیم چاهی بود

چو کوری که ره طی کند با عصا
دو یا وست و پابستهٔ در شنا

بجه در فتد یا شود رستگار
شود غرقه یا جا کند بر کنار

فهمانیدن ممدوح عالی همت به اظهار حقیقت شناختن پستی فطرت

یکی تاجور در ختن شاه بود — که دور از تو بدکیش و گمراه بود

هوابسته چشم خدابینیش — خدا کرده از لعبتی چینیش

همه سر بپای صنم داشتی — وزان سنگ چشم کرم داشتی

بکاخ اندرش بود یک دلفروز — شبستان ازو گشته چون نیمروز

ببالا بکردار شمشاد بن — بلب جادو انگیز شیرین سخن

دو ابروی او چون مه و سرو سهی — بخم گشته از باد او از مهی

دو عناب او گشته شکر فروش — شگفت است یاقوت شکر فروش

دو زلفش بسان دو مار سیاه — که از گلستان جسته آرامگاه

ز ناوک فکن بهد آهو به فن — دو آهوی او بود ناوک فکن

بگیسولیش آهوی چین باج داد — که او مشک چین را بتاراج داد

بجز نار پستان آن سیمبر — بگیتی کس از سرو نا خورده بر

بهر صبح کز خواب برخاستی — شه از روی او فال خود خواستی

شبی بزم جشنی می آراست شاه — بفیروزبخت ایوان زتابنده ماه

می و مطرب و شمع و آوای رود — بگردون شد از کاخ بانگ سرود

به جام اندرون می بمی حباب — خور آورده پروین و ماه آفتاب

دف آورده ناهید محفل بکف — نهانی بر افشاند بر روی دف

دل نای رویین بر آورده جوش — رسانده برین چرخ رویین خروش

همین چنگ بودی در آن انجمن — کز از زمزمه در پرده راندی سخن

ز هر سو پرستاری آیینه چهر — در آیینه اش گفتی افتاد مهر

می آورده ساقی و برپای خاست — بر رامش بیفزود و اندیشه کاست

زمینای می آتش تابناک — فرو ریخت در ساغر آبناک

شگفت است کآتش در آب افکنند | وزین حیله آبی بر آتش زنند
بت سنگدل در بر شاه بود | که دلدار شه بود و دلخواه بود
چو ساقی می اندر قدح ریختی | شکر لب بشهد لب آمیختی
به بیهودی آنگه بسالار خویش | بپالودی آنکه ز تیمار خویش
زهی مایه از بهر پایندگی | می کوثر و چشمهٔ زندگی
چو جان یافت از بادهٔ شان پرورش | گرائید تنشان بسوی خورش
پری چهره در خوان فرو برده دست | یکی استخوان در گلویش نشست
بپیچید کافتد ز کامش فرو | شد آن استخوان محکمش در گلو
همی جست خونابه از نای وی | چو صهبای گلگون ز مینای می
چو شه دید خونابه چشم براند | بزرگان درگاه گیهان را بخواند
بسی جهد کردند و بیهودنی | چو آید قضا چاره را سود نی
شهنشه به تیمار دردانه شد | برهنه سر و پا به بتخانه شد
ز سنگی و وائی دل ریش خواست | بت خویش را از بت خویش خواست
نشد چاره ساز بس عجز و نیاز | که بیچاره چون شود چاره ساز
ز نومیدی آن جسم بیجان شکست | به بخشندهٔ جان بر آورد دست
که ای دادگر جای بخشائش است | وگرچه مرا یکسر آلایش است
بکفر ای جهان آفرینم مگیر | وگر نیز گیری براینم مگیر
بت خویش را گر نه بینم روان | دگر کی پرستم بت بی روان
مرا دیو ره زد ز حیلت گری | نباید مکافات آن با پری
هنوز آن دعا بر لب شاه بود | که ایزد پذیرفت و بخشش نمود
کنیزی هم ره مژده گویان رسید | که آن درد ناگه بدرمان رسید

یکی عطسه بر آن صنم داد دست — که آن استخوان زنگلویش بجست
کنون شاد و خندان خرامد همی — روان پیش شه خواهد آمد همی
چو این مژده بشنید آن نامور — ز پای آمد و رفت هوشش ز سر
در اندیشه کاین آشنائی ز چیست — بآنکس که تا زیست بیگانه زیست
خطاب آمدش کای مسلمان پاک — ازین پیش دان لطف یزدان پاک
تورا این نه مزد مسلمانی است — که پاداش بیداد سلطانی است
به پیشت ستم دیده داد خواست — تو کردی ستم دیده را باز خواست
زمانی چو بر داد رندی نفس — ترا این زمان گشته فریادرس
چو پندر رفت یزدان نیاز ترا — نبود داد جان دل نواز ترا
همان آشنائی حق جستن است — دل از نقش بیگانگی شستن است
همه بود پاداش آن باز خواست — که از آتش دوزخت باز خواست
بکفر اندرون گر بود دادگر — به از با خدا مرد بیدادگر
که گر ره بداد انصاف در ره شود — ستم گر ز بیداد در چه شود
بیا ساقی آن باده صاف ده — ز بیداد بگذر با انصاف ده
نگر تا خرد را که شد دیو بند — برو دیو بنهاد از ریو بند
ز بیداد او وارهانم همی — ازو داد خود و استانم همی

استفسار احوال گروه پیشین از مؤلف فراست قرین

چو زان بوم رفتیم سوی جرگ — که بد خانهٔ چند بی ساز و برگ
در او بد گروهی پراکنده حال — سیه روز آشفته چون زلف و خال
بر ایشان ببخشود انصاف داد — که جان دلش جای انصاف باد
ز خوان خورش چون بپرداختیم (خلعت) — بنوعی یکی انجمن ساختیم
ای بنوایی ۱۲

سخن ز آفرینش همه باز رفت	حکایت ز انجام و آغاز رفت
مرا گفت کای مرد دانش پژوه	سخن باز کن زین پیشین گروه
کز الماس دانش چو در سفته اند	سخن ز آفرینش چنان گفته اند
نخست آفریننده را کار چیست	نخست آفرینش که فرمود کیست
چو بر پای این سقف بی پایه داشت	ز بی مایگی بود یا پایه داشت
گرش مایه بود از آن باز گوی	و گرنه ز بی مایگی راز گوی
ز جانور که برتر شده است آدمی	ز پیشی است آن برتری یا کمی
کم اندیشه شد کادمی خواندش	و یا پیشتر کاین قلم راندش
جهان آفرین را غرض تا چه بود	که افراخت این بارگاه کبود
بگو تا در این کار که بر چه ایم	چرا و کرا و چرا ایم و که ایم
چنان نیستی هست شه را اگر	چو شد هست چون باشدش باز شو
چو یکسر برآورده داوریم	چگونه یک از دیگری برتریم
یکی چون گدا شد یکی پادشا	یکی گشت گمره یکی رهنما
بدو گفتم ای آسمان خاک تو	که تابد همی گوهر پاک تو
سخندان هر بنیاد دل و هوشیار	خردمند و دانا و پرهیزگار
چو پرسی ز رازی که ناگفته به	چو جوئی ز دری که ناسفته به
مجو پاسخی را به از راستی	ده هر مرو را در درم کاستی
سخن چینی بی پرده رانی چنین	ز پیکانگان گرچه باشی همین
همه زهر نامند از پیش و پس	به بنگاه فرزانگان مجنبان جرس
همه هر چه را باز جستی نخست	سکندر ز فرزانگان باز جست
پراگنده بشنید از هر یکی	که از دل گمانش نبرد اندکی

زحیوان

اگر آنچه گویند و گوییمت ٭ کجا زنگی از دل فروشوییمت
به بیهوده گفتار گردد دراز ٭ که از گفته دانا نگفته است باز
بگوییم ترا آنچه دانم همی ٭ ولی از در پرده رانم همی
نخست آفرینش بود آدمی ٭ کجا هست با دانش و مردمی
دگر هرچه پیدا شد از بهر اوست ٭ همه بهرها زاده از بهر اوست
نگه دیده بر پیشی مهر و ماه ٭ که اول سپاه آید آنگاه شاه
چو زیبا عروسی بباید همی ٭ که غم کاهد و جان فزاید همی
شبستان کنی چون یکی با فروغ ٭ می و مطرب و لعل و شمع و چراغ
ز پوشیدنی و ز گستردنی ٭ ز نوشیدنی و هم از خوردنی
چو پرداخته شد خانه و خوابگاه ٭ بپردازی آنگه بدیدار ماه
همه پیش بود آنچه کردی درست ٭ ولی دیده بر ماه بود از نخست
ز قول نبی این سخن روشن است ٭ که موجود اول فروغ من است
جز این هرچه فرمود آن محتشم ٭ ز عقل و ز عرش و ز لوح و قلم
همه وصف انسان بود پیشگی ٭ اگر صد هزار است اگر اندکی
وگر مایهٔ این جهان خواستی ٭ توانایی حق بود راستی
همه مایهٔ این جهان قدرت است ٭ جهان آفریننده بی آلت است
چو گوید بشو چرخ برپا شود ٭ چو گوید بخوان مرده گویا شود
چو گوید برآ شاخ بالا جهد ٭ چو گوید بده سنگ دریا دهد
بیک جلوه اش نیست هستی کند ٭ بیک جرعه اش عقل مستی کند
ز ما هر یکی اصل پیدایی است ٭ دگر مایه جویی توانایی است
دگر گر همه اشرف است آدمی ٭ بگویم هم از پیشی هم کمی

گر اندیشه از عقل خیزد نکوست | ز حیوان فزون از فزونی اوست
ور اندیشه از خوی حیوانی است | کم اندیشه را طبع انسانی است
چو اندیشه ات سوی حیوان برد | فزون به دگر طبع نادان برد
ور اندیشه را ره به آهرمن است | رها کن که عقل ترا دشمن است
دگر جستی از خواهش ایزدی | که جوید چو از خوبی و از بدی
چرا ایم زین گونه حیران شده | گرانیم زنسیان پریشان شده
تو پاسخ بر این باشدم دلپذیر | هر آنرا که افتد پسندت بگیر
جهان آفرین لاابالی بود | ز هر گون غرض پاک و خالی بود
نه از آفرینش غرض باشدش | نه از جود چشم عوض باشدش
مرا پیر دانندهٔ بی قرین | که بادا بجانش هزار آفرین
نکو گفت و این یادگار ویست | که بر بیقراری قرار ویست
چه دارد غرض بحر جوشان ز موج | که گه در نشیب است و گاهی در اوج
چه خواهد ز تابیدن بلند آفتاب | که بفروزد آباد و همچون خراب
همه کارها را خدا ساخته است | ولیکن بکاری نه پرداخته است
بنو نو کند راست کار همه | به جو جو بجوید شمار همه
دگر گر غرض جوئی از کار او | که نتوان شدن بیغرض یار او
چه دارد غرض یار سیمین بدن | ز آئینه جز صورت خویشتن
چه دارد غرض نوگل دلفریب | بغیر از پریشانی عندلیب
چه دارد غرض شمع افروخته | بجز سوز پروانهٔ سوخته
چه دارد غرض سرو افراخته | بغیر از فغان دل فاخته
بهر دل سر و کار وی واحد است | اگر پادشاه است اگر خود گدا است

مثالی براین گر بگویم رواست / نه قول من است این که قول خداست

یکی گنج بد پر ز دُر و گهر / نبوده بدان گنج کس را خبر

همی خواست تا خویشتن پیدا کند / جهانی بر آن گنج شیدا کند

بیاورد خلقی پدید از نهان / همان گنج را بر کشید از نهان

همه گنج را خواستار آمدند / ز سودای این بیقرار آمدند

همه از گریبان بر آورده سر / ولی بر تمنای لعل و گهر

چو دید آن همه جوش گفتا خموش / که ارزان خزانند ارزان فروش

ز نیرنگ آن گوهر ساده رنگ / همه دُر و گوهر نهفته گشت سنگ

وگر دامنی چند سنگ از فسون / چو در سر گهر کرد آن ذو فنون

همه در پی دُر و گوهر شدند / خریدار سنگ خزف گشته‌اند

تنی چند را سرمه اندر کشید / که آن کیمیا شد بر ایشان پدید

که گر جمله را کردی آن میل سست / بدی گنج پنهان چو روز نخست

بر آن گنج مار سیه جا بداشت / نهانی نظر بر فسونش گماشت

چنان بی ادب بانگ بر زد که من / شدم آگه از راز این انجمن

مرا نیز از این گنج بهره رسان / که دیدم فریب تو را با کسان

وگرنه من این راز پیدا کنم / فسون نهانت هویدا کنم

ندانست افسون خویش از نخست / فسون دید آن بی ادب گفتنش

بگفتا ترا بهره جز رنج نیست / که گستاخ کور و ترا گنج نیست

ندا داد پس در جهان بلیه / که قلاب از زر بود نا سره

همه آنان که جویای گوهر شدند / به سنگ فسون خوانده کف زدند

کند مست آن سنگ بر چه حال / ز دون و منصب و ملک و فرزند و مال

خواستگار

همان گنج کاندر نظر گشته تنگ | غم و درد و رنج آمدش پیش و تنگ
بر ایشان فرستاد پیغمبران | که بودند آگه ز گنج گران
که از سنگ دل وارهانندشان | سوی گنج گوهر کشانندشان
هر آنکس که گفتارشان راست داشت | نظر سوی گنج گهر برگماشت
بگنج روان برد و سود یافت | از آن رنج آسود و بهبود یافت
شمرد آنکه دعوی ایشان دروغ | نه بیند بکار خود اندر فروغ
از آن دوغ آلوده مستی کند | از آن سنگها بت پرستی کند
چه خوش گفت دانای آموزگار | که هر راست کاری بود رستگار
نکوگو را خوار مایه مگیر | ترا هر چه گوید بجان در پذیر
بحرف نکوخواه بددل مشو | براهی که ره داشت خواند برو
اگر مرد راهی بره دان مشو | که گم گشته ره می نیابد به رو
دلیل از دلیلان نه جوید کسی | دلیل آنکه ناگه بمنزل رسی
ولیکن نبایست ایمن نشست | که هم غول در راه هم خضر هست
اگر راه جوئی باخلاص و جهد | خضر را بود با روان تو عهد
وگرنه ترا غول از ره برد | ز تلبیس و دستانش در چه برد

بودن شاهی را دو فرزند و روانه کردن وی برای امتحان هر دو پور خجسته

شنیدم که شاهی دو فرزند داشت | دل از روی ایشان شاد و خرسند داشت
دو نوباوه بوستان جمال | دو خورشید تابان باوج جلال
شده هر دو شایسته کار ملک | دو چشمند گفتی برخسار ملک
چنان بی نظیر چنان دلپذیر | که بد هر یکی دیگری را نظیر
برون رای شه خسرو تاجور | بکار دو پور گرامی گهر

که چندی برون از بر شه شوند | ز نیک و بد کشور آگه شوند

ببینید سامان هر کشوری | خبر باز جوئید از هر دری

ز آئین هر ملک دانا شوند | که در ملک رانی توانا شوند

که نادیده مرد از جهان گرم و سرد | نخوانند مردان هردش بمرد

ندیده کس از رنج و سختی نشاز | کجا یابد از رنج سختی گشان

برفتند بیرون ز شهر پدر | دو فرخ پسر با سپاه و حشم

بهر شهر نامی مکان ساختند | بشهر دگر دل بپرداختند

بصید و برامش ز کوه و ز دشت | گذشتند چندانکه نه مه گذشت

قضا را بدشتی ره افتادشان | که داد از بهشت برین یادشان

ببازی غزالان در آن مرغزار | دل آسوده از بازی روزگار

در آن جرگه بود آهوئی بس شگفت | که بر مشک مویان صد آهو گرفت

چو آهوی چشم دلآرام بود | که گاهی رمان بود گه رام بود

اگر بند بر وی روا بود ولی | ز گیسوی خوبان سزا بودنی

هر آن دل که راهی ستم داشتی | مر او را چو صید حرم داشتی

چو از پیش شهزادگان برجست | بهر دل از او آرزوئی نشست

بهم هر دو گفتند تا زآوریم | بی زخمی او را فرا آوریم

فگندند یوزی پی آن پری | بجست از کمین شان ز حیلتگری

بکردار برق درخشنده جست | کجا برق رخشنده افتد بدست

همی رفتی و باز دیدی ز پی | دوئی را فزودی دل مهروی

چو دیدند آن چابک استاد را | سپردند هر یک عنان باد را

سپردند از صبح تا چاشتگاه | فزون تر ز هفتاد فرسنگ راه

بماندند اسپان تازی ز دود
تن مرد خسته پی اسپ ریش
زمین تفته شد بسکه خورشید تافت
بغاری بناچار گردند رخت
بخفتند از خستگی تا به شب
شبانگه چو سرشان برآمد ز خواب
پی بازگشتن دو شوریده بخت
ز تاریکی آن هر دو گمره شدند
نوشتند تا روز بس راه دور
سپیده چو پیدا شد از کوهسار
دو مرد شتابنده در یافتند
بریدند بس راه تا چاشتگاه
بماندند بر جای اسپان چو پیش
مهین پور شه کز هنر بیش بود
بناگه تنی چند دزدان براه
کشیدند رخت از تنش بیدرنگ
یکی را از دزدان بر او دل بسوخت
که ناچار و تشنه است گمکرده راه
چو بینی بدو داد و راهش نمود
در آمد پس از سختی بی شمار
ز دهشت سراسیمه و ناتوان

بهم زتاب و نیرو و سالار نو
سپاه از پس پشت آهو به پیش
هوا چون سنان سینها میشکافت
تبا نازپرورده در روز سخت
ز بی زاد و برگی تاب و تب
جگر با خضر داد شان دیده آب
همی تاختند اندران آه سخت
نهادند ره را و بیره شدند
نیاسوده یکتن ز مرد و ستور
بدل شد ز کافور تشنگی تار
که بیراهه بود آنچه بشتافتند
ز پویه شد اسپان تازی زراه
پیاده رهی برگرفتند بیش
برفتن دو فرسنگ ره پیش بود
بره برگذشتند بر پور شاه
سراپای خستندش از چوب و سنگ
بدانستش و جان براو بر فروخت
بجانی غم اندوز حالی تباه
بشهری که در پشت آن گشته بود
برهنه در آن شهر دل سوگوار
بشد بر در خانه با فغان

برآورد آهی که راهی وهید — به پیچان وهانی نیابی وهید

که هستم غریبی جگرخواره — ز شهر و دیار خود آواره

برهنه رسیدستم از راه دور — تنی ناتوان و دلی ناصبور

قضارا در آنخانه بانو زنی — بخدمت بر شوی [illegible]

که بودش همه چیز و فرزند نه — دلی بود او را و دلبند نه

بدستوری شوی برپای شد — ز مهمان نو کلبه آرای شد

که چون دل کند خوش جگر پاره — دهد کردگارش جگرپاره

چو افتادشان دیده بر خوب چهر — برو مهرورا بر بجوشید مهر

به تیمار آن خسته پرداختند — بطرز خودش جامه ساختند

پذیرفت هر یک بفرزندیش — که از چهر او بود خورسندیش

ز صحبت چنان [illegible] هوش بود — که از شهر خویشش فراموش شد

چو یک چند بگذشت از این روزگار — ملک زاده را دختری شد بکار

پسر خوانده را داد زن دختری — بایوان شه برنشاند اختری

مر او را بسی نغز فرزند شد — نهال امیدش برومند شد

ز کهتر برادر نبودش بیاد — که او هم بدینگونه کارش فتاد

دو دایش از پی آن بندوان رسید — برهزن شد اما برهان رسید

ز راهی دگر شد بدان شهر باز — برو گشت درهای نعمت فراز

شه کشورش دید و حیران بماند — بجان برد و فرزند خویشش بخواند

چو صهبای عیش و طرب نوش کرد — ز باب و برادر فراموش کرد

زنان کرد و فرزندهای بی‌شمار — برآسود از سختی روزگار

وزان سو سپه سوی شه آمدند — ز آن بزم شه [illegible] آمدند

شه احوال شهزادگان پس شنفت | نخستین برآشفت وآنگاه گفت

که چون بد دنی بود برباگذشت | بباید کنون از پی چاره گشت

جهان بین یکی جام رخشنده داشت | بجام جهان بین نظر برگماشت

نگه کرد دید آن دو پور جوان | درافتاده در خطهٔ جادوان

کهن جادو از حیله و چشم بند | پلاسی بر ایشان نموده پرند

پذیرفته نیرنگ جادوگری | اسیری بر ایشان شده سروری

شده شهر بند آن دو فرخ پسر | فراموش شان گشته شهر پدر

دل شه بر احوال شان بر بسوخت | ز غیرت چو آتشکده برفروخت

بر ایشان فرستاد پس محرمی | فرشته نهادی خجسته دمی

که از حال شه نیک آگاه بود | همه کرده اش کردهٔ شاه بود

بدو گفت رو تا بجادوستان | دو آزاده از بند جادوستان

یکی جامهٔ جادوئی ساز کن | بشهزادگان خویش دمساز کن

نگر تا بدان نسبت همسری | ز نیرنگ جادوی شان آخری

فرستاده پیشیان ره برگرفت | که تا جان بدان مرز و کشور گرفت

ز شهزادگان جست از هر کسی | ببر در همه جامهٔ جادوئی

بپور مهین نامهٔ شه رساند | فرو ماند تختی چو آن نامه خواند

فرستاده تدبیرها کار برد | کنار از دلش نقش جادو سترد

بیاد آمدش ملک و بوم پدر | ز بیرون نهادش از آن بوم در

بپای فرستاده سر بر نهاد | که اینه تر از فرزندیکی دهاد

کهم آئینهٔ دل بر پرداختی | ز شهر پدر آگهم ساختی

کنون رفت باید بر شاه باز | که باشیم بر ساعد شاه باز

بگفت آن برادر که کهتر بُست / درین ملک بیایدش باز جست

بسی گشت کردی هم آگاه شد / سگالش کنان بر در شاه شد

بر آن کهترین بس گران هند بود / که او شاه را جای فرزند بود

تدبیرها سوی او راه جست / بنرمی سخن رانده با وی نخست

بدو گفت ای پور شاه جهان / جدا گشته از دار ملک شهان

ز شاه و وطن دل بپرداخته / بویرانه جادوان ساخته

کنون وعدهٔ بازگشت است خیز / ز ویرانهٔ مشت جادو گریز

که شاه چشم بر راه تست / بملک پدر شو که دلخواه تست

ترا شاهی ملک جاوید هست / ازین جادوانت چه امید هست

ترا باشد ایوان‌ها زرنگار / در او برده بس گوهر و زر بکار

چرا بوده باید چنین پای بند / بنا دلکشا جای نادلپسند

چو شهزاده بشنید خندید و گفت / که مسکین بماخولیا گشته جفت

فرستاده گفت ای شه استکار / سخنهای نغز مرا رستدار

چه دیوانه خوانی که بس بخردم / ازین شهم سرفرازم ردم

ز بهر تو این راه پیموده ام / بروز و شبان پر نیاسوده ام

فرستادهٔ شاه را در پذیر / مشو بر پدر شهریار دلیر

برآشفت خسرو بران ارجمند / که چندین سخنهای نادلپسند

پدر شاه و جویای پوری چو من / نبودش سرافرازی انجمن

که زپی من فرستد فرومایهٔ / چنین بینوا مرد دون پایهٔ

بمعنی مقابل ۱۲

فرستادهٔ خسروان این بود / که با دلق و دستار پشمین بود

کجا خسروی طوق زرین تو / کجا جامهٔ گوهرآگین تو

ز شاهت کجا جامه گونشان | کجا در سر کابت جینت نشان
بگفتار شه چاره ساز آمدم | به حیلت در این شهر باز آمدم
همه راه بیموده ام یکتنه | نه اسپ و حشم نه سپاه و بنه
بپر دخمی گر بسامان و ساز | بمن راه کوتاه گشتی دراز
بمن آنچه شد داده انعام خویش | در این ملک کی گنجد از حد بیش
گرایدون بیایی به همراه من | به بینی به پیش پدر جاه من
بدو گفت حاشا من این کی کنم | که ترک کی و افسر وی کنم
نگیرد ز من تسبل و خشم بند | که آگاه دل هستم و هوشمند
فرستاده گفتا ای شه ار بگذری | کنون تسبل جادوئی میبری
ز بند من از جادوی وارهی | گدائی دهی باز گیری شهی
دگر آنکه اندرز من نشنوی | بفرمان سالار من نگروی
بترک تو خیره نگوید همی | پسر را پدر باز جوید همی
ولی گر به همراهی من شوی | به پندارمت کام دشمن شوی
وگرنه ز توشه شود کینه جوی | فرستد یکی دژخیم خشم خوی
بخواری بنزدیک شاهت کشند | به بندگران زین گناهت کشند
برآشفت کی شهزاده روزگار | بکار بر چه شوری تهی روزگار
سر خویشتن گیر و زین ملک رو | وگرنه شوی خشم ما را گرو
بفرمود رانندش از پیش گاه | فرستاده با پور شه شد براه
چو آمد بر شاه گردن فراز | بگفت آنچه را گفت بشنید باز
پدر پور خود دید و نیو اختش | بر اورنگ خود جایگه ساختش
ولی عهد خود ساخت دلبند را | خلافت فرا داد فرزند را

به تیمور کین بر بیاشفت سخت | که ناپاک دل گشته و تیره بخت
یکی ترک دژخیم بدشاه را | تبه کردن جان بدخواه را
شکسته بسی قلعهٔ جادوان | بسی سرکشان گشته زو ناتوان
بگفتا برو موکشانش بیار | بدست عقوبت کشانش سپار
که او دشمن ما نه فرزند ماست | سزاوار و شایستهٔ بند ماست
چنین کرد و بر قلعه‌اش یافت دست | بر و بوم جادو بهم برشکست
بملک بهشتش برد ناخواه خواه | بزندان سپرد آن تن بی‌گناه
ندانم شد از جرمش اندر گذشت | و یا از عتابش چه بر سر گذشت
ولی دانم آن شاه والاگهر | به بخشایش و لطف بودی سمر
بیا ساقی آن باده در جام ریز | ز جانم فروشوی زنگ ستیز
مگر تا که استیزه از سر نهم | بپای نکوخواه سر بر نهم

مراجعت شاه پس از حصول مقصود و حاصل کردن در مرز و بوم آباد گوناگون بهبود

از آن مرز چون مرزبان بار راند | بجائی که دهقانش گلستان بخواند
یکی سرزمین بود چون نوبهار | همه کوهسار و همه چشمه‌سار
هوایش بدانگونه کاندر تموز | بکرکین نیاز آمدی نیم روز
شده چشمه‌هاش در گوارندگی | گواراتر از چشمهٔ زندگی
خورش گر یکی کور پروار بود | خورنده به یک آب ناهار بود
روان گشته از تیغ کو آب او | درخشنده چون اختر [illegible]
تو گفتی که عبره از آسمان | ستاره فرو شسته از کهکشان
چنان سرد کز وی کنم گو سخن | نماند دگر گرمیم در سخن

ز بس مایه کان که آمد ز برف   بدامان وان گشت بحری شگرف
کنارش ز هر گونه گل رسته بود   ز سرخ و ز زرد و سپید و کبود
ز تری بس مغز را شاد داشت   تو گفتی مگر باده با باد داشت
نه هر سو بدستان بسی مرغ داشت   ولی زانده رنج سیمرغ داشت
ز خرم درختان پر برگ و بر   همه دشت پر بد ز طاوس نر
درختان ز یک سو گرایان ز باد   یکی نغز مانند مه آید بیاد
(سر می کشند ۱۲)
دو یار پشیمان آزرده اند   که در آشتی سر بهم برده اند
غنودیم در سایه نارون   که از خستگی سختی آسوده تن
وزان پس خورش ساز کردیم چون   چو پرداخته شد گفت روشن روان
(مخفف پرداخته ۱۲)
گزین چشمه ساران دلکش چمن   نه رودی نه تیغ است بیرون شدن
سه روز اندرین جایگه بغنویم   بکارم سوی شول بیرون شویم
کنون کرد کاری که باید نخست   ندانم جز از کهتران بازجست
رعیت بخواند و پرسید شان   همی کرد از خود پر امید شان
همه هم زبان برگشودند لب   که روز مرادت مبیناد شب
که گیتی ندارد بداد تو یاد   خنک آن پدر کین نیاد تو باد
فغانی گزین بوم گردون شنود   همه بانگ چنگست و آوای رود
کفی که بر آسمان برگماشت   ببرند اگر جز دعای تو داشت
بر آسود روشن دلش چون شنفت   نهانی همه شکر یزدان بگفت
که دادش چنین دولت و برتری   ولی گو گراید بفرمان بری
وزان پس مرا گفت کای هوشمند   بیا تا چه داری ز اندیشه و پند
بگو آنچه دانی که حق فناتش به   نهانی ز ما هیچ در دل منه

گشودم سر درج گوهر بر شهش — فشاندم گهرهای جان پرورش
بدو گفتم ای آسمان پرورت — فروغ جهان ای جان پرورت
جهان کهن را تو بادا جوان — مبادا این چمن خالی از زاغ و زن
متاب از پرستاری اورت — که تابنده گردد این چنین گوهرت
بجز پاک یزدان مده ره بدل — مپرداز بر صورت آب و گل
ز دین خداوند بردار پوست — که دین خدا پیشگی مهر اوست
همه دین دادار فرمان بری است — بود کاو قرآن کو ز فرمان بری است
ولی برخی از ترس می بگروند — مبادا که فردا بدوزخ روند
گروهی ببوی بهشت و خوشی — کشیدست پای از ره سرکشی
گروهی سوم زین دو اندیشه پاک — پرستنده نه از طمع نه ز باک
پرستاری دادگر پیشه شان — نه از نیکی نه از بد اندیشه شان
پرستند حق را و منت کشند — که از بادهٔ بندگی سرخوشند
اگر دوزخ افروخت گو بر فروز — که او آتشی هست بیگانه سوز
بهشت آنچه گو میبرد از خوان — بخوان کس نبرد از میزبان
اگر هستشان سوزی از دوست — وگر دوزخی هست مهجوری اوست
ولی فارغ از آرزوی بهشت — که با دوست خوی شان گشته سرشت
شکستند دل تا درآید خدا — که باید جز او در شکسته بنا
نگیرند در پیش تیرش سپر — وگر نیز گیرند سینه است و سر
اگر درکشد دوا دشمنند — ور از پا درآرد عنا دشمنند
شنید این سخن چون سرافراز مرد — زمانی به جیب اندر اندیشه کرد
بگفتا چه برخیزد از مشت خاک — گروه سوم جوید خداوند پاک

بود گر نیازش خدا تو غنی است / پرستش چو خواهد ز ما گر غنی است
دگر بندگی باید از کهتران / پسند است بگیتی ز پیغمبران
چو باید فرستاده تو کردنش / بهر چند می این باغ خو کردنش
بناچار بایستی از بی شمار / چرا مهر برزد بپایان کار
بگفتم فری اینت گفتار نغز / بنغزیت بنمایم از پوست مغز
خدا بی نیاز از پرستندگی است / ولی بندگی لازم بندگی است
یکی سفره بی منتی گسترد / خورنده نباید که منت برد
گرفتم نفرمایدت بنده باش / چو محتاج اوی پرستنده باش
چو گردن کشی او نیاز دیان / ولی پاهی عذری به اندر میان
گناه تو بر روی زیان کی بود / چو پوزش کنی عفو بر وی بود
چنین است تا زه فرازش رهی / چو پیش بیخود نمازش بری
چو دریافتی لذت یافتن / دریغ آیدت روی از او تافتن
کنون بر پرستش نجویی سبب / چو دیدی پرستش کنی بی سبب
ترا خستگی هست تا در رهی / بمنزل خود از خستگی وارهی
بهجران کنی آه و زاری ز عشق / بوصل اندرون آه و زاری ز شوق
پیمبر فرستادن بی شمار / ازان بد که بود بیم فرموشگار
جهان را ز هر یک آوازه ساخت / همان عهد پیرینه را تازه ساخت
فرستنده چون یک بود بیشکی / فرستادگانش بدان جز یکی
اگر صد هزار آید اندر شمار / بمعنی یکی باشد آن صد هزار
فرستاده کز کردگار آمده است / بگیتی و سدان همه کار آمده است
نخست آنکه دانند خود روز و شب / که یکتا خدا نیست یک شرک

دگر آنکه بر خوی ایشان روند … فرشته صفت باد و آن نگروند
سیم آنکه باهم نیارند کین … که آباد ماند بایشان زمین
ز گفت و شنید و ز داد و ستد … همه پاسخ از ندراه خرد
همه ریج چون بازگون شد جهان … دگرگونه رسم و دگرگون مان
یکی را در آن جای تو گند … که رسم کهن گشته را نو کند
دگر بار جستی ز دانش وری … که مهر از چه برزد پیغمبری
کمالات ایزد بر اندازه نیست … نیز دان کجا پرتوی تازه نیست
از آن هر چه را بهره آدمی است … یکی از هزاران یکی از یمی است
بران پایه چون آدمی برشود … نیارد کز آنجا فراتر شود
نه بینی کز این پایه چون بار گفت … نبی گوهر ما ء عرفناک سفت
دگر سروران گر چه ره دیده اند … همه راه بالا نوردیده اند
باندازه خویشتن هر که هست … نوشتند این ره ز بالا و پست
چو منزل ندیدند استاده اند … ولیکن ز منزل خبر داده اند
رسول عرب چون بمنزل رسید … همه هر چه گفتند او باز دید
خبر داد آن را که آگاه نیست … کز اینجا فراتر شدن راه نیست
دگر هر که گوید فریبا شده بند … که نتوان فرا رند از اینجا بمند
چنان گر سپارند ره را که من … نسازند منزل جز اینجا که من
از آن مهر برزد که او گنج دید … وز آن گنج را دید کو رنج دید
کسی کو بر آن گنج گوهر زند … از آن به که مهرش بر سر زند
تو نیز ار بدان گنج خواهی بدن … بپا بستت اندر پی او شدن
وگرنه بافسوس خواهی نشست … ز حسرت بدندان گزی هر دو دست

بیان شاه ذهبی اقتدار روم و داشتن سلطنت با دستور لیقا

یکی پادشه را سپهدار بود / بملک اندرش میر و سالار بود

ز رفعت زده بر فلک بارگاه / کله سوده بر طارم مهر و ماه

امین بود و دانا دل و بختیار / شهش داده بر ملک خویش اختیار

همه دشمنان شه از وی زبون / کشیده ز اورنگ شان سرنگون

سر بدسگالان شه پست او / همه مخزن شاه در دست او

خود اندوخته نیز گنجی نهان / گهرها همه زیب تاج شهان

ولیکن به پشمینه ساخته / تا بادی گنج پرداخته

بهر چه از جهان یافتی دسترنج / گهر کردی و برفزودی به گنج

فراوان پسر داشت فرخ سیر / سراسر ز گنج پدر بی نصیب

که افسرده جان را چو گنجی بکف / ز خامی به بیهوده سازد تلف

ز ر اندوز تا روز درماندگی / ز خواری نیفتی بوا ماندگی

بخواهندگی

زر اندوز هی طاعت اندوز نیست / که او مایهٔ عیش فیروز نیست

ببیند روز آزا که با خود بری / نه یاران خورند و نه حسرت خوری

سپهبد چو بخت از جهان جست بست / مر الفت نهان یکی گنج هست

طلسمی بر آن گنج بستم همی / که نگشایدش جز مسیحا دمی

خضرانش بند این طلسم شگرف / نماید بجو بنیده این گنج ژرف

یکی سرمه دارد که بینا کند / همه را از نهان هویدا کند

از آن سرمه در چشم هر کس کشید / نهانی سراسر بر او شد پدید

پس از من به گنج از نیا زآورید / بکف دامن خضر باز آورید

راهی شدن دستور ملک بقا و اطلاع دهی از خبر

بر خزانه که ذخیره بودی نهفت

بگفت این و پس دیده بر هم نهاد — بدیگر سرا رفت خندان و شاد

چو نوبادگان بی پدر ماندند — بر نج اشک خونین بر افشاندند

بشاه جهان هر یکی را نظر — که بخشند بدو جای گاه پدر

شه آن بایه پیشان نکردی دریغ — ولی کار دل بود و بازو و تیغ

جوان از کجا رای پیر از کجا — گوزن از کجا تاب شیر از کجا

بجستند چون پایگاه پدر — بزور دست هر یک بکاری دگر

بخوردی چه کس تا ز پروز شود — کجا در بزرگی هنرور شود

سر از رای پیران بخوردی متاب — که اندر بزرگی شوی کامیاب

زمینی که در وی ندیده است خو — کجا در بهار آورد کشت نو

درختی که آسیب دهقان نخورد — از آن چون توان میوه نغز خورد

چو یکچند زین بگذشت آن گروه — ز سختی پریشان شدند و ستوه

پراگنده و با نیاز آمدند — به بیچارگی چاره ساز آمدند

از ایشان یکی بود مهتر بسال — چنین گفت کای قوم برگشته حال

بس این رنج و سختی بس این تاب رنج — بباید کنون گشت جویای گنج

بکوشیم و از خضر جویا شویم — که از گنج گوهر توانا شویم

به بیغاره اش برگشودند کام — که کس بر محالی نراند ستام

پدرمان اگر داشت گنج گهر — چرا کرد بیگانه را با خبر

گر این گنج بودی نه پرداختی — کز آنسان به پشمینه ساختی

دگر رهت گفته است خضر آگه است — با آسیبان بر خضر مان کی رهست

نه بس رنج و سختی بیچارگی — که با ایشمان بدین آوارگی

نه بس این عجم رود و فرسودگی
که جان باخت باید به بیهودگی

توانگر ببایدت گنج تن ده به رنج
که با خود نداریم پروای گنج

دل از ظن شان کو داشتند رجای
به تنها به ره شد بی رهنمای

بسی ره نوردید سختی کشید
نیاسود تا خضر فرخنده دید

نبا مینرد آن قدره ایزدی
همه هوشیاری همه بیخودی

بهم راست نایند عشق و خرد
خرد داشت با عشق آن معتمد

درونی چه دریای آتش بجوش
زبانی پر از راز لیکن خموش

بریده ز خود با خدا ساخته
دل از غیر حق باز پرداخته

ببخشود چون دردمندش بدید
که بی درد نتوان بدرمان رسید

چو یکچند در صحبت خضر ماند
به چشم اندرش سرمه باز راند

ازان سرمه اش دیده چون برگشت
روانی سوی شهر خود باز گشت

چو در خانهٔ خویش باز آرمید
همه خانه پر نور رخشنده دید

ز زیر زمین گنج بر سر شده
جهان از فروغش منور شده

شگفتی چنان دید خیره بماند
بخود جمله یاران و خویشان بخواند

بگفتا ببین گنج نهان زیر خاک
فروغش گرفته سمک تا سماک

پدر آنچه می گفتمان هست بود
همه گفته اش بی کم و کاست بود

بگو هین بیائید و رامش کنید
بگنج گهر زیر رامش کنید

رسید ندا خوان همسایگان
ببوئی که گوهر بود رایگان

بدیدند بسیار و مخزن نبود
گران سرمه شان دیده روشن نبود

به بیهوده گفتن گشادند لب
که بیهوده مسکین بکرد این طلب

زهی لعل رخشان و زر خوشاب
زانیمهی اختر تاب آفتاب

یکی گفت آن در تابان مرا — دگر گفتی آن شاخ مرجان مرا
یکی جام فیروزه جستی از او — یکی گفتی آن درج یاقوت کو
بآستخر نشستی و دندان لبی — که دیدند گنجش ز گوهر تهی
گر آن دیده بودی که بینگهی — بپا ایش نهادندی از عجز سر
شده مرد حیران که یارب ز چیست — کز ایشان یکی در خور گنج نیست
شب آمد فرو رفت چشمش بخواب — خضر راهی دید کاید شتاب
برو بر بخندید کای مرد خام — بخود بر چه پیشوری این هشت عام
ندانی که نفزایدت جز عتاب — چو با شب بپره گوئی از آفتاب
ترا نیز گر دیده بینا نبود — جز آنکه را این گنج پیدا نبود
بیا آزموده مکن فاش راز — چو گفتی و تسخر شنفتی بساز
ز نادان بجا بند و آشوان — ندیدی چو دیدند پیغمبران
چو این گفته از خضرش آمد بگوش — ز جا جست بنشست ز آن این چه هوش
برآورد و بودش بسال اندکی — وز آنها فزون هر دو در زیرکی
چو دیدند آن بی نیاز ریش را — توانگر منش مرد درویش را
گمان نیک کردند و در ره شدند — وز آن گنج پنهانی آگه شدند
از آن سرکشان خضر بینا نمود — بدان گنج هر یک نظر بر گشود
برایشان سرای تهی گشت پر — همه لعل و یاقوت مرجان و در
ز هر پیشه گرد شان بی نیاز — چو دولت رسد مرد را گو نیاز
بر این چون برآمد بسی روزگار — دگر گونه شد حال بر آن دیار
ببارید ابر و بنالید شاخ — به تنگی برآمد جهان فراخ
نیاورد کس تاب آن زور سخت — از آن شهر بیرون کشیدند رخت

تمسخر

سپهبد نژادان از آن بوم و بر / فتادند سر یک بیک در دگر
هم آنان که گنج گران داشتند / ز نو قصر ایوان برافراشتند
بپذرفت گنج گهرشان بر تاج / نشستند از تخته بر تخت عاج
همه کرده از گوهرش پر هوار / کمربند و جام افسر و گوشوار
هر آنکس که او گنج گوهر نداشت / در آن بوم و بر پایه و ارز نداشت
پریشان و آشفته در آن دیار / نجائی نشست و نه سامان کار
تمنائی او خانه بود نه / نیازش بود پیرانه بود نه
درآورد سر با همه درد و سوز / بشاگردی مرد گلخن فروز
بصد محنت و درد و رنج و تعب / شبی روز میکرد و روزی بشب
سرایش که اندر زیاور نداشت / ازان گنج سرمایه بر بند داشت
اگر رنج بر خود روا داشتی / بپاداش گنج بقا داشتی
هر آنکس که از رنج دین سر بتافت / چنان دان که او گنج گوهر نیافت
بیا ساقی آن سر چشمه هوش / که بنیاد دست آنکه او کرد نوش
بمن ده که روشن کنم جان خویش / شوم آگه از گنج پنهان خویش

رفتن شهزاده از شهر صنعت و آمدن به سحر نوروزی رستم و صید کردن شهزاده

دوم روز سر بر کشید آفتاب / ستاره برخ بست زرین نقاب
درآمد به پرواز بازی سفید / وزو بچگان جوا اصل رمید
یکی خیمه بست ابر سنجاب رنگ / ز تری هوا گشت چون نارنگ
ز باران بشست از رخ سبزه گرد / همه دشت بنهفت در لاجورد
هوا صاف شد چون دل بخردان / زمین پاک شد چون روان روان

شده کبک در خنده آهو بلاغ / ز بس زعفران خورده در کوه و راغ

درختان شقایق چو رخشان درخش / همه کوه از و گشته کان بدخش

هوا عطرسای و صبا گلفروش / شمال معنبر قرنفل فروش

ز سنبل چرا کرده آهوی چین / شده نافه افشان در آن سرزمین

جوان بخت را شد هوای شکار / طلب کرد ترکان تازی سوار

وشاقان کشیدند هر سو شتاب / سگ و یوز و شاهین و چرغ و عقاب

پیاده فرستاده دیگر گروه / یله کردن صید را تا بکوه

خود از دامن کوه راندی سمند / سواران برش تا بداده کمند

ز دراج و تیهو و نخچیر و گور / فگندند و بستند نزدیک و دور

گریزان شده شیر با زور زان / بسامان گوزنان ز چرم گوزن

چو شاهین ز بس خورده نخچیر تیر / برآورده پر گشته نخچیرگیر

ز هر سو سگ افگنده شیران بگور / ز پهلوی گوران سگان گرده سوز

ز بیم سگ صید جسته شتاب / چو آهو ز آهوی خرگوش خواب

بنخچیرگا را چنان گشته تنگ / که جسته گشاد از کنام پلنگ

دوان روبه از پنجه یوز شد / بگرمی سوی پوستین دوز شد

اگرچه بهر صید بند می نهاد / ز هر صید در گوش پند می نهاد

نخستین ز شیرش بیامد بگوش / که ای نامور مرد با فر و هوش

اگر شیر باشی مشو خودپسند / که موری بشیری رساند گزند

گوزنش چنین گفت کای نامدار / ز خود دیده ای بسته بین پیش آر

من از چرب پهلو نه پروردمی / کجا تیر نخچیرزن خوردمی

ز روباه هش کن مخور خوش اندیشه شان / که روباه باز است گرگ جهان

ز خرگوش بشنید کاهی نامور — از این خواب خرگوش چرخ الحذر
زهی نامداری چنین هوشمند — که گیرد ز پنجه در گوش پند
بمنزل چو راندند از آنجا سمند — همه لعلگون کرده از خون کمند
نشستند و خوان برنهادند پیش — همه گشته مهمان بازوی خویش
ز بیگانه پرداخت چون انجمن — فرو راند طبعش بصید سخن
مر الفت گوهر برآر از نهفت — نهفته برآر آنچه باید بگفت
بگستاخ گفتمش کای نره شیر — بخون خوردنت سخت بینم دلیر
ترا دیدم امروز در خون شتاب — چو دشنه بخونی چو تشنه بآب
بسا بی گنه را که سفتی برش — همانا ندیدستی از کیفرش
بترس ای ز مکافات خون ریختن — ز آزرم روز برانگیختن
مشو با تن بی گنه کینه خواه — میالای از خون تن بیگناه
بخون ریزی ناتوانان متاز — مگر آنچه نتوانیش داد باز
ترا آنچه بر خود نیاری پسند — نباید پسندیده بر مستمند
مشو فربه از پهلوی لاغران — مکن پهلو از پهلوی دیگران
تو از پیشه خیره گرد دست — که یک قطره خون بچکید از برت
بخونش کشی گت فرو برد پیش — چه سازی بپادافره جرم خویش
مگر ناتوانست در داوری — بترس از توانائی داوری
پر اندیشه شد نامور چون شنفت — نه تنها مر این نیک بنیاد گفت
همه نامه باستان بازکن — که این پیشه ایشان فکندند بن
همه نامه آسمانی بخوان — دگر قول پیغمبر راز دان
که فرمودمان تا به کیفر بهر — هم از صید بر و هم از صید گیر

مراد عبارتست از قرآن ۱۲

بدو گفتم ای سرور راستکار
شکار افگنی با ستانیست راست

همه چون که دادلسپرده اند
چنان خواستندی که هر جانور
بتازد ز بردست بر زیر دست

بهر چند گاهی شدندی سوار
شدندی پلنگ افگن شیرگیر

نه تا پرورانند پهلو و بال
دگر نامهٔ آسمان شنوی
که از صید اگر هیچت آگاهی است
دل آن ژرف دریاست کاندر نهاد
شکارش همه دانش و آگهی است

بجو گوهر علم و دانش از او
فراهم کن اندیشه‌ها را نخست
بهر دل آن شست چون افگنی
چه بر صید صید افگند رای تو
همه خوبی‌های تو نخجیر اوست

همه رای زشت و همه خوی بد
درین دشت آهست ای شکار
ز کوشش کمندی به کف باز گیر
همه این دد و دشت از دام دد

بنغزی همی سخن گوئی با شیخ شست
ولی بعده آن انبیا باز جست
به بیهوده کس انبیا از رو عابد
بر آسوده باشند از یکدگر
نیا بند شیران به نخجیر دست

پی دادخواهی نه بهر شکار
که بر گور و آهو نگیرند چیر
نه پشت گوزن و سرین غزال
بباید به معنی آن بگروی
نه مقصود گور است و نه ماهی است

بپایی چو لجه بیکران
سرانست هر ال گرانمایه است
جز آن صید از این شوق و یا مجبو
که چون نیمه تنهاست باریک و سست
همه صید معنی بدون افگنی
همان هستی تو است صحرای او
ز دستان و کین و بد و شیر اوست

فراهم شده در وی بدام و دد
نخستین بر اسپ خرد شو سوار
ز اندیشه تیز بین باز گیر
بپرداز یعنی خیالات بد

بگفتا بلی خصم دارم بسی | پی چاره شان باید از کسی
مرا دشمنانند همراه خویش | نه بیگانه آگه از ایشان نه خویش
بشهر اندرون نیست یار از ایشان | که نه شاه و نه شحنه داند نشان
مرا نقش آنند و هم دشمنند | که هر چار و هم این گهر تن باشند
در آنشهر هست آن سه را اتکا | زن و ملک و فرزند و سامان و گاه
فراهم چو آیند چیره شوند | دل و جان ز اندیشه خیره شوند
چو از هم جدا او فتند این نفر | مرا هست بر آن سه دشمن ظفر
در این کوه این هر سه در بند به | که ضحاک را اجا دماوند به
بدیو بد و روز بردن بسر | به از دیو دل مردم بد سیر
ز غولان کوهم نباشد نهیب | بشهر اند غولان مردم فریب
چو آگاه دل یافتش پادشاه | پیاده شد و گشت از و عذر خواه
که گستاخ اینجا فرس تاختم | تو خود شاه بودی نشناختم
دو دستش ببوسید و در بر کشید | بنرمی بگفتن زبان بر کشید
بدو گفت کای پاک آموزگار | چه باشد که در خواهی از کردگار
که بر من ببخشد خداوند من | ثمر دهی پاک پیوند من
گرامی یکی پور بخشد مرا | که بر دیدگان نور بخشد مرا
شود از گل گلشن آرای من | پس از من نماند تهی جای من
چنین گفت ایزد پذیرفت از او | که درخواستت ایزد که بشنفت از او
شب آمد شه آمد بایوان خویش | طلب کرد شمع شبستان خویش
بپای جهره آمد چو سرو سهی | خرامان بایوان شاهنشهی
از آن پای بر سیان چند گشتاگه | همه قطرها گشت رخشنده گهر

چو شاه این خبر گوهر گوش کرد ‏ همه درد و اندوه فراموش کرد

بدهقان ببخشید و رامش نمود ‏ بخواهنده زر داد و بخشش نمود

ز شادی برافروخت همچون بهار ‏ بسر در فتادش هوای شکار

بشکرانه آنکه او چاره یافت ‏ بآزار بیچارگان روی تافت

ازان پس که آمد به نخچیرگاه ‏ بشد تا شبستان بدیدار ماه

صدف دید از در پر آخته ‏ یکی بچه نارس اندر آخته

به پیچید و از درد شد تافته ‏ ولی بی خبر کز کجا یافته

بدیگر بتی باز پرداخت شاه ‏ ز شه بارور شد فروزنده ماه

چو چندی بشد آن نخچیرگرد ‏ سموم از نهانش فرو ریخت درد

چنین بار شه یاده شد و هبیر ‏ نهال امیدش نشد بارور

شبی دست برداشت بر آسمان ‏ دلی پر ز درد و دلی پر فغان

همی گفت پاکا جهان داورا ‏ چه کردم که ناکام خواهی مرا

ازین پیش در روم زنا بود بود ‏ نه مایه زیان بود و نه سود بود

کنون رفت سرمایه از دست نیز ‏ که سودی نه بینم و خستم یک پشیز

همی گفت و افشاند بر چهره خون ‏ ز لخت درونش سمن لاله گون

بروبر ببخشید یزدان فرد ‏ بخواب اندرون شد دلی پر ز درد

چنان دید کاندر یکی مرغزار ‏ سواره همی راند بهر شکار

در آن مرغزاران یکی باره دید ‏ درون رفت از هر سوئی می چمید

یکی انجمن دید پاکان همه ‏ گروهی دگر دردناکان همه

همه نوجوانان فتاده بخاک ‏ به تن ناتوان و به دل دردناک

یکی چاک پهلویش از تیغ تیز ‏ یکی پیکر از خنجرش ریز ریز

یکی سینه اش سفته پیکان تیر
یکی دیکند ستم دستگیر

بپرسید کاین قوم شوربخت
بجان ناتوان و بدل لخت لخت

کیانند و از تخمهٔ کیستند
چنین خسته جان از پی چیستند

یکی گفت اینان ز تخم تواند
ملکزاده اند و گو پهلواند

مرا گفت دردا که فرزند نیست
دگر بود کینم پریشان ز چیست

بلی گفت هستند فرزند تو
جگرگوشگانند و پیوند تو

که گشتند خود نارسیده هلاک
ز زخم تو تنشان همه چاک چاک

بر آن زخم کز کین زدی بر شکار
بنوباوگان تو زد کردگار

بهر صید کز پا در انداختی
یکی زین عزیزان بر انداختی

ندانی بتن هر کرا جان بود
بر آفرینده یکسان بود

خدا ار شنیدی که فرزند نیست
تبار و زن خویش پیوند نیست

از آنست تا هر که زور آورا
نیاره ز کین زور با زیردست

مکافات یزدان بمانند نیست
که چون بنده کار خداوند نیست

چو مخلوق را بخواری کشی
کشد از تو آنرا که با وی خوشی

شه از خواب برجست چون این شنید
سر انگشت حیرت بدندان گزید

نگاو طلب کرد و برشد سوار
شد اندر بر پیر در کوهسار

همی گشت تا جست درویش را
ببالینش بنهاد آن سر خویش را

نیایش کنان گفت آن مردکار
مر این خسته را توبه بخش آشکار

کز این پس نیازارم از خود کسی
پشیمانم از کردهٔ خود بسی

بخندید دانا و لب برگشاد
ستم پیشه را از گنه توبه داد

دعا کرد و بخشود یزدان فرو
فزون آنچه برد از ستمگار هر د

تو شیرازی که اندیشی باز و ادگس — ببین پیش ز آزردن جانور
درین عالمت گر نگیرد خدای — بترس از مکافات دیگر سرای
بیا ساقی آن آفتاب شبان — که دشمن بدشمن کند مهربان
بده تا دگرگون کنم کیش خویش — نکوئی کنم با بداندیش خویش

در بیان یاران همدم و انبازان شریک راحت و غم که بزم صحبت را برغم روزگار جفا توام بسر بردند بهم بکمال عیش و نعیم

خنک روزگاری که بی رنج و غم — نشینند آسوده یاران بهم
بتی های غیرت بیکدگر — یکی از دیگری صاف رخشنده تر
گوارا می مایهٔ بی غمی — دلارا بتی گلشن خرمی
یکی آتشی گشته اندیشه سوز — یکی اختری گشته مجلس فروز
سراینده نغمه اش جانفزا — نوازنده زخمه اش غم زدا
یکی مایهٔ عشرت آوازه او — یکی برگ ساز و طرب ساز او
همه همدل همدم هم زبان — برآسوده از کار و بار جهان
دمی خوش برآرند با یکدگر — کز انجام خود نیست کس را خبر
سیوم روز چون ساقی روزگار — برآورد این جام یاقوت سا
بپیموده یکسان بشاه و گدا — ازان جانفزا جام اندوه زدا
بفرمود بزمی خوش آراستند — ز رامشگران کام جان خواستند
یکی چنگی از بهر چنگ دوشت — که جاندار و بی غم در آهنگ داشت
گرا زخمی از چنگ غم خورده بود — وی از زخمهٔ چنگ درمان بود
چو در پردهٔ کین سیاوش زدی — ازان راه گل زاد بلبل زدی
چنان ساختی پرده پوش باد — که لب گوشش را گفتی نوش باد

ره خسروانی چنان ساختی | که خسرو ز شیرین نپرداختی

ز ناهید مانا گرو برده بود | که از چنگ او چنگ او در ربود

دگر بار بربود شش سراینده | دل از کف بالحان رباینده

چو داود جان پرور آوای او | تو گفتی که بد نای در نای او

دهانش به از غنچه از عندلیب | گزان یکصفا دید از این یک شکیب

بر آورد افغان باوای عود | که یا من به کل شیء یعود

الیک افتقاری فقلبی لدیک | علیک اعتمادی وجهی الیک

تجانبت والعمر یهوی الی | تباعدت والارض ضاقت علی

لزمت اصطبارا فضاق المجال | وما الصبر فی العشق الا الوبال

زهی درد تو مایه خرمی | غم عشق تو مایه بی غمی

زهی عشق تو مایه بود من | غمت سود و درد تو بهبود من

زهی یاد تو همدم جان من | خیال تو شمع شبستان من

گرم آرزوییست در دل توئی | ورا ز عمر سودیست حاصل توئی

ز تست از غمی شادمانی دهد | غمی کو به پیران جوانی دهد

ز تست آن خدنگی که جان پرورد | جگر سوز دانا روان پرورد

توئی گر بزخم درون مرهمی است | غم تست اگر سینه را همدمی است

توئی گر بود جانی اندر تنم | توئی گر بر آرم فغان کین منم

تمنای شبهای تارم توئی | پریشان کن روزگارم توئی

گرم آفتابیست آن روی تست | ورم هیچ تابیست از موی تست

بسر چشمه دل توئی کوثرم | بگنجینه جان توئی گوهرم

غم تو ز عیش جهانم خرید | ز تاراج اندوه جانم خرید

گر افسر زنم خاک پای توام
وگر پادشاهم گدای توام
سگ و اغدار توام کز حسد
زمن داغ بر جان شیران رسد
نه پیچم ز زنجیر زلف تو سر
که مجنونم اما نه تا این قدر
بیا ای شکیب من از روی تو
بیا ای دلم صید گیسوی تو
بیا ای خرام تو آشوب دل
بیا ای جفای تو مطلوب دل
بیا ای شبیخون عشقت بجان
بیا ای دلم ناوکت را نشان
بیا ای برخ ایستی شعله ور
که پرسوز تر هر که زو دور تر
بیا ای بلای نو خواسته
بلائی که خلقش بجان خواسته
بگفتی دل از دست بگذارمت
چو بیدل شوی باز بدست آرمت
مکن کین نه رسم وفا داریست
همه شیوه مردم آزاریست
کسی را که غیر از تو کس را نخواست
بر او گر تو غیری گزینی جفاست
گرم پای بر سر زنی خوش زبان
زنم گر کشم سر ز پای تو من
گر از تندخوئی ز من سرکشی
بر آنم که با خوی چون آتشی
چو پرداخت گوینده این نغز
تو گفتی بر افگندم آتش به مغز
بناگه ز من بی من آمد فغان
که یا لیلتی طال هبک الزمان
فکم اضجر القلب نار الهوی
وکم اکثر الهم ضیف النوی
عدونی حبیبی تجنجون
وزادنی وجدا وهذا الجنون
دعو اللوم فاللوم غیر الحقیق
فکم تعذلونی بما لا اطیق
فلا کچا فتصامح بذلی بذال
الی عاذلی قم وما شئت قل
چنان گشته دوری ز دل کارگر
که از طعن بدگو ندارم خبر
چگویم از آن ماه دوری پسند
که چون ناز بر خویش و رفم فگند

ببد گفتم او را ببینا و کس | همین چشم بد چشم من بود و بس
ببیندی بی چشم بد خواست سوخت | نخستین بجان من آتش فروخت
دل اکنون عجب تب جدائی کش است | که می بیند او با جدائی خوش است
چو بیهوده میگویم این از چیست | وصال و فراق این سخن است نیست
کجا خالی از اوست تا مل بود | که بیجان تنی زنده مشکل بود
کجا نیست یار از تو پرتوی | کجا پرتوی انچه بینم توئی
بجائی برافروخته نو گلی | بجائی دگر سوخته بلبلی
توئی گر بود سروی افراخته | توئی گر تدروسیت دل باخته
توئی آنکه زیبا جلوه ساخت | توئی آنکه بیخود شده دل باخت
زنی تیر دان تیر را خود هدف | دهی قطره دان قطره را خود صدف
زنی چنگ دان چنگ را خود نوا | دهی درد آن درد را خود دوا
تو جام و تو صهبا و تو می گسار | تو باغ و تو دهقان و تو نوبهار
خود افسانه گوئی و خود افسانه نوش | خود افسون خر و خویش افسون فروش
که تاب آورد چون شوی جلوه گر | مگر خود بر آن جلوه آری نظر
کرا پای با حملهٔ نره شیر | مگر همچو او نره شیری دلیر
چو آن بزم فرخنده انجام یافت | ز گفت پریشان دل آرام یافت
سرافراز گفت اندر این انجمن | ز وحدت بسی باز راندی سخن
سخنها بگفتی همه معنوی | نکردیش لیکن بحجت قوی
که بی خویش بودی چه افشای راز | کنونش ببرهان بیارای باز
تو گفتی کنند یکی بیش نیست | بگو دارش این اختلافات چیست
یکی چون بیکدیم هزاران شود | ز یک جم چسان جامه الوان شود

چسان هم گلستان و هم عندلیب — چسان هم دلستان و هم دلفریب

یکی چون هم آب و هم آذر شود — هم او آفتاب و هم او زر شود

بدو گفتم ای سرور پاک مغز — تو گوئی و پرسی سخنهای نغز

ببرهان چسان گردد آن گفته جفت — که گوینده اش خود نداند چه گفت

ولیکن چو خواهش کند مرزبان — سخنهای خود را شوم ترجمان

دلیلی براین به ز آواز نیست — و ز آواز جز نغمه ساز نیست

هزاران ره شعبه بنمایدت — گهی غم گهی شادی افزایدت

که آزاد آرد گهی شادران — گهی دلکش و گاه پالیزبان

گهی راه شبدیز و گه راهوی — گهی کین ایرج گهی پهلوی

گهی راه گل که شود خارکن — گهی زیر افکند گردد به فن

ازینها گذر کن ز چنگ و ربابی — سه تائی دف و سنج و زنگ و درای

ز بوق و ز طنبور و طبل و نفیر — ز صهیل و نهیق و طنین و صریر

ز مرغان چکاوک و تذرو و هزار — شباویز و شبخوان و طوطی و سار

دگر نائی خوش نغمه آدمی — کز و آرد اندوه رود و رکمی

همه هر چه بینی جز آواز نیست — چو دیدی براه گمان بر بایست

چنین هر چه بینی همه هستی است — اگر خود بلندی اگر پستی است

نبینی بجز هستی اندر جهان — ز آب و ز خاک و ز جسم و ز جان

همه در جهان هر چه بینی از او — بجوئی بجز هستی ای نامجو

چه از خوب و زشت و چه بالا و پست — ز هستی است سرمایه هر چه هست

جهان جمله هستی است یا نیستی است — ببین نیز بین و تا خود سر او چیست

گر هست هستی هم او خوان و بس — وگر نیستی جمله او خوان و بس

صهیل / نهیق / طنین / صریر

ببین تا خود از این خود چیستی ‌‌‌‌‌‌— شگفت است سرمایه از نیستی

حکایت بعد از آن المی هند که بعقل و دانش فرد بود و بسلوک راه حق مرد

یکی نامور بود در هندرای — بهوش و بدانش بفر و برای

چو خورشید تابان بروشن روان — چو کیوان ببینی درش هندوان

خداوند دست و دل و زور و فر — ز چرخ از او مهرش کلاه و کمر

بسی سرکشان را سر انداخته — بسی دشمن از پا درانداخته

پر اندیشه جانش ز روز نخست — در آن هیچ کژی چنین شاخ رست

همه در دلش کافرینش ز چیست — کسی کو در این تن منم گفت کیست

سر و دست و پا را چو یارای آن — که من گوید آنکه چنین ناتوان

نباید خود این گفته نیز از حواس — که چون رفت جان گویدش از مساس

جز این نیست آنکس که گفتا چنین — بباید همی جست از مرد و زن

وگر گفتی آن کین منم گفت اوست — چو بی صورت است ایمن از گفتگوست

ز صورت نیاید که گوید منم — چو معنی بود چونش پیدا کنم

چو پنهان بود کس که داند که کیست — بهر جا یکی با بهر جا یکی ست

نیارم یکی گفتنش در هزار — که هر جا دگرگونه دارد شمار

اگر دیده بر دوزی از رنگ و بو — بهر جا که بینی نه بینی جز او

بهر جا که دانشوری یافت چست — بخواند بپرسید و پاسخ بجست

ز بس در دل اینگونه اندیشه ماند — ز شاهی و فرماندهی باز ماند

بهر ماه چل روز خلوت گزید — ز اندیشه و روی مطلب ندید

چو از حد گذشت آن اندیشه و جستجو — خداوند بنمود راهی بدو

چنان بد که آمد یکی روز جشن
بزرگی ز کارآگهان جهان
سر راستی سوده بر آستان
بجان برده بس منت سادگان
که ناکرده خدمت بمردان فرد
مشعبد صفت شد بنزدیک شاه
بگفتا اگر شاه را درخورم
نمایم بسی نقشها دلپسند
بساط طرفه کارم پدید از نهان
بگفت و او را نبد جز بلهو
چو بگرفت دستوری از شهریار
یکی پرده آویخت در پیش او
در آن پرده هر گونه لعبت نمود
همه لعبتان ریسمانها بهم
نخست از پس پرده کرد آشکار
همی رفت راه همی ریخت آب
در آمد بهمراه چل خواجه تاش
نهادند پهلوی هم استوار
دو صد پیل با خرجه زرنشان
دو صد اسپ تازی بزرین ستام
پیاده بسی تیغ هندی بکف

بدربار او هندوان گشته کش
که بودش دلی فارغ از این و آن
که تا گشته از زمره رهستان
کم از سادگان گشته آزادگان
نگردد کس از خیل مردان مرد
که روشن کند جان تاریک شاه
مشعبد یکی مرزبانی کرم
که بیند وزو گردد اندیشه بند
اگر رایی ار رایی باشد بدان
مگر تا کند از دل اندیشه محو
یکی خیمه افراشت بس استوار
خود اندر درون نهفته هنگام جو
که شه را دل زان شگفتی ربود
سر ریسمان در کف خیمه گر
یکی مرد بر صورت پیشکار
بشد در پس پرده با شتاب
همه تخت زرین بکف در زر نگار
چنان که بود در شهر شه [illegible]
بسی تختها برکش همچنان
سوار همه ترک هندی غلام
برآورده هر سو [illegible]

دگر جا و شان جمله در لعبت پیش — دواره کنان و تبرها بدوش
وزان پس بر پیل شاهی سوار — ازان پرده رخ باز کرد آشکار
فرود آمد از پیل و بر شد به تخت — تو گفتی بود خسروی نیک بخت
وزیران ستادندش از چپ و راست — امیران برابر چنان چون سزاست
می و رود و رامشگر آورد باز — کنیزان نوازنده مل نواز
گروهی برقص ایستاده بپای — گروهی بکف بربط و چنگ و نای
یکی جشن آراست بر روی شاه — که ماند اندرو خیره شاه و سپاه
ز اورنگ راهی اندر آمد برش — دوان تا بدان خیمه افراشت سر
در آن خیمه شد تا ببیند که چیست — سر رشته در دست تدبیر کیست
چو دید اندران خیمه جا پیر داشت — همه رشته در دست تدبیر داشت
همه لعبتان گشته او را زبون — اسیر وی از جنبش و از سکون
سر رشته در دست آن حیله ور — همه مسخرهٔ حکم او سر بسر
همه داده در جنبش و در قرار — بانگشت او رشتهٔ اختیار
نبودی در آن پرده گاه کس — پس پرده تنها هم او بود و بس
بهر عضوشان رشته بندی جدا — همه بند او شان بدست و بپا
هر آن دست و پائی که جنبش نمود — سر رشته شان در کف پیر بود
یکی نعره زد رائی و از پا فتاد — که دید از پس سنگها گشاده
مشعبد سر شرا بدامان گذاشت — همه همت خویش بروی گماشت
که تا رائی از آن حالت آمد بخویش — بخلوت شد و خواند دانا بپیش
درم داد بسیار و بنواختش — بنزدیک خود جایگه ساختش
بگفت از کجائی و نامت تو چیست — که همچون توئی خود بتدبیر نیست

در این پرده تا خود چه بنواختی — که از چنگ غم فارغم ساختی
بزرگفت دانا ندارم نیاز — ازان آمدم تا شوم چاره ساز
من و چند تن آگه از سر کار — تفرج کنان بُد فلان مرغزار
نشسته بهم بود مان گفتگو — تسلی ده خویش از یاد هو
یکی زان میان برد سر در جیب — که بود دشمن دلی آگه از سر غیب
برآورد ناگه سر از جیب و گفت — فلان ای ما در دو غم گشت جفت
که چندیست کاندیشه دارد گره — که از راز وحدت گشاید گره
بسی ز آتش غصه بگداخته است — دل آماده آگهی ساخته است
یکی رفت باید بنزدیک او — که روشن کند جان تاریک او
بیاموزدش آنچه دانستنی است — که هستی به گیتی یکی بیش نیست
کند کیمیائی بکار اندرش — که فارغ کند جان غم پرورش
من اندر شدم بهر آگاهیت — که تا وارهانم ز گمراهیت
ازان شعبده جادوئی ساختم — بتدبیر کارت بپرداختم
که تا باز دانی که هستی یکی است — زداید اگر در روانت شکی است
جهان با جهان آفرین بی سخن — چنانست کان رشته در رشته من
نباشد ز خود هیچکس هستیش — ز پیمانه اوست سرمستیش
اگر خواهی آموخت این پیشه را — ز دل پاک کن نقش اندیشه را
بر آمد شد فکر بربند راه — دلیلی جز این بهر این ره مخواه
چو از هستی خویشتن بگذری — بیک بودن هستها پی بری
ره کوی وحدت همین ست و بس — ولی کم بود مرد این راه و بس
چو اندرز دانا نیوشیده شاه — بر او سرو شد فر تخت و کلاه

ره مرد دانا ز جان برگزید — چو عنقا کسی دیگر او را ندید
به صحرا شتابید از آن شهر بند — چو آن صید کاز دام گردد رشید
بغاری درون شد به خلوت نشست — در صحبت خلق بر خود ببست
نیاسود و کوشش نمود و شتافت — که گم کردهٔ خویش را باز یافت
چو رای آنکه کوشد برای درست — یقین دان که گم کردهٔ خویش جست
تو گم کردهٔ خویشی ای دل همی — بجو خویش را بو که یابی همی
بجستن چه امروز و فردا کنی — چنین چند با خود مدارا کنی
همان به که جوئی و پیدا شوی — وگر نه بجوئید و رسوا شوی
ره جستن از خویش گم گشتن است — بجوئی ببین کاین نکو رفتن است
مجو هستی را که دارد زوال — بجو هستی سرمدی بی ملال
بیا ساقی آن آب آتش نهاد — که او خاک امید بدهد بباد
بده تا کنم هستی خویش گم — کنم زندگی ز آب جان بخش خم

در بیان خویش گم کردن از زندگی و دانستن دنیا را سرای ناپایندگی

بیا ای که داری بکف دانگ چند — چو گل تازه روئی کن و خوش بخند
چه بر تو گشادند خوش برگشای — دل و دست با برگ و خوان سرای
بیندوز از بهر فرزند و زن — که هر کس خورد روزی خویشتن
مگر بهره دیگران بهر خویش — مشو شهد بیگانه و زهر خویش
چه اندوزی از بهر روزی گر — که روزی دگر راست روزی دگر
بده کز برت کامرانی کنند — منه کز پیت شادمانی کنند
بده تا دعائی تو گویند خلق — منه تا فنائی تو جویند خلق

صدف را که پنهان کند گوهرش / همه خلق خواهد پدیده سرش
چو گل خورده خویش پیدا کند / بفرق همه گلرخان جا کند
ندیدم گشاده دلی تنگ دست / جهان گر ز جیحون گهر بد بدست
ترنج از شکوفه شود سیم بار / همه گوهر زرین نهد در کنار
درخت ار شود در خزان کاسته / بباران شود سبز و آراسته
چو در کان فیروزه آید فرود / ز سبزی یکی کان فیروزه بود
یکی دشت با طری و خرمی / که از باغ مینو نبودش کمی
چه مینو در او هر طرف باغها / ارم ها ز هر یک بلاغ اغنها
ز هر سو روانه یکی زرفه رود / که از زنده رود کش رسیدی درو
یکی مرز خرم چو بخت جوان / جهان دیده پیری در آن مرزبان
تو گفتی سپهر ست با فر و جاه / بلند بلندی به پشت دوتاه
جهان در نوشته بنام و بکام / بفرهنگ یزدی چو دستان سام
درین روزها بار آمد خبر / گز این پیر شد تا سرائی دگر
برادر خداوند رحمت بسی / که آسوده جان بود از هر کسی
یکی پور بودش یل و هوشمند / بدانا دری نوجوان سربلند
پسر با پدر هر یکی بی نظیر / یکی بخت برنا یکی عقل پیر
پذیره رسیدند زی نامدار / بهره پیاده بسی با سوار
جوان بخت ازاره آمد بزیر / برو در گرفت آن همه برنا و پیر
سرور روی هر یک ببوسید باز / بباره برآمد گو سرفراز
پذیره شو خلق بربسته راه / ز ماهی شده گرد تا بماه
ز خواهنده و خیل و مهمانشان / ندیدم بجز شکر احسانشان

چو آسوده هرکس بجائی نشست / بگسترد خوان مرد مهمان پرست

و هرگون خورش گر همه جانفزای / ازان پهن خوان جستمن آنچه بای

همه کار تن چون بسامان رسید / خورش را یکی نوبت جان رسید

زمن باز پرسید آن نامجوی / که بهتر کدام از خورشها بگوی

بدو گفتم ای مرد جوان / همان نان که او را خورد میهمان

دگرباره پرسید کز هر لباس / کدامین به است ای حقیقت‌شناس

بگفتم ازاری و پیراهنی / کز او باز پوشی برهنه تنی

دگرباره گفت از براهی نشست / بگو گر تباها کدامین خوش است

بگفتم همان بهتر ای سرفراز / که باشد در او بخواهنده باز

بگفتا چه گوهر بد اندر وجود / بگفتم همان کاید از بحر جود

بگفتا چه کرد آنکه جاوید ماند / بگفتم که او تخم نیکی فشاند

بگفت از چه مخزن کند فربهی / بگفتم چو از وی مسکین رهی

بگفت از چه دشمن توان شکست / بگفتم ز بخشودن زیردست

بگفت مردم شود سربلند / بگفتم بلی گر ندارد به بند

بگفتا که دولت دهد آبرو / بگفتم نه چندانکه نام نکو

جوانمرد

جوان بخت پرسید کاسراف چیست / بگو ایکه با دانشت لاف نیست

چرا خرج کردن بجائی خوش است / بجائی دگر مایه آتش است

اگر هست بخشش هر اسود مند / بجائی چرا سود و جائی است بند

بدو گفتم ای از تو برهان جود / ولت بهر احسان گفت کان جود

بنزد روی کریم چون خداوند پاک / ز زر و سیم مان بر دماند ز خاک

که پر نفع نیاز خود از آن کنیم / ستم باشد ار باز پنهان کنیم

چه پوشی چو پنهانش پیدا کنند | چه پنهان کنی کش هویدا کنند
وگر می بباید نهان کردنش | نبایستی اول عیان کردنش
نباید به پرداخت یکباره گنج | در افگند خود را به تیمار و رنج
چه خوش گفت دارنده حاجت | چو گفتندش ایثار کن هرچه هست
که گر آنچه دارم به مسکین دهم | چه مسکین به آستان سر نهم
دهش گر ز خوشیست آسوده مرد | بمحرومیش اندکی نیز بایست داد
چو زر می ببخشی با انصاف ده | نه از خود ستانی با بیداد ده
یکی را ستوه از غم مسکنی | بمسکین به یکسر ستم می کنی
تمکن ندارند از درت ای کیا | یکی تخمه بیرون یکی ناشتا
یکی را که یک نان خورد ده منه | بده خواره کرده نان بده
به انصاف بخشش نماید کرام | که اسراف بی شبهه باشد حرام
ازین در گذر کانکه پاک از هواست | ببخشید در خویش خیری نمود
ننهد رخت از بهر خود یک شبی | که این کار بس نیست کار زنی
یکی خواهد از خویش بگذشته | ز هر کس پس از پیش بگذشته
که او ذره در غم خویش نیست | از آن در بر دلش جای کس نیست
سر کس ندارد سر خویش هم | غم کس ندارد غم پیش هم
اگر آیدش نیم نانی خورد | وگر نایدش از خوان هیچ خورد
تن و تنش دشمن ست او به تن ناروا | که آخور نظرگاه و درخور است
غم آب و نان نیستش یک نفس | که از تشنه همچون خویش است بس
جهان گر بهم بر خورد سر بسر | نه از خود بود در جهان باخبر
همه در غم خویش و سودای خویش | که از خویش بیرون بود یا بی خبر

چنین کس چه در فکر زر بخششی است ... که او خود بسودای هر بخششی است

ولی آنکه در بند جان خود است ... بفکر خود و سود یاران خود است

نشاید پراگندنش هر چه هست ... بمسکینی آخر پشیمان نشست

کرم را نباشد جز این حاصلی ... که مجموع سازد پریشان دلی

ولی چون پشیمان شود زان کرم ... بمردم کرم کرد و بر خود ستم

کرم کن که با حق شوی آشنا ... نه از فقر جنگ آوری با خدا

الا ای که بر فقر داری ثبات ... ببخش آنچه داری که یابی نجات

کرم خوشترین خصلت آدمی است ... کرم کشت امید را خرمی است

در آنجا که دوزخ زبانه کش است ... کرم چیست آبی بر آن آتش است

کرم چیست داروی غم خوردنت ... کرم بر تو آسان کند مردنت

کرم چیست درمان درماندگی ... کرم چیست سرمایهٔ زندگی

کرم چیست نوباوهٔ مردمی ... کرم چیست سرمایهٔ خرمی

جهان از چه دارد نوا از کرم ... روان از چه دارد بقا از کرم

فلک دستگاه کریم است و بس ... بفردوس راه کریم است و بس

که بخشد که حق زه نبخشد بدو ... بجای یکی ده نه بخشد بدو

که در خاک تخمی بامید کاشت ... که هر دانه را ده عوض برداشت

کرم ورز تا صید دلها کنی ... کرم کن که در هر دلی جا کنی

کرم پیشه را نیست دشمن کسی ... که خصم از کرم دوست گردد بسی

کرم پیشه خصمی ندارد بکس ... که او دشمن مال خویش است و بس

ببخشش هر آن دست کاید فراز ... نگردد بخواهش بر کس دراز

ز بیخ کرم شاخی آید ببر ... که طوبی شد و داد هر گون ثمر

ز پشت کرم قطرهٔ آب جست — که خور را شد در کنارش نشست
کنم هرچه مدح و ثنای کرم — بگویم ثنائے بجائے کرم
ثنائے ندارم سزائے کریم — همین بس که گویم خدائی کریم

حکایت مرد مالدار و سخی و جوانمرد و بخشنده و خوش طبع و لطیف و عزم نمودن او بسوی هند همراه یاران خرم دل و ظریف

بخاور یکی مرد دارنده بود — جوانمرد و خوش خوی و بخشنده بود
نهاده تن از بهر مسکین برنج — ز مسکین چنانچش مسکین گنج
گشاده دل و دیده و دستگاه — بدرماندگان درگه او پناه
بدیدار مهمان بدی شادمان — نخوردی مگر کامدی میهمان
نرفتی طعامی بکامش بکام — مگر خسته خوردی از وی طعام
ز سرمایه و سود بخشش بدی — همه در سر کار احسان شدی
یکی تا به راحت نه خفتی همی — ببالین راحت نخفتی همی
جهان بندهٔ طبع آزاد وی — وز او نام حاتم بیکبار طی
بکاری روان شد بهندوستان — گروهی همراهش از دوستان
یکی ژرف دریا بیامد به پیش — بترسی ز پهنای اندیشه بیش
طپانچه زده موج او بر سپهر — وزان صدمه‌اش نیلگون چهرده
تو گفتی همراه موج گران — جواهر برافشانده بر آسمان
حبابیست گفتی فلک بر سرش — نهنگی چنان کهکشان از برش
فلک غوطها خورده غواص آ — که او گوهر افشانده اندر کنار
شناور در و بس درنده نهنگ — بتن همچو کوه و بدم همچو نهنگ
تو گفتی بلی تعبیه بر یک شکرن — ز قامت بر آن همچو دریای ژرف

نشستند در کشتی پهنه ور — که آرند از آن پهن دریا گذر
یکی پهن کشتی که از بادبان — زده سایبان بر سر آسمان
علم بر فرازش ثریا زده — چو ابدال بر آب دریا زده
تو گفتی شتابان خفته پیلی مان — برافراشته پائی بر آسمان
عماری همی رفت بر روی آب — بسان یکی بازگونه حباب
ز لنگرش گاو زمین پای گیر — ستونش عصائی کف چرخ پیر
بنه روز راندند در بحر ژرف — دهم روز ابری برآمد شگرف
یکی تند باران ببارید از آن — که دریا شد از زیر و بالا روان
یکی سخت طوفان برانگیخت باد — که خاک تنک بحر بر باد داد
همی موج بر آسمان برجهست — ز اوج فلک بر ستاره نشست
تو گفتی که موسی بدریا شتافت — عصا بر زد و آب دریا شکافت
همه اهل کشتی در افغان شدند — بهنگام سختی دعاخوان شدند
روان کرده سیلاب خون بر روی — ز طوفان طوفان شده چاره جوی
چو دریا پر آشوب برگشته تر — در آن کشتی از کشتی آسیمه تر
گذر کرده اشک از انشان ز فرق — همه گشته از بیم غرقاب غرق
بر آتش زدند آب از سوز جان — همه گشته بر آب آتش فشان
در آخر فرو رفت کشتی بر آب — که با حکم یزدان نبودیش تاب
قضا را سفر کرده مرد کریم — ابا همرهان رست از آن هول بیم
پس از صدمه و غوطه بیشمار — بزد موج و افکندشان بر کنار
ستادند از آن آب بر روی خاک — ستایش کنان پیش یزدان پاک
که گشتند از آن بحر جوشان رها — برستند باز از دم اژدها

پیاده برفتند تا نیم روز ... بتن تفته از آفتاب تموز

بدشتی رسیدند فیروزبخت ... بر او سایه گسترده از هر درخت

درختان انبوه و دشت فراخ ... ره پرتو از برگ بر بسته شاخ

زبس چتر طاوس افراشته ... هوا پر ز قوس قزح داشته

ز منقار طوطی بهر شاخسار ... شده غنچهٔ سرخ گل آشکار

شمامه تنیده بر بادرنگ ... همه راه و بر رهگذر کرده تنگ

ز هر سو ترنجی خوش افروخته ... مغی سبز پوشش آتش افروخته

شده عکس نارنج در جویبار ... ز آب آتشی گشته نغز آشکار

شده بوی عنبر ز گل و عود و بیل ... پذیره کن کاروان تا دو میل

بزیر درختان افراخته ... بساطی ملوکانه انداخته

بر آن فرش خوانی بگسترده نیز ... در او کرده آماده هرگونه چیز

وشاقان گل چهره مه لقا ... پرستش گری استاده بپا

همه گشته از چهره مجلس فروز ... یکی عطرسای و یکی عودسوز

یکی آبدستان گرفته بدست ... یکی گل فشان بر بساط نشست

پذیره بر خواجه رفتند باز ... که بسم الله از تست این کارساز

بجا این چنین گفته سالار ما ... که باشد پرستاریت کار ما

فرود آی کان خواجه آید همی ... خرامان بدین سو گراید همی

فراهم نشستند اندیشه ناک ... پریشان و بنهاده دل بر هلاک

یکی گفتی این نیست جز جای دیو ... که مارست زینگونه دل بر نیو

یکی گفتی این منزل پر نهیب ... بود جای غولان مردم فریب

یکی گفتی این جایگاه پریست ... کجا دیو را این پری پیکریست

یکی گفتی این است خواب و خیال
بدینگونه جمعی پری یا گروهی
سواره به از اسب آمد فرود
وزان پس بشارت بخوان دو گفت
که از رنج غرقاب و سختی رها
بخوردند و خفتند شب تا بروز
جوانمرد از خواب بپای شد
نشستند و گفتند با هم بسی
بدانست مرد حقیقت شناس
سوی خواجه رو کرد کای بوالکرم
نه دیوم درین ناحیت نه پری
منم صورت آن کز مهمانی تو
همین پیشکاران که پیشت بپاست
چو زی باغ مینو سفر باشدت
چو بر تو قضای خدائی گذشت
فرستاد ما را خداوند پاک
چه میخواست ما را فرستد فرود
بگوییدش ای میزبان خدا
بسی کرده مهمانی مرا
بهر چند خواهی درین جا بمان
چو بشنید این مژده آن مرد پاک

یکی آزمون ساز و چشمی بحال
که آمد زره خواجه نیکخوی
همی گفت در خورد هر یک درود
که باید خورش خورد و نیکی نخفت
بجای نگاریده و حالی تباه
وگر روزگار فروخت گیتی فروز
بمهمان تو مجلس آرای شد
پر اندیشه دل بد از و هر کسی
کز او شد دل میهمان پر هراس
بر آسوده دل باش و از من مرم
که کس را فریبم با فسونگری
که ایزد کرم کرد بر جای تو
پرستاری بندگان خداست
هزاران چو من پیشتر باشدت
نباکه فتادی درین پهن دشت
پرستاریت را درین تیره خاک
همیگفت گوییدش از من درود
کنون باش یک چند مهمان ما
تو مهمان کنون میزبانی مرا
وزان پس عیان شعشعه خانمان
نیایش کنان سر به زمین بر نهاد

بسی شکر بخشنده جان بگفت — که جان مرا با کرم ساخت جفت
وزان پس بدریا فگندند رخت — که خویش ام و پدرم دیدند بخت
بساحل یکی کشتی آماده بود — ز طوفان در آن ساحل افتاده بود
بسی لطمه خورده ز موج گران — کز آن بحر افتاده بُد بر کران
همانا که بخشنده یزدان فرد — ز بهر رهائی آن جمع کرد
بکشتی نشستند و راندند باز — همه کامیاب و همه سرفراز
چو از لطف حق سرفراز آمدند — بمقصد برفتند و باز آمدند
جوان مرد بر نیکوئی بر فزود — که از نیکی آن نیکوئی دیده بود
همه عمر بستی بخدمت میان — فشاندی زر و سیم بر میهمان
در آن دم که بشنیده بود این نوید — نه هم دیده بود آنچه را باز دید
چنان مرد کرم باز پیچیده بود — کنون تا ز مستی چه خواهد نمود
تو نیز ای که داری دل و رای هوش — به نیکی گرائی باحسان بکوش
ببخش آنچه داری بنام آوری — مگر صید دولت بدام آوری
بده ساقی آن کیمیای کرم — که دل را بود رهنمای کرم
که عمریست بخشیدنم آرزوست — هم از جان که بخشیدنم آرزوست

ترغیب بشنودن نصایح پیران و عمل نمودن جوانان ایران

جوانا سر از پند پیران مپیچ — که بی تربیت کس نیرزد بهیچ
بگیتی درون آن بود بخت ور — که از پند دانا نپیچید سر
چو خواهی شوی شهره روزگار — مپیچان سر از رای آموزگار
ز شاخی ثمر خوردن آسان بود — که او دست پرورد دهقان بود
نه بیند اگر تربیت بید مشک — باندک زمانی شود چوب خشک

نه بی تربیت سنگ گوهر شود / نه بی کیمیا خود مسی زر شود

گیاهی که خود رو برآید بباغ / ز نکهت کجا تازه دارد دماغ

وگر پرورش یابد از باغبان / شود راحت مغز و آرام جان

به از تربیت نیست فرزند را / جوانه نهال برومند را

مبادا آن پسر کوست عار پدر / که کورش به است از کنار پدر

پذیرفت اگر پند صاحب نفس / بکام پدر گو به پیری برس

آرزو

بیان سالم آمدن بعافیت و آرام زان هولناک زمین و ادای شکر دادار جهان آفرین و اظهار حال جوانان بار پرورده راحت قرین

ازان سرزمین ها بره چون اندند / بان مرز گلشن اسپیان خواندند

شبی تیره همچون دل اهرمن / رهی همچو زلف بتان پرشکن

درختان انبه بهم برده شاخ / هوا تیره زار و زمین سنگلاخ

یکی ژرف جیحون روان در نشیب / نیاسوده دروی نهنگ از نهیب

یکی سهمگین کوه بالای سر / سواره پیابست راند از کمر

اگر پای اسپی بسنگ آمدی / بزودی اندرون بی درنگ آمدی

رونده چو راندی بکوه شاخ / ز شاخ درختان شدی شاخ شاخ

بجو دگر بیر درختی ازبارگی / بگردن فتادی بیکبارگی

فتادی در آن هیچ ویران / فتادن همان بود مردن همان

عجب تر که بود آن گذرگاه تنگ / همه مرج شیر و کنام پلنگ

چو بر سخت سنگ آمدی نعل رخش / بجستی شراره بسان درخش

چو جستی درخشان چو برق آن شرار / یکی تیره غران شدی رعد وار

ز بانگ پلنگ و خروش هژبر / ز تن رفته تاب و ز دل رفته صبر

سواران ازان هول حول ... — ستوران ز ظلمت سکندر خون

یکی زانمیان بود بس ترسناک — نهاده ز اندیشهٔ جان هلاک

همه عمر در خانهٔ خویشتن — برآسوده چون مردم چشم من

باو برگذشته بسی روزگار — ولی بوده بر جای خود چون چنار

بسی راه پیموده چون آسیا — ولی پای ننهاده بیرون ز جا

بگل گشتی ار باز رفتی ز باغ — دمی صد ره از خانه جستی سراغ

چو از باغ رفتی سوی خانه باز — بنالیدی از رنج راه دراز

چنان دیده کاین عالم با شکوه — ز شهر اندرون است تا پیش کوه

در آن شب دل از خویشتن برگشته — همه دیده بر مرگ بگماشته

ز قرآن نماند آیتی کش نخواند — نه از نام یزدان که در دل نراند

گرفتی چو دامانش خاری بچنگ — برآوردی افغان که هان این پلنگ

چنان چنگ در من شده محکمش — که خود می نیارم کشیدن ز دمش

بپای درختی شد آن تیره بخت — گرفت آستینش بشاخ درخت

برآورد افغان که شیرم شکست — زهی نامور مرد مهمان پرست

ز شهر خود آواره ام ساختی — بچنگال شیرم در انداختی

سرافراز را دل براو بر بسوخت — بفرمود تا هر کس آتش فروخت

چو روشن شد آن شیر اندیشه بود — که مرد هراسنده را دل ربود

مرا خود فغان از اندیشه هست — که پشت مرا هیبتش بر شکست

جهان را همین شیر اندیشه خورد — چنین سهل آسانش نتوان شمرد

نهیبش مرا استخوان آب کرد — که چشم مرا پر ز خوناب کرد

بسی سیری از وی ببردم کلمه — بر آن کش بگردن نهد سلسله

مرا گفت دانندهٔ رهشناس — که شیر آید از آتش اندر هراس

ز عشق آتشی کن دل شعله‌ور — ازین شیر تا رهست بیم خطر

چو ز آتش کند شیر رخ بازپس — ز عشق آتشی شیر اندیشه بس

تو نیز ار چو من دل پرآتش کنی — ازین شیر عاید دلی خوش کنی

چنین دل پرآشوب از آن تنگ راه — نوشتیم خوش هیچ فرسنگ راه

چپ و یکی جاده بس فراخ — بدان ره شدیم از چنان سنگلاخ

دم گرگ چون سر زد از کوهسار — یکی گله از دشت شد آشکار

ز مردم تهی چند صحرانشین — سیه خانه چون مردم حور عین

ز یک سو تهی چند دیگر سوار — پذیره رسیدند زهی نامدار

جوانی فروزان نشسته بر اسپ — چو آذرگشسبی بر آذرگشسپ

گذشته بر او سال یکبار ده — گذشته بروی از سر چارده

ببالای او سرو کشمر نبود — بسیمای او مهر انور نبود

خجسته بدیدار و فرخ بنام — همه پرتو مهرش از چهره وام

جوان بخت ابو لوپوی تیز — چو پیش پدر شد بپرداخت زین

بیامد رکاب پدر بوسه داد — سرافراز را عل بر گشت شام

باسپ اندر آمد بفرمان باب — چنان چون که آید بکوه آفتاب

همی راند تا هور برشد بلند — بمنزل رسید آن گو ارجمند

نشستند رومی نهادند خوان — چو پرپخته شد گفت روشن دلان

که بختی برآید آنچه داری نهفت — وز آن پس بپور گرانمایه گفت

که این حرف دریا چو آید بجوش — بر آن در که افگند بر گنج گوهر

چنین دیدم آزاده را مصلحت — که بابی برادر خوانم از تربیت

بدو گفتم ای مرد سرو جوان / مبادی ز آسیب گیتی زیان

همیشه پدر سایبان تو باد / ازان سایه پرورده‌ای تن بیاد

بزرگیت گر باید و سروری / روان بر متاب از هنر پروری

بفرزانگان همنشین باش و بس / جز از راد فرزانه مشنو ز کس

مشو سفله پرور مشو نیز دوست / که این هر دو خاک تن را برد

سخن چون بگوئی پسندیده گوی / باهستگی گوی سنجیده گوی

بگیر از کسان هنرمند پند / ازان بیشتر کز تو گیرند پند

مشو با بدان ای نکوبخت یار / چو خواهی شوی در جهان بختیار

همه با نکوخواه و دانا نشین / ز نادان بدخواه تنها نشین

سخن با بزرگان بآزرم گوی / درشتی مکن ای پسر نرم گوی

بلندیت باید بهمت گرای / ازین نردبان بر بلندی برآی

بدون همتی تا توانی مپوی / ز دون همتان نیز یاری مجوی

برتبت هر آن کز تو بالاتر است / ورا در نشستن مکن پیش دست

غرور جوانی ز سر باز نه / که افتادگی زیور مرد به

ز دانا سخن بشنو و در پذیر / حدیث بزرگان بخردی مگیر

میالای در طعن مردم دهن / بیندیش از طعنهٔ خویشتن

بشوخی منه ای طبیعت بکن / بکس گرچه خصم است غیبت مکن

زبان باز کش تا نبینی زیان / که کس از زبان میبیند زیان

کسی کز تو افزون‌تر است از هنر / دگر کمتر است از خود افزون مشمر

قناعت کن ازا آموختن / هنر جو همی گر خواهی اندوختن

[illegible] / بپروی کسی بینا و بد خوی

ای نظر الفت [illegible] ۱۲

مکن دیده بر مردم ناپاک بین ‌‌ همه باش با مردم پاک بین

به بیگانه الفت مکن زینهار ‌‌ بر آشنایان مکن خویش خوار

همه آتش خویش بی دود دان ‌‌ تو شمعی مشو دوده دودمان

بنادان میامیز اگر بخردی ‌‌ که دور است ازو فرّهٔ ایزدی

بدانا نشین تا که دانا شوی ‌‌ به نیروی دانش توانا شوی

پرستش گری خواهی از دیگران ‌‌ خدا را پرستش کن اول بجان

که هر کو سر از کار داور کشد ‌‌ همه آفرینش ازو سر کشد

سر عجز نه بر در بی نیاز ‌‌ وزان پس بگردون فرازان بناز

نپاید بزرگی در آن خاندان ‌‌ که گردن کشند از خدای جهانبان

نه دولت کشد نیز پای اندری ‌‌ که بیند بجا کار ادت سری

شهی بود او را دو دستور بود ‌‌ دلش روشن و ملک معمور بود

یکی زان دو دستور نیک رای ‌‌ وز نیکوئیها بخلق خدای

وزیر دوم ناکسی زشت خوی ‌‌ همه با کسان بد دل و کینه جوی

جفاجوئی با مردم حق پرست ‌‌ گشاده ولیکن بآزار دست

ز خویش دل عالمی سوخته ‌‌ ز بیمش لب از شکوه بر دوخته

ازو خلق چون روزگارش سیاه ‌‌ ببسته ز بیمش ره دادخواه

ستوده بر شاه والا منش ‌‌ تنی چند را همچو خود بدکنش

همه چرب گویان بخود کرده بر ‌‌ که آتش ز روغن شود شعله ور

بسی فتنه افگنده در ملک شاه ‌‌ ولی رخنها بسته بر دادخواه

گر آن پاک دستور نیکو سرشت ‌‌ نبشته شکوه بر دیش اعمال زشت

نبشته مشتقه گروهی از مکر و فن ‌‌ که صاحب غرض کینه دارد ز من

بزم وصال

چو شاه از وی هم پایه افزون کند
بهر جا هنرمندی آزاده بود
ز بدگوئیش پیش شه کرد خوار
بجز سفله چند را او نداد
هم از بدگوئی پاک دستور را
بی مشورت گفت و کار نیست
چنان بینم ای خسرو روزگار
در آموزگاریش مانند نیست
وزین خواست تا شاه آزاده را
که شه را همین یک پسر بود و بس
یکی شهر ویران در اقصای ملک
بدانجا فرستاد شهزاده را
خود اینجا چو دیوی با فسونگری
به نیرنگ خلقی بخود رام کرد
از آنسو ملکزاده با رهنمای
وزیر آن همه حیله دانسته بود
ز دستور شه چاره جو بود شاه
بر او خواند با بی وزیر از شکیب
بدو گفت کای چهره ایزدی
تو اکنون بیاموز رسم شهان
دگر با رعیت نمودن سلوک

بدم گر نگوید شبه چون کند
بزرگی ز دو آدمی زاده بود
که جرمی برا و بسته گردن برآ
که با سفلگان شاه را خو مباد
چنان کرد کان گفت رنجید را
بدست وزارت سزاوار نیست
که شهزاده را باشد آموزگار
که چون او دبیری هنرمند نیست
فریبد کند خوار شهزاده را
همی خواست نشناسدش هیچکس
که چون ساحلی بد به دریای ملک
همان پاک دستور آزاده را
کز انگشت جم گیرد انگشتری
بآرام بس عیش پیدا کرد
در آن بوم ویران گرفتند جای
ملکزاده را نیز آگه نمود
که چون باز جوئیم و بینیم کار
که کس بی شکیبی نیابد نصیب
مجو جز خردمندی و بخردی
هم آیین او آن همه کار آگهان
همه راه شاهان و رسم ملوک

سواری بیاموز و تیر افکنی — همه روزه بنشین با رایزن
بفرهنگ و دانش بیارای مغز — بیاموز رفتار و گفتار نغز
همه دل بداد ار گیتی پناه — که او ملک بخشد نه گنج و سپاه
تو از سعی خود باز منشین دمی — که لطف خدا کم نباید همی
گمانم که بی موجبی کرد کار — نیگمنند و رسند ملک و دیار
بدین کرد کاین شاه بیدادست — شود آگه از حالت زیردست
که آنرا که آسان رسد تاج و تخت — ندارد غم مردم شوربخت
و دیگر که میراث خواند ورا — ز نعمتانش حق نداند ورا
چنین کرد و آموخت آموزگار — هر آنچه آن بود درخور شهریار
همه روزه می بود با بخردان — همی جست آئین و رسم و دان
وز آنسو بد اندیش مرد وزیر — به نیرنگ و دستان بشد گشت چیر
در آخر طمع کرد بر تاج و تخت — ببسته بر شوربید شوربیده بخت
ملک را بکشت و بجایش نشست — که پرورده بی که از وی نخست
مباد آنچنان شاه ناهوشمند — که از خلق رنج است بر خویش بند
دل شاه از اندیشه خالی مباد — دلی بی پروند لاابالی مباد
که آخر کند ملک و دولت رها — دهد خلق را در دم اژدها
چو شد شاه دستور ناپاک دل — جهان شد پریشان و غمناک دل
فرومایه چون ملک و دولت بیافت — تا زار بیچاره مردم شتافت
اگر ره بیچی یابد رسائی کند — گدای توان پادشاهی کند
فرومایه چون پایه بیند بلند — تنا بدکس ایمن نشست از گزند
چو منصب فتد در کف ناکسان — کسان را بخواری ابتلا رسان

گدا پیشه چون شو و کند چند با
بخواهندگی نان مردم گرفت
مبادا که وی نان بغربت رسند
چو خاکی ز بادی به بالا رود
مبادا که گرگان شبانی کنند
چنان کان ز غل پیشه زشت مرد
همه مردم اندری بجان آمدند
یکی لشکرش آماده کردند
بفرمود تا دستگیرش کنند
جهان پاک ز شور و از شورش
خبر شد ملک زاده را کاندغا
به پیکار او چون نبودیش تاب
بشهری درآمد که فرمان دهش
چو خسرو خبر گشت بشناختش
بشهرش درآورد تیمار داشت
چو نیک آزمودش هنرمند بود
بدامادی خویش بنواختش
یکی هفته بر سور و رامش فزود
سپه های جنگ آماده ساخت
همی گفت با آن دو فرخ پسر
ملک زاده باور بخود نشاند

خداوند است گوئی جهان با گدا
کنون آب و نان سود بدایت گفت
زمین پست با آسمان سربلند
بسا آب کز چشم بیرون رود
و یا رهزنان پاسبانی کنند
از آن جرز یکسر بر آورد گرد
زن و مرد فریاد خوان آمدند
روان سوی ملک ملکزاده کرد
به نیرنگ بالا در اسیرش کنند
براندند تیغ بلا بر سرش
سپه راند بیرون بعزم وغا
گریزان ملک زاده گردید شتاب
بدل بود پیوند شاهنشهش
پذیره ز شهزادگان ساختش
ز هر گونه پیشش پرستار داشت
هشیوار و دور از غرور و پیوند بود
باوج ستاره سر افراختش
هشتم در گنج زر بر گشود
دو شهزاده همراه شهزاده ساخت
که از رای و از همت جیدمر
ز اندرز بس گوهرش بر فشاند

بگفت ار چه نیک آزموده ام ترا / چو بستوده بودی ستودم ترا

ولی بر خلاف گرامی پدر / مشو ایمن از مردم بدگهر

همه یار مرد خردپیشه باش / ز نابخردان دور اندیشه باش

همه کشور از داد آباد کن / سپاه و رعیت ز خود شاد کن

بنا آزموده مده کار ملک / مکن سفلگان را نگهدار ملک

سپهبد دل آزرده از خود مکن / چو آزرده ای او را سپهبد مکن

بآزار روزی ز کس زر مگیر / هم از بددلان نیز لشکر مگیر

همه پاس خویش از بداندیش کن / ز خود مایه عبرت خویش کن

ظفر از خدا جوی بس ایمنی مپسیر / نه ز افزونی لشکر و گنج زر

بیکبار بر قلب دشمن متاز / پس پشت خود جای دشمن مساز

کمینها بپرداز و بس پیش از آن / سپه چون نماند به تنها مجال

به تنهانه مردیست در تاختن / به بیهوده ناگاه جان باختن

گر این رزم خود بر مراد تو نیست / مرا آگهی ده که لشکر بسیست

بگفت این و بر روی او بوسه داد / با یوان خرامید خندان و شاد

وز آنسو گذر از جهان شاه نو / سر چتر او شکوه بر ماه نو

همی راند تا دار ملک پدر / یکی از جنیبت کشانش ظفر

خبر شد بدستور ناپاک رای / که آن دولت رفته آمد بجای

بیامد که این باغ بی خو کند / بنای کهن گشته را نو کند

یکی لشکر آراست برگشته بخت / در اندیشه کاسان کند کار سخت

گروهی پراگنده را جمع کرد / چه آید ز جمعی پراگنده مرد

همی تشنه شان کرد بهر ستیز / بجوشش ولی تشنه چون تیغ تیز

دو منزل بر آمد پذیره بجنگ / بناکام ورشد بکام نهنگ

دو لشکر برابر کشیدند صف / دو دریاست گفتی برآورده کف

گذرگه بهم برگرفتند تنگ / هوا گشت از تیغ الماس رنگ

بخون پدر شهریار جوان / بسی جوی خون کرد بهر روان

بقلب اندرون سوی دستور تاخت / ستمکاره را دید و او را شناخت

بزد تیغ زهرآبگون بر سرش / بدرید آن تیره گون پیکرش

بخاک اندر افتاد آن بدسگال / شد از سم اسپان تنش پایمال

چو دیدند لشکر که خسرو چه کرد / فگندند یکسر سلیح نبرد

نهادند سر بر ره مرزبان / بپوزش گشودند یکسر زبان

که بخشای شاها که ما بنده ایم / ز کردار بد نیک شرمنده ایم

گنه نیست بر ما و ایزد گواست / که این خود همه کرده پادشاست

شهنشاه او را بجا چیره کرد / همه روز روشن از و تیره کرد

همه دست گز ما بکینت گشاد / بریده هم از تیغ کین تو باد

به بخشود بر جمله آن نیکرای / لشکری که بخشود بروی خدای

در کینه بر روی ایشان ببست / بجای پدر شد بشاهی نشست

سپه را فرستاد زی شهریار / ابا نامه و تحفه بی شمار

نکوخواه دستور را پیش خواند / بر او آفرین کرد و پیشش نشاند

بگفتا ای بدبیر رائی درست / پس از کردگار آنچه دارم از تست

که از تو فزود این هنرمندیم / که بپذرفت آن شه بفرزندیم

زمین گر ندیدی هنر پادشاه / ندادی مرا تخت و گنج و سپاه

خداوند را برد باید نماز / که جانی پذیرنده ام بی نیاز

تو نیز آنکه می بایدت مغز ... — هنرمند شو کز هنر بر خوری
بیا ساقی آن مایهٔ جان بیار — می دست پرورد دهقان پیر
می دیده ور چشم بینی رسیت — می گشته سرمایهٔ معرفت
بده تا بتن پرورد روح را — ز دانش به بینش برد روح را

قبضه کردن مصنف در صفت شمشیر و سنان و آن تیغ زبان را بر سنگ سحر ید

زهی زور بازو و تیغ دلاورا — که آرام جستند از و دیگران
فتاده پی دیگران در تعب — که روزی به آرام سازند سبب
ندانم به از تیغ روی زمین نشان — از و بهره ور آن امین از زیان
ز تیغ این جهان کهن را قوی است — هم از پشت او پهلوی این تهی نیست
هم از تیغ گردن نهند ناسپار — هم از تیغ کافر شود حق شناس
غزا از چه خیزد ز تیغ یلان — جهاد از که انگیزد از پردلان
ندانم بجز تیغ آتش فروز — هلالی که گیتی فروزد چو روز
سکندر که سدی ز آهن نمود — به یاجوج آن ز آهن تیغ بود
بگردن کشان تیغ کیفر وه ایست — ز ارهست و اسلام ز و فربه است
ز تیغ است کاسلام با رونق است — گواهم بر این غزوهٔ خندق است
خوشا آنکه اندر ره بد ولی — شود پیرو شاه مردان علی
که بر تیغ او خانهٔ روی زمین — جهادش نبود از ره خشم و کین
دگر منزل نامدار سترگ — وز گرد چاهی سالار ترک
که بود وش بهادرش کمتر سپاه — خداوند برز و بر و سفت و یال
یکی پایه ی ترک تازی سگال — بگیتی و ساز تهمتن یادگار

نرفته همان سال عمرش لبی ... نه از ترک چون او نه از تازی
بلند آسمان خسته تیر او ... اجل خسته پیکان شمشیر او
ز سقلاب شبگیر او تا بجنت ... به جوشن پر تیر او چه پرند
گر آتش به پیش آید او را خوش است ... که آب سنان وی آتش کش است
نیاساید از رزم و کین توختن ... که آتش نیاساید از سوختن
همالش به رزم ار بود پور زال ... برا و تازد آنسان که بر پر زال
به رزم اندرونش به جوشن نه گبر ... که بی جوشن و گبر گو شد هزبر
نمو شد همه دشت اگر رستم است ... که این طعمه شمشیر او را کم است
نیاری با انبوه لشکرش نیست ... که کشتی به از زور خنجرش نیست
بپرورده شیران از و بیشه‌ها ... به دل ز بیم وی اندیشه‌ها
به تنها ز مردی به تنها زده ... وه خواب بر اهرمن سازده
از آن لعل جز گهر یابی مجو ... که بیند درخشنده الماس او
پذیره نبرد برادر رسید ... ببوسید و چون جانش در بر کشید
همراهش از بخت یاری گروه ... پریشان تنی چند را ز ستوه
گر این پیش از سرکشی دم زدند ... همه پای بر تخت خرم زدند
چنان بد که پنهان و عل ساختند ... با اهل سرافراز پیل ها شکستند
سرافراز امین ز دستان نشان ... وز آن حیله و مکر پنهان شان
که روبه چه روز رش برآید بسر ... کمین ساز د از حیله با شیر نر
به هنگام آن سرور ارجمند ... ز گرگان تبه شد لبی گوسفند
دگر دست غارت گشودند نیز ... بر اسپان تازی و رخت و جهیز
شگفت آنکه هر ساله زی ... شدندی ابا ناله و با نیاز

اسیر رستم ۱۲

همانا کی گرد ۱۲

جوان بخت شان را ز بنوه باختی زلیخا فزون تر نشان ساختی
چو قدر چنان روز نشناختند بخود روز روشن سیه ساختند
بلی گرگ چون گردد از خویش سیر کشد آز رویش به پهلوی شیر
بر آشفت برنا چو آگاه شد بر آن سرکشان روز کوتاه شد
همیگفت بر خود جهان کرد تنگ گوزنی که تازد زکین بر پلنگ
چو آورد بر شیر نر گور زور بر او شد جهان گور و بر شیر سور
بتر کان به انسان شوربخت که بر بختیاری سپارند رخت
چو من کوشم و بخت یاری کند جهان پشته از بختیاری کند
فلک دیده تا تیغ من بی‌غلاف بدزدیده از بیم بر پشت ناف
بگفت این و زین بر تگاور نهاد سوارانش از پی بگردار باد
بر انداز پس خصم بی پا شتاب برو بوم شان کرد یکسر خراب
هم از شهر شد نام و ره با گروه ز لشکر سیه کرد صحرا و کوه
سپاه از پس دشمن شوم راند بملک اندرون بختیاری نماند
زکین پس بلند آتشی برفروخت بهر جا که بد خرمنی پاک سوخت
شدند آنچنان شورش و دار و گیر بسی مرد و زن کشته و دستگیر
چو از کرده خود پشیمان شدند فراهم گروه پریشان شدند
سپردند رسم و ره کهتری بر ایشان ببخشود از مهتری
چو آمد بره سوی نامدار همه باژ و راز ایشان سه چار
سر و برده شان ایلخان ... نکرد از گذشته بدل هیچ یاد
دگر شیر غران دشت وغا نبوائی هشیوار روز آزما
که بد زان برادرش کهتر بسال نبود هیچکس از مهترانش همال

جوانی چو شمشاد نوخاسته ‌ ‌ ‌ پدرش از خدا با دعا خواسته

نگشته زره‌پوش ترکش همان ‌ ‌ ‌ زره بسته با ترکشش آسمان

بنام ایزد آن فرّه ایزدی ‌ ‌ ‌ ز چهر خوشش دور چشم بدی

پیاده شد و رفت زی سرفراز ‌ ‌ ‌ جوان بخت رویش ببوسید باز

وزان پس بهنجار رسیدند باز ‌ ‌ ‌ نشستند و خوان گستریدند باز

چو پرداخته شد خوان انجمن گفت ‌ ‌ ‌ بیا ای که در دشت نیست جفت

که این سرزمین اهل دیدار است ‌ ‌ ‌ که بنگاه این شیر گند آور است

دلیرانه باید سخن ساختن ‌ ‌ ‌ به تیغ و بگو بلبل بیجه افگند

زگردان گشتن آسمان خوشترست ‌ ‌ ‌ که در هر سری باده در خورست

بر بلبل از رنگ و بوی بهار ‌ ‌ ‌ بر عاشق افسانه وصل یار

ز تقوی بر مردم پاک دین ‌ ‌ ‌ ز هیأت بر مرد افلاک بین

بر میگساران ز سور و ز بزم ‌ ‌ ‌ بر شیر مردان ز جنگ و ز رزم

سخن با دبیران دبیرانه به ‌ ‌ ‌ ولی با دلیران دلیرانه به

تو امشب بمان در کنام پلنگ ‌ ‌ ‌ که من بر غزالان کنم تیز چنگ

بگفت این و شد در شبستان خویش ‌ ‌ ‌ رها کرد با شیر مهمان خویش

از آنجا که با هر دلی همدمم ‌ ‌ ‌ سخنهای شیرانه جستا ز دم

بدو گفتم ای شیر پرخاشخر ‌ ‌ ‌ کز آتش چو شیران نداری خبر

پرند تو خارا شکافد همی ‌ ‌ ‌ سمند تو دریا شگافد همی

بجود ابر بارنده در بهمنی ‌ ‌ ‌ بکین بحر جوشنده در جوشنی

ز فرّ تو گیتی پر آوازه گشت ‌ ‌ ‌ ز تیغ تو روی جهان تازه گشت

ز سهمت بکشور بداندیش خفته ‌ ‌ ‌ فلک از بداندیش تو نیز خفته

بود گر چه از فتنه پروردگار ترا تیغ سوزنده آبدار

بر آن کوش کز لطف تدبیر خویش نیازش نیفتد به شمشیر خویش

چو از لطف دشمن توان کرد رام چرا تیغ باید کشید از نیام

مرو خیره در کشتن بی گناه بخود بر مکن دین و دولت تباه

بخونریزی بی گناهان مگرد که چون شیر خوانند تا اندر نبرد

بر بخردان ناستوده بود که انسان بحیوان ستوده شود

دلیری که پاک از غرور و هواست نه چون شیر بیشه است شیر خداست

کسی گر خلاف تو گوید همی نباید بخونش بکوشی همی

بکش هیچکس را ز بهر هوا که بهر خدا و بامر خدا

ترا دشمنی بدتر از خویش نیست که چون خویش پیش کس ایمن نیست

اگر مرد کاری و خصم افگنی نخستین بباید که بر خود زنی

دلیر آن زمان خواندت هوشیار که از نفس توسن برآری دمار

چو خصم افگند مرد پرخاشخر کشد دشمنی را که نزدیک تر

که نزدیک را چون بکشتن شمرد چو شد دور بر وی کمین آورد

ز کشتن نخوانند کس را دلیر دلیر آن بود کو بخود گشت چیر

ز خود خشم و آز و هوا دور دار وز آن پس در آ در صف کارزار

بسا کس که خونش فرو بست چشم ندانست از دوست دشمن بخشم

اگر حلم بر کار بندد دلیر نیفتد نیازش بشمشیر و تیر

تحمل کند سرکشان را زبون تحمل کند خصم را سرنگون

اگر خوانده باشی که شیر خدا چو بر دشمنی چیره شد در غزا

بر آن شد که با تیغ برد سرش خیو زد بروی مه انورش

ای تف زد بر او ۱۲

بیفگند شمشیر و برجست شاه — بدو گفت خصم ای شه دین پناه
چرا چون ز نیمم دراندا ختی — ز مردی بجوئم نه پرداختی
بدو گفت شاهنشه نامجو — که بر روی من چون فگندی خیو
ز گرد تو آئینه ام تیره شد — بمن خشم و آشفتگی چیره شد
اگر راندمی بر تو تیغ هلاک — بُد از خشم نی بهر یزدان پاک
نشستم که بنشیندم کین و خشم — شنید این سخن خصم زان داد چشم
بیفتاد در پای شیر اله — پذیرفت دین و اندر آمد براه
دگر نیز دارم ازان شه سخن — بدین یک سخن خویش قانع مکن

ایضاً در بیان رزم اسد الله الغالب علی مرتضی و کشتن بذوالفقار خیل کفار بی صدق و صفا و آوارگی و بربادی زنان و پسران آنها

بخواهی شنو [illegible] را اگر — یکی نکته از غزوهٔ خندق شنو
که بالا بلطف ازین بود حرب — ببدر و احد دید بس طعن و ضرب
همه گشته یکسر سران قریش — ز مردان و نام آوران قریش
چو بوجهل و چون عتبه ابن نادر — شده خسته و طعمهٔ ذوالفقار
ز هر سو بجنون دل آغشته — پدر گشته بی پسر گشته
زنان گشته از اندهِ شوی خویش — سیه روز و آشفته از شوی خویش
یتیمان ز افغان بچه از تاب و بیم — ز پروای تابنده دُر یتیم
یکی انجمن کرد از رای زن — سران عرب جمله در انجمن
همی گفت و اشکش نه دریا گذشت — که بر کس نگفت آنچه بر ما گذشت
چه مایه جوانان شمشیر زن — که شمشیرشان کرد لعلی کفن
چه خورشید رویان نو خاسته — که در بدر چون ماه نو کاسته

احد بسکه از خون ما یافت بخش / چو کان یمن گشت و کوه بدخش
بما از کج و سختی چنین گذشت / که آسان ازین کار نتوان گذشت
بمردی نه کز ساز کیفر کنیم / بگیتی سر از ننگ چون بر کنیم
درین کار نتوان نمودن درنگ / بکوشید اگر نام دارید و ننگ
علی گرچه بس شیر دل رکین است / نه گوئی ز پولاد یا آهن است
یکی از قریش است خود بیش نیست / از و اینقدر جای تشویش نیست
به نیرو و قدرت چه از وی کمیم / نه او از فرشته است ما آدمیم
بدینسان بجا گر شود اوستاخ / بما تنگ دارد جهان فراخ
چو آن دیو دم بست از آن بد همه / بلا حول لب باز کرد آن رمه
که چند این سخنهای خاطر پریش / چه خصمیست از بخت ایشان خویش
بس است آنچه بردی گردی تباه / تباهی این هست دیگر مخواه
مگر قصه بدر تا از یاد رفت / که بر ما ز دشمن چه بیداد رفت
ندیدی مگر دستبرد علی / همان چهره بالا و فر و یلی
ندیدی مگر شیر کوشنده را / ندیدی مگر بحر جوشنده را
ندیدی چو الماس رخشان کند / همه دشت کوه بدخشان کند
بکوشد همه دشت اگر دشمن است / نترسد اگر دشمن اهرمن است
هراسان نگردد ز میدان رزم / چه میدان رزمش چه ایوان بزم
بتازد بشیران چو شیران بگور / بنازد چو گردان ببازو و زور
نیفتاده همسر نیفتد سنانش / نه پیچیده لشکر نه پیچد عنانش
سنانش نه آهن که آهن بر است / که نوکش همه خود و جوشن بر است
بلند آفتاب بیست روز نبرد / ولی روز را تیره سازد بگرد

چو دریای تیغش بود موجدار / همه گوهر جان فشاند بر کنار
کسی کز دم تیغ او جان برد / گمانم که گیتی بپایان برد
کسی را که برگشت از او روزگار / بدو رو کند وصف کارزار
به بیهوده راهی به تیزش مکن / ز ما تحفهٔ تیغ تیزش مکن
بما اختر شوم را بر مشوران / مخوان ماهی از آبدان در تنور
ز خشم او چه جیحون چه سیدر کسی / بدین کار دانا نبندد دلی
چو سالار قوم این سخن گوش کرد / زمانی لب از گفته خاموش کرد
فرو شد در اندیشه وانگاه گفت / که بر کس برآرید راز نهفت
بگوئید تا چاره کار چیست / که بر کار بیچاره باید گریست
بر هر کسی رای نا دلپسند / نیفتاد صید مرادی به بند
یکی ز انمیان پیش سالار خود / سخن راند از عمرو بن عبدود
بگفت از وی ار عهد و پیمان کنند / بما شاید این کار آسان کنند
که او زنده پیل پلنگ افکن است / تو گوئی یکی دشت آهرمن است
سنان ور ابر سنا بد کسی / به آسایش از وی نخواهد بسی
ز گردان شایستهٔ کارزار / برابر بود با سواری هزار
بسا کوه با ور بپرداخته است / شتر گرده را سپر ساخته است
سنانش ز ده من فزونتر بوزن / رمان شیر ازو چون شیران گوزن
مگر کز دلیری و زور آوری / به بندد ره حملهٔ حیدری
بدین چاره شد رای ایشان تمام / که خواهند از آن نامور زینهار
برفتند و گفتند و پذرفته شد / بر او روز خوش گفتی آشفته شد
قضا در نهان خنده زد کاین شگفت / مگس را به پیکار عنقا گرفت

ز صحرانشینان دگر خیل خیل — شتابان سوی شهر یثرب چو سیل
ندانسته کز سیل دریا زیان — نگردد ز روباه شیر ژیان
وز آنسو خبر شد بسالار دین — که شد موج زن باز دریای کین
پر اندیشه شد سرور سرفراز — که شد وز دریا ره سیل باز
دلیران و پرمایگان باز خواند — ز هر در سخنها بر ایشان براند
سخن گفت از آن جیش پرجوش و طیش — ز عمرو ز سالار قوم قریش
سگالید پس چاره کارشان — هم از صلحشان هم ز پیکارشان
همه هم زبان باز گفتند جمع — که ای خیل پروانگان تو شمع
ز ما پور حرب ار چنین کینه جست — ببایستمان آشتی دست شست
همه کینه را بست باید کمر — تو سردار و آنگاه پروای سر
زمین بوسه داد از ادب روزبه — به شه گفت کای روزت از روز به
یکی کنده بایستمان زود کند — که در پارس بنیان کنند شهر بند
بدینسان بود رسم آن مرز و بوم — که چون دشمن آرد بملکی هجوم
همه گرد آن شهر را بر کنند — که بر خود ز دشمن پناهی کنند
چنان کرد کش گفته بد رهنمون — عرب نام آن کرد خندق کنون
بکرد اندر شمار زمان بلند — یکی کنده کند از در شهر بند
چو لشکر به نزدیک یثرب رسید — ز گرد سپه چرخ شد ناپدید
گرفتند آن شهر را در میان — چو این توده خاک بر آسمان
بقلب اندرون عمرو بن عبدود — ز بطحا به یثرب رسیده احد
خروشان ابر باره راهوار — چو رعدی که بر برق گردد سوار
ز پولاد و آهن سراپای غرق — یکی گبر رومی نهاده بفرق

نهفته سر و تن به برگستوان ٭ چنان چون بود راه و رسم گوان
برافشته بر کف درخشان سنانش ٭ چو شیری ژنده شعله‌ور سنانش
نهفته تن اندر زره بهر جنگ ٭ نشسته اندر اعتا و گیتی نهنگ
چو آن از برش تیغ آتش‌فشان ٭ چو از کوهسار اژدهای دمان
برانگیخت پس بارهٔ راهوار ٭ به باره بیامد به پای حصار
بغرید مانند شیران مست ٭ سرافشان یکی تیغ هندی به دست
همی گفت مر عمرو بد دین بهم ٭ که چون شیر درنده دد جو منم
بلند آسمان زیر دست منست ٭ بر خصم چون خاک پست منست
چه سازم بروها برو پرچین ٭ تو گفتی که بود موج دریای چین
همال ار بود گنبد لاجورد ٭ ز خونش عقیقی کنم در نبرد
ز سوزان سنانم سپهر است تیز ٭ اگر شیر دارد ز آتش گریز
شود هم‌نبردم گر اسفندیار ٭ ز من عار باشد از و ننگ و عار
نهنگ است تیغ من اندر وغا ٭ که سازد به دریای خون آشنا
کنون نوبت کارزار من است ٭ عرب جمله در زینهار من است
کسی گر تفنگ آید از جان خویش ٭ من اینک هستم و هستم نیا بیش
به نیسان جز خواری اندر نبرد ٭ بسی کرده کس ای جنگش نبرد
بگردان شپرب همی زد ندا ٭ پیمبر که جانهای پاکش فدا
که آن کیست کو ترکتازی آورد ٭ بر من سر عمرو باز آورد
بپرداز از شیر این بیشه را ٭ وزین دیو خالی کند شیشه را
بسی گفت وز ایشان نیامد جواب ٭ که دلها شده بود و جانها بتاب
در آخر عمر گفت یا مصطفی ٭ که ای دُر رخشان بحر صفا

نه بینم کسی را ز مردان مرد — که در رزم با او شود هم نبرد

گرفتم نهنگی بود کش نهنگ — بدریای آتش چه سازد نهنگ

فلش دیدم ای پادشاه نام — که یکتن جدا کرد در راه شام

بزد خویش را بر سلو عمی ار — برآورد از جان ایشان دمار

یکی کره اشتر بجای سپیر — همه برکشید این یل نامور

ازان زخم کز شیر مردان بزد — تنی را ندیدم که بر سر زد

تو ما را بدریای آتش مخوان — زمین چون برد حمله بر آسمان

دم آهن دیدست این بد سرشت — نجست آدمی رزم با دیو زشت

شنید این سخن شیر یزدان علی — بزد بر کمر دامن پردلی

بیامد ببوسید پای رسول — بدو گفت هرگز مبادی ملول

فلش هم نبردم چو عمران رسید — سپاس توام بر دل و جان رسید

نه عمرا بیقدر جای تشویش نیست — که او نیز چون ما تنی بیش نیست

بگفتا بدریای آتش روم — خلیلانه بنگر که چون خوش روم

نه عمرو ار بود آسمان بلند — چو فرمان دهی آرمش در کمند

چرا بود با پیل و بر هراس — نترسد ز کس مرد یزدان شناس

پیمبر ببوسید رخسار او — پراندوه دل شد ز تیمار او

بدو گفت کای شیر روز آزمای — اگر چند شیری برو باز جای

که این شیر درنده اهرمن است — یکی بحر جوشنده در جوشن است

به بندش نه بینی که خاره برد — سمندش نه بینی که دریا برد

مبادا که بر جانت آرد گزند — که پروا ندارد ز چرخ بلند

دگر باره عمرو اندر آمد بجوش — برآمد چو چون بحر جوشان خروش

همی جست نام آوری هم نبرد ❊ کس از بیم رای نبردش نکرد

چنین تا سه بار آن نبرده سوار ❊ هماورد جست از در کارزار

وز این سو بیامد برون مکتنا ❊ کرا پای با جنگ اهرمنا

بیامد به پیش نبی با کرب ❊ مه برج دین آفتاب عرب

ببوسید خاک و بصد لابه گفت ❊ که جانم به تیمار رو در رفت

ز بس چون بدید این شه رزم آزما ❊ هم آورد و بگیتی نخیزد ز جا

بخاک اندرون به سر تا بسر ❊ نکی چنین آید او را بسر

تن نامور گشته در دشت جنگ ❊ بسی بهتر از زنده بودن بننگ

بگفت این و سوگند بسیار داد ❊ که تا دل برفتنش باچاره داد

بگفتا ز دل جنگ داری نخست ❊ دلیرانه باید سلیحت بجست

که نتوان شدن بی سلیح نبرد ❊ برزم ار چه لیس و دستت مرد

نخستین زره بر تنش کرد راست ❊ تو گفتی ز دریا یکی موج خاست

چنان در زره پیکر آنجناب ❊ که در پشت پروین نهان آفتاب

به پیچید دستار خود بر سرش ❊ ز گردون گردان گذشت افسرش

همش بر کمر تیغ برنده بست ❊ هلالی بخورشید رخشنده بست

نباشد به فرموده کردگار ❊ جوان چون علی تیغ چون ذوالفقار

سپر بست بر کتف چون بوتراب ❊ بگردون بر آمد بلند آفتاب

به تن چون سلیح نبردش ببست ❊ بدادار دارنده بر داشت دست

که یارب علی را نگهدار باش ❊ بهر کارش از لطف خود یار باش

ببوسید فرخ رخ بوتراب ❊ ستاره بیفشاند بر آفتاب

بدو گفت رو ایزدت یار باد ❊ دلت روشن و جانت بیدار باد

پیاده شد آن شیر پروردگار — پیاده روان شیر در کارزار

چو شاهین سوی صید پرواز کرد — بمیدان رجزخوانی آغاز کرد

منم شیر یزدان گفت حیدر بنام — که از تیغم آتش کند شعله وام

اجل بنده تیغ تیز من است — ندید آنچه گردون گریز منست

چه پیمانه پیمایم اکنون بتیغ — روان بداندیش را بی دریغ

چو کوشم عدو کیست تا جان برد — گر ره بگردون گردان برد

نترسم که ایزد مرا یاور است — [illegible]

الا ایکه پیمودستی هم نبرد — [illegible]

ز عمرت همانا دمی ماند و بو — [illegible]

بجا باش کاکنون دلیر آمدم — دلیر آمدم گرچه دیر آمدم

شنیدم این سخن عمرو گفت ای جوان — تو کی دیده دستبرد گوان

همان بر تو نگذشته بس روزگار — چه مردان میا و صف کارزار

نداری دریغ از جوانی خویش — ببخشای بر زندگانی خویش

و دیگر که برگو نژاد تو چیست — که با هم نژادان مرا کار نیست

بگفتا علی پور بوطالبم — که دایم چنین روز را طالبم

ببین گوهر چه عبد مناف — پسر عم پیغمبرم بی گزاف

همم از جان هواخواه پیغمبرم — بجز راه پیمان او نسپرم

بدو گفت اگر پور بوطالبی — به پیکار عمرو از چه پور راغبی

مرا با پدرت آشنائی بسی است — نبرد تو کی کار چون من کسی است

برادر ستیزم به شمشیر تیز — بپور برادر گر آرم ستیز

گرامی نژادی و نیکو سرشت — ولی باش کاید بکین دیگری

جهان گر همه برخورد کو مخور — که من خود نه بندم بگیتی کمر
چنین گفت با عمرو شیر خدا — که ای نامور مرد زور آزما
شنیدم سه خواهش کند از تو — یکی زان سه بپذیر ای نامجو
بگفتا چنین است و این لاف نیست — گرت آرزو نیست برگو که چیست
شهش گفت چون با منی آشنا — نخواهمت بیگانگی از خدا
زبان گر اندرزتان بشنوی — [illegible] دل بگروی
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible] بیا
شهش بگفت [illegible] — چه باشد [illegible] زی هم
نشستی با [illegible] ای [illegible] — نه با [illegible] نه با عدو
نه پذیرفت ز افشاند والا منش — بگفت این شنو و مایه سرزنش
به پشت من این قوم گرشته تر — نهادند [illegible] اندرین [illegible]
چو نشان درین عرصه کین بهم — میان عرب تن نشفوبن [illegible]
سوم آرزو گوی تا آن کنم — مراعات آن عهد و پیمان کنم
بگفت آنکه بندی لب از گفتگو — به پیکار با من [illegible]
شنید این سخن عمرو بتافت سخت — بگفت [illegible] برافروخت
نمی خواستم ای گو صف شکن — بخواری شوی کشته بر دست من
شهش گفت روزی مرا خوبتر — که روزت [illegible] آید بسر
برآشفت بدخواه برگشته بخت — نبندی [illegible] گفت [illegible] سخت
فرود آمد از اسپ پی کرد اسپ — تو گفتی برافروخت آذر گشسپ
دو یل ز هر سو برآمیختند — همان [illegible] بهم ریختند

زبس آتش خنجر و تیغ تیز — تو گفتی که برپا همی شد رستخیز
چنین تا که از روز شد سه پاس — نه آن را گریز و نه این را هراس
بناگه بد اندیش بهروزگار — یکی حمله آورد بر شهریار
سپر بر سر آورد سالار دین — گذشت از سپر ضربت آن لعین
بشد تیغ بدخواه با کبر و لاف — چو سبابهٔ احمدی مه شگاف
چو شه یافت آسیب زان مرد گبر — بچستی بدستار بربست سر
بیک پاس دیگر بکوشید سخت — وزان پس همی گفت کای شوربخت
چه نیرنگ بود اینکه آراستی — که از لشکر خود مدد خواستی
به پیچید روی آن نبرده سوار — که تا بنگرد حالت کارزار
بر او حمله کرد آن شه نامور — بزد بر سرش ذوالفقار دو سر
بیک ضربت شاه لشکرشکن — چهل گام سر دور ماندش ز تن
برآورد تکبیر غضنفر نره شیر — در آندم که بر خصم خود گشت چیر
نبی گفت تکبیر آن چون شنفت — پس آنگاه رو کرد با جمع و گفت
که یک ضربت بازوی حیدری — به از طاعت آدمی و پری
رسید آن زمان شیر پروردگار — بکف بر سر دشمن نابکار
شکسته همه دشمن از بیم او — ببطحا ز ضربت نهادند رو
چو سالار دین روی حیدر بدید — ببوسید و چون جانش در بر کشید
دو بد دل که بد کین شان با علی — در آندم که کوشید از بزدلی
چو لیس و یسر شد کوشش آن نفر — شنیدم که گفتند با یکدگر
که با عمرو بر می‌ساید علی — که باشد بچهرش نشان یلی
نه بینی که بس کینه شان می‌رسد — علی گو ولی از جان خود سیر شد

رسول خدا گفتگوشان شنفت
بدل در نهفت و بروشان نگفت

چو شیر خدا بازگشت از نبرد
بر و گفت پیغمبر ای شیر مرد

بگو کز چه رو دیر شد کارزار
تو در کین نبردی کشیدی ذوالفقار

بزد بوسه پای علی برادرش را
که ای رتبت از پای تو عرش را

نه من کند بودم نه تیغ دو سر
نه عمرو از من افزون بد از کرّ و فر

در آغاز رزم آن گو بدنژاد
زبان را بدشنام بر من گشاد

دل من چو دریا بر آمد بهم
از آن تیره دل سخت گشتم دژم

چو می بردمی حمله ای دین پناه
نبد کوششم خاص بهر اله

از آن دیر شد روزگار نبرد
که اول بر آوردم از خویش گرد

دو خصم قوی یافتم پیش خویش
ز خویشم نماورد و بدکیش خویش

نخستین علی را زبون ساختم
بعمرو آن زمان باز پرداختم

ببر در گرفتش رسول از وفاق
بفرمود زان پس باهل نفاق

که شیر خداوند زیسان بود
که هر کارش از بهر یزدان بود

ز شرم آن دو تن زار و پیچان شدند
بپوزش بر شیر یزدان شدند

ز شه عذر جستند و بخشودشان
یکی جرعه از عفو پیمودشان

تو نیز ار تهی زورمندیت بود
همین می ستان طعنه پیشت بود

بکوشی که در راه و رسم علی
شوی پیرو شیر مردان علی

بیا ساقی آن کوثر جان فروز
بمن ریز و خود بینی من بسوز

بگر تا چو صافی شود گوهرم
دهد ساغری ساقی کوثرم

اظهار حال مستان نیک کردار یکسان شیر مردان است که گفت غم ناخوردن

خوشا عیش مستان بزم الست
ز مینای هشیاری افتاده دست

نه هستی و نیستی کرده طی
رخ شاه و جا [illegible] نشست
نه زان جلوه خرم [illegible]
در این پرده با دوست و خلوتی
نگیرند یاری که گیرد ملال
بری کرده جان و دل از هست و نیست
که هر دل که شد بسته رنگ و بو
دگر [illegible]
مه نیستی خویش و بنگر که کیست
دگر شب چو سپهبد و سالار روس
بجا ماند از مشعلی هم سرشت
دهم شب ز مه بود و مه نیم رنگ
سرافراز بل برخ میهمان
همه خیمه ترکان بهرام فن
همه حلقه بر زلف مشکین زده
همه داده از نرگس دلربا
وشاقان بگیسو نهاده سیاه
همه طره بگشاده در دلبری
همه مست از غمزه خنجر بدست
نه [illegible] نه جسته سپهر
نه ترکان نوازنده نغز دست

بسرمایه مردان پرده [illegible]
که گه جلوه هنر ناو که پردگی است
نه زین پرده غمگین نه بهر مدام
و زان جلوه با یار در صحبت اند
نخواهند عیشی که آرزو دل است
ز سودای [illegible] و بر است
چو شد رنگ نه بو ماند در [illegible]
[illegible] دست حسرت که بر سر زند
که سرمایه هستی و نیستی است
شبانه حبش خرگه آبنوس
خدیو حبش بزم از و برفروخت
چو در خط رخ مهوشان فرنگ
بیاراست حبشی ز [illegible] نشان
بغوغا نریزی از غمزه ناوک فکن
گره بر سر نافه چین زده
چراگاه آهوی چین در ختا
برخ دلفریب و بقد جانفزای
عجب نبود از ترک غارتگری
حذر کردن از ترک خاصه مست
ولی جای او بود بیرون در
که ترکی رخ و پارسی مغز داشت

[illegible]

سخن گفتی از نغمهٔ جانفزاش ... ز خون سیاوش بشیم بهاش
همه علم داود معلوم اوش ... ز ترگان دل آهنین موم او
سرود این غزل را به آهنگ رود ... که نتوان ازین بیش بی دوست بود
چرا شعلهٔ جان به تن نفگنم ... چرا این قفس را به تن نشکنم
چرا سوز دل بر زبان ناورم ... چرا عالمی در زیان ناورم
چرا شمع بی روی او بر کنم ... چرا بی مهش سر باختر کنم
چرا خون ننوشم چو ساقی نماند ... می لعل در جام باقی نماند
بدل تا بکی داغ پنهان نهم ... جگر چند در کار رندان نهم
بگویم شود راز دل فاش گو ... وگر بیم طوفان بود باش گو
اگر من نباشم ز گیتی چه سود ... که باید بدل شعله پنهان بود
ز غم ناله کو عالمی بر فروز ... کشم آه کو خلق عالم بسوز
مه من نهان مه تبا بندگی ... نمیرم چرا با چنین زندگی
باین درد افزون نمیرم ز خویش ... برون کنم چاره درد خویش
سرودی چنین بانگ رعد جهان ... ربود از غم عشق هر کش عنان
فغان بر کشیدم تا وای چنگ ... که ای بی بهانت بدل گاه زنگ
ز زلف تو جان مرا تاب نیست ... ز چشم تو چشم مرا خواب نیست
کجا خوابم آید بچشم پر آب ... که از دیده آبم فرو شسته خواب
مرا بیش ازین تاب دوری نماند ... به تن تاب در وصل صبری نماند
مگر با شبگیر یاری کند ... بیوی تو ام غمگساری کند
ولی جای افتادهای ای سپهر ... که نبود صبا را بدانجا گذر
زهی وصل تو مایهٔ زندگی ... غم عشق تو اصل فرخندگی

زهی شادی روزگار همه ‌‌ غمت یار ما و تو یار همه
خیال تو شمع شبستان دل ‌‌ وصالت بهار گلستان دل
غمت یار و یاد تو دمساز من ‌‌ خیال رخت غصه پرداز من
گر آئی ببر سوزم از خوبی تو ‌‌ وگر نائی از فرقت روی تو
غمت بهر من آتشی بر فروخت ‌‌ که نزدیک بگداخت دوری بسوخت
ز دوری تو نیست گفتم دگر ‌‌ فراموش کاری ز دوری بتر
بخوابم درآئی که خوابم بری ‌‌ بحالم نمائی که تابم بری +
پراگنده گوئی چرا از حد گذشت ‌‌ پراگنده حالم دگرگونه گشت
چنان بیخود از یاد جانان شدم ‌‌ که چون تار زلفش پریشان شدم
شدم بیخود از یاد آن چشم مست ‌‌ که افتادم از پای و رفتم ز دست
ز من ترک ساقی شد اندر شگفت ‌‌ که بی باده چون راه مستی گرفت
بدو گفتم ای مه ز رویت بتاب ‌‌ ز عکس رخت جام چون آفتاب
ز مستان عشقش طرب دور نیست ‌‌ که این می کم از آب انگور نیست
ترا شور مستی ز پیمانه است ‌‌ مرا در سر از عشق خمخانه است
اگر بینی آن گردش چشم مست ‌‌ میت افتد از چشم و ساغر ز دست
تو ای آفت عقل و تاراج هوش ‌‌ اگر بینی آن لعل صهبا فروش
بجامت بجائی میِ تابناک ‌‌ اگر آب خضر است ریزی بخاک
چه بودی که دیدی لب پر فنش ‌‌ همان چشم ترکانه مردافکنش
نجستی دگر بادهٔ خوش گوار ‌‌ نگفتی ز ترکان خنجر گذار +
چه بودی که دیدی رخسار او ‌‌ شدی بلبل مست گلزار او
چه بودی که دیدی به بالای او ‌‌ شدی قمری سرو رعنای او

نه بینی کسی را که شد جلوه گر — نه سودائی سامان نه پروای سر

کسی را که شد زلف او دام دل — نه دل یافت دیگر نه آرام دل

ازو بهر سر صد هزاران هوس — ازو بهر دل و یکجهان ملتمس

زتن گر رود جان نه پیچید او — چنان نیست کز دل رود تیر او

اسیری از جان ندارد دریغ — که آید دریغش بر اندیشه تیغ

شکارش نخسبد ز آسیب بند — بدان تا کمر تنگ بلاند کمند

غمش خوشتر از یکجهان شادی است — اسیریش بهتر ز آزادی است

کوترک کاین گفتها گوش کرد — ز ساقی و مطرب فراموش کرد

بپرسید فرخ برادرش را — ستود آن گرانمایه گوهرش را

چنین گفت کای آسمان در برت — کمر بسته چون من یکی چاکرت

نماند این پر رنج شعله فام — بدل هیچ خصم تو را فکر خام

ببین تا چه میگوید این ساده مرد — که از هستی من بر آورد گرد

زجا شد دل از ناله زار او — بجان شعله زد سوز گفتار او

بهر که دارد بگو دل گرو — که هستی نیرزد به پیشش دو جو

نه آنست این مرد بیدار هش — کز این پیش میبودش شاد و خوش

کجا پای خاطر بسنگ آمدش — که یکسر همه نام ننگ آمدش

تبسم کنان گفت سالار روس — کز او هم حکایت ازو نازبوس

حکایات محبوب پرس از حبیب — فسانهای گل بشنو از عندلیب

گرانمایه آمد به پرسی و گفت — سخنها چو دُر آن گرانمایه سفت

که ای پادشا مرد روشن ضمیر — چرا بینم اندر جوانیت پیر

کمر بسته طرۀ پر خمی — که زینسان بر آشفته و درهمی

مگر چشم مستی نه دست از خواب — که بی خورد و خوابی چو مست خراب

مگر دیده‌ای غنچهٔ خوش سخن — که چون گل ز دی چاک در پیرهن

مرا خواهم از خویش آگه کنی — ز من دست اندیشه کوته کنی

بگویی همه رازهای نهفت — نه هیچی سر از راستیها نگفت

بدو گفتم ای مایهٔ سروری — بگیتی سمر در نکوگوهری

مرا در درون آتشی هست تیز — از این آتش ای شیر بر دل گریز

چگویم ز رازهای پنهان خویش است — که این آتش اندر دل و جان من است

کس از نام آتش نیاید زیان — ولی نام این آتش افتد بجان

زبان خود از گشتن این آتشش — وز این شعله دامان خود باکشش

سری داری آسوده از گیر و دار — دلی فارغ از اندهٔ روزگار

مجو آنچه آسایش از جان برد — چو آید بسر فکر سامان برد

بدل شمع من آتشش تیز کرد — که از شمع افزون شود حرص مرد

دگر باره گفتا که آنچه داری نهفت — بناچار می بایدت باز گفت

که شمع تو اندیشه‌ام بیش کرد — درون مرا جای تشویش کرد

چو دیدم کز این در نخواهد گذشت — پر اندیشه جانم همی خیره گشت

بدو گفتم ای افسر سروران — کز آسیب گیتی پناه دلیران

نه این گوهر از سفتن توان — نه جز راستی با تو گفتن توان

ولی با تو در پرده رانم سخن — که آگه نگردند از آن انجمن

یکی داستان خوانمت باز پیش — نهفته در او یکسر احوال خویش

انکشاف حقیقت حال خویشتن بسبب جدائی محبوب پری تن بباعث ترک وطن و باز آمدن و صحبت اصلی نبودن

یکی بودم از دوستان قدیم ‌‌ ‌ شب و روز با هم انیس و ندیم

شگفته چو گل بر رخ یکدگر ‌ ‌ ‌ ز نیک و بد یکدگر با خبر

خردمند و دانشور و نیک خوی ‌ ‌ ‌ سخن سنج و روشندل و بذله گوی

مرا عیش شیرین ز گفتار او ‌ ‌ ‌ شبم روز روشن ز دیدار او

قضا را سفر کرد سالی چهار ‌ ‌ ‌ جدائیش بر من چنان کرد کار

اثر کرد زهر فراقش بدل ‌ ‌ ‌ زد آتش غم اشتیاقش بدل

سپهرم بدل باز منت نهاد ‌ ‌ ‌ که جانم بدیدار او کرد شاد

چو آمد به پیش آن رفیق کهن ‌ ‌ ‌ نه آن بود کاول شد از پیش من

گلش گشته افسرده سروش خمان ‌ ‌ ‌ شده چهره خیریش را زعفران

رمیده نشاط از دل شاد وی ‌ ‌ ‌ شده نوبهارش بتاراج دی

چو گفتم نه آنی که بودی چرا ‌ ‌ ‌ نه آن همزبانی که بودی چرا

بگفتن چرا ره زدت خامشی ‌ ‌ ‌ بدل شد بمهجوریت هر خوشی

برآشفت و آهی دو بار گفت ‌ ‌ ‌ که نتوان بر هر کس این راز گفت

ولی پاس عهد کهن دارمت ‌ ‌ ‌ بمن آنچه رفته است بشمارمت

بدان ای گرانمایه یار کهن ‌ ‌ ‌ که چون برگزیدم سفر از وطن

دلی فارغ از این و آن داشتم ‌ ‌ ‌ همین آدمیت نشان داشتم

که بایست بگرفتن از شهرها ‌ ‌ ‌ چو حیوان نه آب و علف بهرها

بباید ز هر بوم و بر جست راز ‌ ‌ ‌ ز احوال گیتی نشان جست باز

بدانست هر نوع علمی که هست ‌ ‌ ‌ ز هر صنعتی چه بلند و چه پست

ز مردم کسی را که مشهورتر ‌ ‌ ‌ بزور و زر و ملک مغرورتر

چنین می شدم تا بهر کشوری ‌ ‌ ‌ دل شاد و آسوده از هر دری

بدین خوش که چون ماه کنعان و یار — مرا نیز خوانند خامی سه چار

بصد رمز نشانند در انجمن — سپارند خاطر بگفتار من

که کار آزموده است و گیتی نورد — جهاندیده آگه و سال خورد

شنیدم که هستند جمعی فقیر — بمعنی بزرگ و بصورت حقیر

قرار زمین است از نام شان — مدار سپهر است بر کام شان

همه آگه از راز هر نیک و بد — ز دم شان شود مرده زنده ابد

یکی باشد از اسم اعظم خبیر — یکی واقف از رازهای ضمیر

یکی صاحب کشف و ارشاد و حال — یکی راست قدرت بامر محال

بدل گفتم این قوم خود کیستند — ببایست جستن که بر چیستند

بباید طلب کردن اندر حیات — که خضر از طلب خورد آب حیات

چو دیدم همه حیله و شید بود — که بیننده را دل ز حیلت ربود

چو آن کس که می جست آب حیات — که تا جوید از مرگ راه نجات

یکی گفتش آن چشمهٔ دانش است — اگر طالبی دانش آور بدست

چرا نقش صورت زدت راه هوش — برو آب علم از دل خضر نوش

مرا نیز صورت زره باز برد — بر آن قوم همی دیو زد دستبرد

همه طره و بند و دستار و ریش — همه تجیو و مست لیک از حشیش

بسوی مریدان همه تا پگاه — زده آب و رفته در خانقاه

چو آن مور گیری که از بزم خاک — کند صاف و لغزنده گرد مغاک

که چون مور مسکین در آن ره کند — ز جا لغزد و جای در چه کند

تنیده همه رشته چون عنکبوت — ز بیجا یکی از مگس کرده قوت

همه بندگی جسته از خلق و بس — ولی مایه شان رشته و دلق و بس

یکی را شنیدم که مرد ره است — حقیقت شناس است و کار آگه است
شدم تا خبر یابم از حال او — ببینم کرامات و افعال او
چو دیدم یکی پیر پوسیده دلق بود — که چون خلق نبود نه چون خلق بود
تو گفتی یکی ژرف دریاستی — بطوفان از و موج کم خاستی
فرو رفته در خویش گرداب وار — نه قعرش پدیدار بد نه کنار
گذشته بسی از وجود و عدم — قدم زد فراتر بچندین قدم
خضر پیش لعلش ز شرمندگی — نهان گشته چون چشمهٔ زندگی
بکویش تمنا عنانم کشید — کز این در توان در تمنا رسید
لبم شد ز خاک درش بوسه چین — همه مشک چین کرد در آستین
بگفتم درود و شنفتم جواب — جوابی که برد از دلم صبر و تاب
اشاره بسلام
نشستن بفرمود و اکرام کرد — باهستگی توسنم رام کرد
بپرسید و گفت از کجا آمدی — که در چشم من آشنا آمدی
بگفتم بلی آشنا آمدم — ولی هم تو گو کز کجا آمدم
که من نیستم واقف از راز خویش — ندانم ز آغاز و انجام خویش
بسی گشته ام گرد عمرو و زید — بسی دیده ام عشوهٔ زرق و شید
تمنائی دل جستم از هر دری — ندیدم بجز دام حیلتگری
بخندید چون از تمنا شنید — دل از خنده اش در تمنا رسید
بگفتا بگو تا تمنات چیست — بگفتم که دل را تمنا بسی است
ز هر گون شگفتی که در عالم است — ز اسم خداوند کو اعظم است
که خوانی چو بر کوه جان بخشدش — چه بر مرده خوانی روان بخشدش
دگر هر چه کس را گشایش دهد — بجاه و بدولت فزایش دهد

زورِ دو در چله آنچه حال آورد — برد نقصِ مرد و کمال آورد

بر آشفت دانای سنجیده گوی — که جز من برو دیگری را مجوی

نه برخویش ره درد سر می‌زنی — که من نیستم زاهل تزویر و فن

بآز و هوس هر مرا کار نیست — نیازم بدرگاه و بازار نیست

اگر راه حق جویی ای راه جوی — بجز پاک یزدان مپرس و مجوی

تصرف بکاری مکن زینهار — برو کار خود را بحق واگذار

ز احوال گیتی مشو راز جوی — وگر راز جویی ز خود باز جوی

ازین بیشتر گفتنم روی نیست — که گنجایش بحر در جوی نیست

ازین گفتگو آتشی برفروخت — خیالات خامِ مرا پاک سوخت

بدل هیبتی زان سهم در فتاد — که گفت و شنیدم همه شد ز یاد

بسالی دو خاموش ماندم برش — فزودم بدل مهرِ جانپرورش

ز عشقم بدل آتشی برفروخت — همه خرمن هستی من بسوخت

که عاقل غم دل هویدا نگفت — نه مستی که از جام بیدار خفت

تو بیخویش شو تا بخویشت کشند — ز خود دور شو تا به پیشت کشند

مع القصه بودم چنان تا دو سال — نه از وی جوابی نه از من سؤال

لب خویش بربستم از گفتگوی — بخاموشی از وی شدم رازجوی

ز جام خموشی شدم جرعه نوش — شدم از ره بیهشی با بهوش

چه دید آنچنان یار آزاده ام — غم اندوز و دلدوز دلداده ام

ببزم خودم خواند و اکرام کرد — ز لعل خودم باده در جام کرد

دل از لعل و ساغر بی‌نوش کرد — ز هستی و مستی فراموش کرد

چو بیخود شدم پرده از رخ گشود — رخ خویش بی پرده با من نمود

بدیدم جمالی که از آفتاب / سبق جسته‌ای از زیر چندین نقاب

ز نورش مه و مهر تابان شده / بعکسش جنان یوسفستان شده

بر آن شد که اعضای من از نشاط / ز هم بگسلد رشتهٔ ارتباط

زدم نعره کردم چو در روی نگاه / که هٰذا الّذی کُنتُ اَعبُدُ سِواه

همین است و بس مایهٔ خرمی / همین است و بس جوهر آدمی

همین است ذاتی که او باقی است / جهان را ز مینای جان ساقی است

بر آشفت و گفت ار نه دیوانه‌ای / بیک جرعه مگذار خمخانه‌ای

بیک نغمه صبر از هزاری مکن / بیک گل شکیب از بهاری چمن

گهرهاست این بحر زخار را / ثمرهاست این باغ پربار را

زمینی همان آسمانی مکن / چنین همان نکته دانی مکن

تو را برگ سبزی ز باغی رسید / تو را ز آفتابی چراغی رسید

جز این جلوه معشوق را جلوه‌هاست / کز آن هر یکی نقد جانش بهاست

یکی خوشه از خرمنی باز دان / یکی شاخه از گلشنی باز دان

ز جیحونت چون کوزه پر گشت هان / تو آن کوزه را ژرف جیحون مخوان

لب نانش از قسم درویشین بود / بخوان شهان صد خورش بیش بود

بخویشش آمدم زان سخنهای نغز / خرد را یکی راه دادم بمغز

بدو گفتم این روی چون آفتاب / ز من از چه بد تا کنون در نقاب

دو سال اندرین جستجو با فزون / چنینت ندیدم که دیدم کنون

چو موسی نهان عاشقی خور حبیب / و یا بودی از چشم من در حجیب

بگفتا که مه در حجابم نبود / بجز هستی تو نقابم نبود

کجا پرده وین عارض پرده سوز / کجا ظلمت و این مه شب فروز

حجاب تو هم بود پندار تو — همان خودپرستی و انکار تو

زخود هر قدر چشم پوشی کنی — زجام لبم جرعه نوشی کنی

زتن دل به پرواز تا جان رسد — باندازهٔ خانه مهمان رسد

ازین فکر و وسواس بالا تورا — مهم تر بسی کار باشد تورا

تورا از اسم اعظم چه سوداست بس — روا از اسم سوی مسمی نگر

شکیبد کجا تشنه از نام آب — که آساید از نام نان ناشتاب

رهی رو که آیی بمنزل فراز — نه تو خسته یابی و منزل دراز

برو دل طلب کن ببین دل کجاست — چو دل یافتی اسم اعظم تو راست

چرا گرم چون زاهد باردی — ز دردی که ناید از و واردی

اگر یار خواهی بجویی و بگوی — که از ذکر بر می نگرد سبوی

اگر یار اندر میان آیدت — کجا کار چشم از زبان آیدت

بکن کاخ هستی خود را خراب — مرآن گنج نایاب را خوش بیاب

از آن دم که آن گنج را یافتم — بویرانی خویش بشتافتم

مرا حالت این است ای بینوا — مرا خواهی از مهر با من بساز

میان من و آن گرامی ندیم — چو بود اتحادی ز عهد قدیم

همه قول او راست پنداشتم — هر آنچ او بدل کاشت من کاشتم

ره او گرفتم که راهی خوش است — بهشتست با دوست گر آتش است

تو گفتی که این داستان شگفت — یکی شعله گشت و بن درگرفت

شب و روز من این شعله اندر و است — درین آتش آسودگی مشکل است

تو نیز ای جهان جوی تا بفروجا — خبر از شنگی دیگر از من مخواه

مرا حالت این است ای یار من — ازین بیش من و زنخ و تیمار من

از دو ابجد

بیا ساقی آن خصم هستی بیار — همان دشمن خود پرستی بیار
که کاخ وجودم چو ویران شود — عیان بر من آن گنج پنهان شود

بیان ولولهٔ اشتیاق در راه معشوق یگانهٔ آفاق و قربان کردن دل و جان بر حسب رضای آن حق‌لقا یکتای زمان و آفاق

بیا جان کن ای دوست قربان دوست — که جانی ز تو بخشدت جان دوست
نه جانست آن کش غرور و منی ست — نهان آتشی اندر آب منی ست
مدان آدمش هر که او سرکش است — که دیو است کش زندگی ز آتش است
نپندارم ار نی بجانان بری — که گر آب حیوان خوری جان بری
از آن آب حیوان بود نام او — که حیوان بود زنده ز جام او
گذر ز آب و آتش کن از زندگی — نه ز آتش نه از آب کن زندگی
بشو ناتوان تا توانیت هست — بجانان ببخشان چو جانیت هست
ازین به ندانم چه سود آوری — که فانی فشانی و باقی بری
دگر روز کز این رواق کبود — عیان گشت خور همچو آتش ز دود
ز تیغی که خط شعاعی کشید — سر گوسپندان انجم برید
چو از ماه قربان و هم روز بود — فلک نیز دستی بقربان گشود
برسم خلیل آن نکو ارجمند — بفرمود کشتن بسی گوسفند
چو روز نبردش در آن پهن دشت — بهر گوشه از کشته صد پشته گشت
ز خون جانور بس که شد سر روان — بهر جا یکی رود خون شد روان
چو فارغ شد از کار خون ریختن — هم از پای جان رشته بگسیختن
سحرگه درون در شد و برنشست — پی پوزش سر سربلندانش پست
بر گفت دانشور راز جوی — که دانشورا بشنو و باز گوی

بگو چون خلیل آن سرافراز مرد ... نجون پسر دهت را باز کرد
چه سود المغز اندرش خست راه ... که بد چاره آتش گشتن بیگناه
چرا شد دگرگون و خنجر بهشت ... چه بود آن فدا کامدش از بهشت
گراو خود نه این پرده در ساز داشت ... چرا دیگران را بر آن باز داشت
یکی پای بگشاده هر سو شود ... کسی را که پای نیست ره چون رود
یکی راه تازد براه فراخ ... نه بر لاشه وانگاه بر سنگلاخ
ز مینای می دیگری گشته مست ... مرا از چه باید برافشاند دست
سماع این کند آن برآرد نفیر ... شراب آن خورد این کند دار و گیر
یکی کدخدا دید و شد سوی ده ... مرا کاشنا نیستم خانه به
صفا دید آن تا صفا شد برقص ... مرا بی صفا رقص باشد ز نقص
چو بوسد سیه سنگ نیست باک ... چو بیند درا و نور یزدان پاک
مرا چون ندادا آنچنان دیده دست ... اگر سنگ بوسم شوم بت پرست
اگر زاب زمزم شوم دور به ... مرا کاب شیرینم از شور به
چه دانی در این راه بامن بگوی ... خلاف ره رهت گوئی مپوی
بدو گفتم ای سرور هوشمند ... مبادت گزند از سپهر بلند
همه کام دل جوز دور سپهر ... بکام دلت گردش ماه و مهر
سخنهای نغز منت یاد باد ... جز این دربکوشت همه باد باد
چه پرسی چه بود آن خیال خلیل ... بدیج گران مایه پور جلیل
چه آمد به پروانه سوخته ... که ز دخولش شمع افروخته
بدان ای گرانمایه کان نور پاک ... که شد مظهرش از سمک تا سماک (از زمین تا آسمان)
همه هستی از خود برآوازه کرد ... بهر صورتی جلوهٔ تازه کرد

چه عاشق چه عجز و نیازش همه | چه معشوق و چین غنج و نازش همه

چه عقل و چه آن خانمان سازیش | چه عشق و چه آن خانه پردازیش

چه دین و چه آن چهر جان پرورش | چه کفر و چه آن زلف غارتگرش

چه ناز و چه آن کبر و خودبینیش | چه خاک و چه آن عجز و مسکینیش

چه شیخ و چه آن خشکیش در دماغ | چه رند و چه آن باده اش در ایاغ

چه زشت و چه نیکو چه پست و بلند | بود جلوه گاه بت خودپسند

ولی زاختلافات این رنگ و بوست | که این زشت زشت است و نیکو نکوست

چو از دیده راست بین بنگری | ز خوبی و زشتیش بینی بری

چو از ما حقیقت بغیب اندر است | بگویم کان دیگر آن دیگر است

از آنست کاین اختلافات خاست | یکی آینه دان دیگری لات خواست

دلی را که یزدان گشایش دهد | ز هر آزمایش فزایش دهد

گه او را کند فتنه بر زلف و خال | بجاهش گهی ره زند که ببال

گه از کفر گردد بر و جلوه گر | که کفرش همه دین شود سربسر

گهش رخ نماید ز سیمای دین | که کفرش شود خبر تولای دین

گه از تیرگی گه ز تابندگی | گه از بادشاهی گه از بندگی

ز هر سو بر و آشکارا شود | چو بسیار بیند شناسا شود

چو گشت آشنا هر کجا بیندش | گر از خار باشد چو گل چیندش

ز هر جا بر آرد سر آن نازنین | چه از کفر بشناسدش چه ز دین

شناسای می می نه پردازد او | نظر فش که شیشه است و یا کدو

چو بر ظرف بیند نداند یقین | که باده است یا سرکه یا انگبین

چو از چشم معنی ندارد نظر | نیارد ز صورت نمودن گذر

اگرتش می دهی ناپسند آیدش نخورده ست می زشخند آیدش
کسی را که کور آید از مادرش ز بینا نیاید سخن باورش
وگر نیز باور کند دیده نیست شنیده بسا ست زانروی کش دیده نیست
خلیل خدا نیز چهر پسر بدل یافت چون بینیش اندر بصر
ولیکن بداورش انباز یافت کش از پاک داور همتا نیافت
بگفتا بیک دل نگنجد دو مهر بر آن شد که بُرد سر خوب چهر
چو آورد با خود بقربان گهش خدا کرد از هر کار آگهش
به چشمش یکی سرمه اندر کشید که انباز را عین دمساز دید
چو نیکو نظر کرد یک نور بود که گه یار او بود و گه پور بود
بمالید چون چشم بار دگر رخ یار خود دید از هر بشر
نه از هر بشر بلکه آن آفتاب به کلی ز هر ذره بودی بتاب
همی گفت و افگند بر نده تیغ که با دوست گستاخ بودم دریغ
از ان پیش میدیدمش غیر دوست روا بود اگر میدریدمش پوست
کنون دوست را پوست چون بردرم که گر بردرم دوست را منکرم
چو ایزد بدو وحی این در گشاد بگفتا نشانیش باید بنهاد
که هر کو به بنید نشان مرا به نیکی زند داستان مرا
درین بد که جبریل گفتش بلند که هان ای خلیل الله این گوسپند
بیاوردم او را ز باغ بهشت که بهر فدا ایزد آن را سرشت
بهشت است گیتی نظر کن درست بهشتی کسی آن که حق را بجست
بهشت است جائی که آنجاست یار بهشتی کسی کایدش در کنار
همان را که باورد دوری رضاست که مینو بود دوزخ جانگزاست

خلیل آن فدا را فدا کرد زود — چو بر وی در آشنائی گشود

دگر هر کجا یافت کام و مراد — باگاهی ما نشانی نهاد

بهر جا که ره یافتند انبیا — نشانها نهادند از بهر ما

که ما چون بتقلید در ره شویم — مبادا در آن راه گمره شویم

بدان ای گران مایهٔ بی نظیر — کز این راه رفتن بود ناگزیر

چو ناچارمان باید این راه رفت — خنک آنکه با یار آگاه رفت

ولی شکر کز فیض احمد کنون — در این ره توان رفت بی رهنمون

که از پس نشانها در این ره نهاد — شده جادهٔ روشن بار شاد

نشانهای ره پیروان وی اند — که هست از پی جاودان وی اند

نگویند از آنچه نشنیده اند — که بر ره خویش همه دیده اند

چو گفتی بتقلید چون ره روم — بنادیده بر دیده چون بگروم

چو با کدخدا نیستم آشنا — چرا بایدم رفت تا روستا

دلت گر نه با کدخدا آشناست — با آن آشنا شو که با کدخداست

که تقلید باشد ز نابخردی — اگر هست تقلید همچون خودی

ز گم گشته گم گشته کی راه جست — ره ار جست از مرد آگاه جست

تو دامان دانا نگهدار سخت — که نادان بنا شد کم از شوربخت

چو تقلید دانا بنا شد نخست — بجو در هیچکس فضل و دانش نخست

کسانی که دانش بیندوختند — بتقلید هر پیشه آموختند

بیان شاهی وی اقتدار و محبت داشتن او با تجار ره گذار و خاطرداری نمودن آنها باعزاز بی شمار

بهر شهر شد کاروانی حشر — سوی دار ملک شهی دادگر

ز هند و فرنگ و ز سقلاب و چین | ز روم و ز روس و ز ایران زمین
فراهم شده کاروانی شگرف | بجنبش بمانند دریای ژرف
در آن شاه را بود ملکی عظیم | ولی دادگر داشت طبعی کریم
فلک همچو گوی بچوگان او | مه و مهر قرصی دو بر خوان او
بدش مطبخ و مطبخی بحساب | یکی زانهمه چرخ بد آفتاب
شدی هر زمان کاروانی شگرف | بملکش چو سیلی بدریای ژرف
همه یافتندی ز شاه آب جاه | مشرف شدندی بدیدار شاه
شگفت اینکه در ملک آن کامران | شدی هر دم از صد چنین کاروان
نه جا تنگ میشد بمهمان او | نه میکاشت مهمان او خوان او
بملکش هر آنکس که آمد فرود | از آنجا دل باز گشتش نبود
کشیدی ار هیچ رنج ار ولی | همان بد که در راه یا منزلی
که بد راه تا کشور آن خدیو | بسی صعب و هر گام صد غول و دیو
بشبگیر آن کاروان با شتاب | همی راند بر بوی آن آفتاب
دران کاروان بود دانا کسی | سفر کرده و دیده سختی بسی
جوانمرد و با دانش و بخردی | ز چهرش عیان فرهٔ ایزدی
بهر کس که بودی در آن کاروان | بدی همچو مادر پدر مهربان
بهر صعب کاری که افتادمی | بهر یک جداگانه دل دادمی
بگفتی من این راه بس دیده ام | بد و نیک او نیک سنجیده ام
بسی دیو و دد را که کردم زبون | درین راه کابد از بوی خون
وزین ره گر آید ز من بشنوید | بقول من از جان و دل بگروید
همه بر شما مهربانی کنم | شب و روزتان پاسبانی کنم

نیاید بره پشتیبان هیچ بد — نه از غول و رهزن نه از دام و دد

پی رهزن و دیو دانم همی — براهی که آنان ندانم همی

همیگفت و آن کاروان از فسوس — بهم گفت هر یک رهی چاپلوس

نشد قانع از ما بیک شام و چاشت — لوای بزرگی بما بر فراشت

تمسخر فزودندش از گمرهی — که ابله شمردندش از ابلهی

یکی گفت تا شهر چندست راه — یکی گفت چونست آیین شاه

یکی گفتی از شه بما باز گوی — در ایوان چه با شه شدی بارجوی

یکی گفت آیین این شاه چیست — بر شاه از محرمان گویی کیست

یکی گفت اگر دیو آید براه — از و باز خواه این تن بیگناه

چو از حد فزودند این ریشخند — بر ایشان بغرید و اندر زد بند

بدیشان پس آنگاه گفت آشکار — که هستم فرستادهٔ شهریار

مرا شه فرستاده در کاروان — که آساید از من دل این و آن

کس ار گم شود رهنما باشمش — غریب ار بود آشنا باشمش

فرستادهٔ شاهم اندر شما — برم تا شما را بمهمان سرا

دگر باره گفتند کاین ریش بین — دم و سبلت مرد درویش بین

شهی کو جهان تا جهان ملک اوست — چنین بندهٔ از چه در سلک اوست

پیاده فرستد یکی را روان — که زد با سواران چابک عنان

فرستادهٔ شه چه باشد چنین — ز مهمانی شاهمان صد چنین

تنی چند از کاروان در پیش — شدند و چشیدند ذوق نیش

نه زادی که با خویشتن داشتند — در آن نیز محرم نگهداشتند

بدو باز گشتند اندر طریق — که بهتر ز توشه ست در ره رفیق

چنین تا بیامد شبی تیره فام / از و تیرگی برده زنگی بوام

شبی تار مشک ختن داشته / لباس از دل اهرمن داشته

بسی خورده خورشید تیمار او / سیاهی نه شسته ز رخسار او

ز انگشت و زنگی بسی تیره تر / مگر زنگی بود و انگشت گر

زگال

نه مه قرص مهر ار شدی آشکار / بدی در نظر تابه دوده وار

رهی صعب پیش آمد و پر نهیو / هزاران بهر گام او دام و دیو

در او بانگ دیوان و غولان همه / ز دیوان گروه و ز غولان رمه

زده راه غول غریوان او / سپرده بچنگال دیوان او

همه بر کس از سایه گستر شدی / همه گام او کاسهٔ سر بدی

بر آمان کس گر زدی خار چنگ / گرفتی که بسیار وحشی پلنگ

بدی مار و کژدم فزون ز آتشش / دم مار یار و دم کژدمش

شده موش دشتیش یار پلنگ / که میر و بهر جا که در و بچنگ

در آن سخت راه و در آن تیره شب / همه کاروان پر هراس و کرب

جز آن پاکدل پیر روشن روان / که با ابله شمر ندیش کاروان

بهمپوی آن ره چنان بی خطر / که گفتی به بیهوده صدره بکر

هم آنان که رفتند پیشش بر قدم / نه تن شان سته شده نه جانشان دژم

نه پروای دیو و نه بیم پلنگ / نهاری بپا و نه پای بسنگ

یکی کوه پیش آمد اندر گذار / چو شرع پیمبر بجای استوار

سر از برف چون فرق پیران سپید / دل از چشمه روشن بمانند شید

بدان کاروان گفت آن اوستاد / براین کوه باید شدن بیگمان

که این شاهراه از دوان ایمن است / نه غول است در وی نه اهرمن است

بیک روزه بایست رفتن بکوه | رسیدن بملک شه باشکوه

بتسخیر فرمود اندیشه کاروان | کرنج لک ای رهرو کاروان

رهی پیش داریم امن و فراخ | چرا رفت باید بر این دیولاخ

تو گر میروی راه خود گیر و رو | که ما را نباید چنین پیش رو

دگر ره برافروز و بر پند شان | ازان پند شد سخت تر بنشان

اثر دارد اندرز در جان پاک | نروید گیاه تر از شوره خاک

جدا گشت از ایشان و بر شد بکوه | ابا او تنی چند از آن گروه

که بوی ز ریحانه اش یافتند | بدنبال آن بوی بشتافتند

ز من بشنو این پند دلکش بجان | مشو با نکوخواه خود بدگمان

که گر بدگمانی شود رهزنت | نه او بدگمانی شود دشمنت

وگرنه معاذ الله از بخردی | همه جز نکوئی کند یا بدی

ولیکن بدی زهر نوشیدنست | نه خویش در ابر پوشیدنست

چو آن راه دان شد ببالای کوه | پس پشت او رفت یکسر گروه

همه کوه دیدند پر چشمه سار | گل و سنبل و لاله و مرغزار

هم از دیو ایمن هم از راهزن | رهی پاک و بی سنگلاخ و شکن

دو فرسنگ دیگر چو بشتافتند | سحر کشور شاه را یافتند

چو روز از شب تیره آمد برون | همه دیده بستند بر رهنمون

چو دیدند شاهی به پشمینه | بویرانه بود او گنجینه

پذیره رسیدند جمعی به پیش | دل آسا و فرخ رخ و خوبکیش

به بردندشان تا بدربار شاه | نخست اول شد از راهبر عذرخواه

پس آنگاه مر دیگران را نواخت | که جانشان مرآن رهنما را شناخت

دران ایمن آباد شان جای داد — می و ساقی و محفل آرای داد
نراندند بر هیچ کامی زبان — که ناگفته نادر شان میزبان
وشاقان مه رو بخدمت گری — کنیزان گل چهره در دلبری
وزانرو همه روز برگشتگان — دران وادی از جهل سرگشتگان
بتیه ضلالت فرو ماندند — همه آیت یاس برخواندند
زخود سیر وا زجان ملول آمدند — همه طعمهٔ دیو و غول آمدند
سزای چنان قوم نابختیار — که اندر زروانا نه بند و بکار
بتقلید اگر یک دو گامی روی — به از خودسری تا بدامی روی
کس از خود رود در ره صعبناک — که او بر تن خویش جوید هلاک
بگلگشت نتوان شدن بی رفیق — چه جای رهی سخت و بحری عمیق
چو کودک نشین چند روزی خموش — حدیث از لب پیر دیرین نیوش
بیاموز اول پس آنگه بگوی — زخود راه نارفته هرگز مپوی
من اول بخود در ره پیشان — نرفتم که بردندم آنجا کشان
کجا گر بخود راه بسپردمی — سر از کوی مستان بر آوردمی
بیا ساقی آن داروی بیهشی — که اصل سرور است و عین خوشی
بده تا شوم از پی بیهشان — ازین ناخوشان رو کنم با خوشان

بیان باغ و بهار و چشمه‌ها که روان بودند بر کوهسار و آمدن بازرگان بمشقت بسیار و خوش شدن از دیدار شاه سخاشعار

بیا مطربا راه عشاق زن — وزاین پرده آتش در آفاق زن
رهی زن که جانها علامت شود — رهی زن که دلها ملامت شود
رهی زن که عشق مرا نو کند — دل تیره را جای پرتو کند

که بی عشق هر شادمانی غم است غم عاشقی شادی عالم است
نه بینیم یکبستی ولی شادمان خر آنکس که عشقش نه داتش بجان
بگوییم ورین عالم ازاد کیست کسی کز غم عشق آزاد نیست
کس از بندهٔ عشق شد بادشاست که بی عشق اگر شاه باشد گداست
بشیرین لبی خویش رانده گیر بده خسروی یک شکرخنده گیر
دگر روز کاین شاهباز سفید جهان زابر زیر اندر کشید
شکرخند شیرین چو شد اشکار عیان شد رخ خسرو از کوهسار
چو سروی که دور افتد از نارون بشد شیر دل از بر پیلتن
بدشتی نگاد رهی راندند که شیرین و خسرو و را خواندند
یکی دشت چون مرغزار بهشت ولی خاکش از عشق زران سرشت
زبس لاله وگل وروبر دمید تو گفتی که شیرین بخسرو رسید
هوایش بغایت خوش وسازگار خزانش لبی خوشتر از نوبهار
ز سیر چشمه اش آب صافی روان دلم گفت چون چشم عشاق خونان
بدو گفتم این هست زانصاف دور کجا سرو و شیرین کجا گرم و شور
همه آب آن چشمه بر گل روان چو چشمان من ور غم نیکوان
ولیک این خطا نیست نیز آشکار کجا چشم عاشق کجا روی یار
بهار و بهشت است گفتی نه دشت بهار و نه عشقش بجان بنده گشت
چو شب گشت رودی بیامد به پیش شبی روزی آورد همراه خویش
از و عکس مه خوش نمایان شده کف خضر در آب حیوان شده
شب ماه و رودی چو جیحون روان که موجش دو صد ماه کردی عیان
ز صافی بمانند سیماب بود بطعم آب حیوان و زان آب بود

دران سبزه زار انگه جام خواست — ز ساقی با یین جم جام خواست
بهشتی خرامید کوثر بدست — چو گل بر لب آب حیوان نشست
یکی جرعه افشاند ساقی برو — به آب خضر داد کوثر درود
تو می بین که یک قطره او زکات — به جیحون رسید و شد آب حیات
چو آن خضر لب آب حیوان نشست — مرا گفت سرسبز بادی بخت
که هر بزم ما از تو شد چون بهار — تو چون ابر هی و بزم ما سبزه زار
کنون بزم شیرین و خسرو رسید — تورا نوبت گفته نو رسید +
بخوان دفتری از حکایات عشق — اشارات عشق و کنایات عشق
بگو گر چه نیرنگ شیرین تهی — بزد راه دارای جم شوکتی
بگو چون شود شیر رام کسی — کجا شاه گردد غلام کسی
ندیدم غزالی که تا زد بشیر — پلنگی که بر باز گردد دلیر
زنی زابروان چون شود تیر زن — زند با جوانان شمشیر زن
یکی راندیدم ز مشکین کمند — سر شیر مردان در آرد به بند
ز گل دیده رنگ و ز زرد سمن — زپا سرو خسم کرده از نارون
ز مژگان خدنگ ز ابرو کمان — توان شد به نخچیر شیر دمان
چه نیرنگ زد نرگسی پرفسون — که بالای سرو جهان شد نگون
چه در پرده زد مرغکی خوش نوا — که عنقا بدام آمدش از هوا
همه دانم از عشق و نیرنگ اوست — که جوشش دل از دلکش آهنگ اوست
ولیک از تو جویم روایات عشق — که شیرین سرائی حکایات عشق
بگفت این و افروخت جام از شراب — همه لب پیرایه از آفتاب
بگو این اتشین آب تر کن لبی — بافسانه عشق سر کن شبی

ز شیرین و خسرو سخن ساز کن — سخن در خور منزل آغاز کن
چو از دست جام شرابم رسید — از آن آسمان آفتابم رسید
کشیدم بروی وی آن جام می — که در دل چه وا گفتم کام وی
الا تا نیاری براین بر شگفت — نکوئی که دین داد و ساغر گرفت
ز لطفی که با جان درویش کرد — مرا مهر او مست و بیخویش کرد
نه بینی یکی را که شیرین لبی — به ساغر می وصل ریزد شبی
چو خواهد بحیر قصه از وی کند — از آن ذوق تعبیر بر می کند
من از لطف آن سرور بی نظیر — بمی خوانده ام خورده بر من مگیر
کز الطاف او رفته بودم ز دست — اگر هوشیاری مکن عیب مست
مع القصه مستی چو بالا گرفت — خرد مست شد راه صحرا گرفت
چو آب خضر خوردم از ساغرش — عوض دادم از چشمه گوهرش
بدو گفتم ای سرور انجمن — ز شیرین و خسرو چه جوئی سخن
چرا از هوس جوئی اسرار عشق — نیاید ز هر بلهوس کار عشق
هوس می نجوید جز آمیختن — جو آمیختن نیست بگسیختن
ولی عشق چون در دلی راه جست — ز هر آرزو بایدش دست شست
ز جور و ستم دارد ار جان دهد — که نزلی نه در خورد مهمان دهد
بدل تیغش آرد ولی ز دوست — که از دوستی دشمن آرزوست
ندارد غم بود و نابود خویش — که باور خود دیده بهبود خویش
جهان گر بهم بر خورد سر بسر — نه از خود بود نه ز جهان با خبر
بامید زهر بت تلخ گوی — به پروانه از آب حیوان سبوی
غمی را بصد شادمانی خرد — دهد جان و دلدار جانی خرد

ننوشند مَی کو طرب زایدش / مگر بر غم و درد افزایدش
همه عشق بر خویشتن بسته اند / جز آنان که از خویشتن رسته اند
همه تیز بالان بر کنده پر / همه سر بلندان افگنده سر
کشیده ز کار جهان دستشان / که کاری مهم تر فتاد دستشان
بزانو سر و دل بپهلوی دوست / سر زانو آئینهٔ روی دوست
دل از غیر دلدار پرداخته / که تا جای جانان بجان ساخته
بدلدار نزدیک و از خویش دور / ز خود غایب اما بدو در حضور
نشینند بی پرده پهلوی دوست / که خود پرده بودند بر روی دوست
بشیرینی از دوست تلخی چشند / که با هر چه از دوست آید خوشند
بکوی حبیب از گدائی کنند / از آن به که بی دوست شاهی کنند
ز درد آنچنانشان نه بی شکرند / که شان داروی او قند سودمند
که مستسقی از آب شیرین گوار / شکیبد نه اینان ز شمشیر یار
چنان نشکفد از گل گلستان / که از خار در راه بت دلستان
بکام دل دوست پرداخته / بناکامی خویشتن ساخته
هوس پیشه خسرو که خودکام بود / از او لاجرم عشق بدنام بود
همه در پی کام خود می شتافت / که تلخی ز شیرین لبی بر نتافت
مر آنک باشد که نامش برم / همان به که از نام او بگذرم
که عشق از نفس است نادرخور است / همان عاشق نقش چون بنگر است
تو بر صورت از عشقبازی کنی / نه پندارمت سرفرازی کنی
که صورت بهر دم دگرگون بود / کجا قابل عشق بیچون بود
بصورت که ناپایدار است و پست / کجا عشق باقی شود زیر دست

سوی عشق باقی کسی برد راه که از حسن جاوید بودش نگاه
که فانی بجاوید چون بگرود بنا جنس ناجنس چون ره رود
وگر آنکه این نقش موزون ترا براقی ست کارد بگردون ترا
اگر شه کند میل دیدار تو فرستد یکی را طلب کار تو
که شوق لقای تو باشد مرا بزودی بدربار شاهی درآ
وشاقی برخ گل به بر یاسمین که باشد فرستادهٔ شه چنین
تو گر دیده بندی برخسار او ببندد دل شوی محو دیدار او
کجا شاد بینی و دربار شاد کجا بینی آن لعل دربار شاه
ازان ماه پیکر بت سیمتن همان سود بینی که از بت شمن
چو خسرو که چون کام جست و نیافت ز شیرین به بازار شکر شتافت
درار بار بستی برخ شکرش کشیدی هوس تا در دیگرش
چنین است آیین اهل هوس ز خود ننگ دارند از پی هیچکس
بهر جا که کام و مرادی بود دل فارغ و جان شادی بود
بهر جا که عیش و سرودی بود می و شاهد و بانگ رودی بود
بشادی نشینند و رانند کام ازین پیش عیبی است از ایشان کلام
ولی کار عشاق ازان برتر است کز ایشان بباید نشانی بدست
بجویند چندانکه پیدا کنند بگویند چندانکه دروا کنند
اگر در برخ باز گشتی دشان بر آن در بمیرند و این بود شان
حدیثی ز اهل وفا گوش کن ز شیرین و خسرو فراموش کن

صفت شهزادهٔ زیبا و آمدن او مدام بر کنار دریا و عاشق شدن او بر جوان عنا

شنیدم که در کشور هندوان بعهد کهن بود سروی جوان

بتی دلربا لعبتی دلفریب — بلای قرار و عدوی شکیب

ز سر تا بپا باغی آراسته — شگفته در او آنچه دل خواسته

گلش مشک سا سنبلش گلفروش — مهی شام پرور شبی صبح پوش

بقامت صنوبر بچهر آفتاب — دو هندو بنیاد و جادو بخواب

بهشتی ز رخسار تابان شده — ولی کوثرش آب حیوان شده

دو ابروش بر آتشش چو دو انگلی — لب از گندمین خال چون چه زنی

دو لب چون دو جادوی بابل فریب — لبی زهره در چاهشان غوطه‌زن

خرامی برفتار کبک دری — همه دلفریبی همه دلبری

سیه نرگس از مستی خراب — دو آهو بچنگال شیران بخواب

بگردن دو گیسویش از مشک ناب — کمند افگن گردن آفتاب

بدرش که خورشید از و خیره بود — هلالی دو پیوسته لیکن تیره بود

تنی کرد روئش دو مشکین رسن — ز زنار موبایش صد برهمن

برش چشمه بود بلور فام — در آن چشمه مشکین دلش چون رخام

میانش چو مولی بدانا شگفت — که باری چو کوه سرین بر گرفت

نگارین کفش چون بساغر شراب — عیان کرده بین ماه نور آفتاب

فتاده بپا گیسوی پر خمش — که پامال سازد دل عالمش

مگر گشته دیوانه روی خویش — که زنجیر خود کرده گیسوی خویش

بآئین خود هر صباح آن پری — بگلگشت آمدی در ستایش گری

سر و تن بشستی بر آن زر و دو — ستایش نمودی و گفتی درود

چو پرداخته کردی دل از کار خویش — بمنزل شدی با پرستار خویش

بدیدش جوانی و شد صید او — ز خود رفت و افتاد در قید او

بشد تا نظر باز گیرد ز وی / دلش رفت و خاطر فتادش ز پی
بدل گفت خود را شکیبا کنم / دلش گفت آهنگ صحرا کنم
نظر خواستی بستن از پیش تیر / چو بستی نظر دیدیش در ضمیر
چو در خواب رفتی جمالش ببر / چو بیدار گشتی خیالش بسر
ببر سینه در جست و غافل ازین / که جوشن حریرست و تیر آهنین
ازان شد که چون بی قراری کند / شکیبش بغم پرده داری کند
خرد با جنون خواستی جنگها / بیک حمله بگریخت فرسنگها
نبودش ولی گر زغمش بر کند / بجز عشق او رای دیگر زند
لگدکوب عشقش چنان کرد پست / که شد خاک و بر رهگذارش نشست
بهر صبح کز خانه آن ماه سنگ / بپوزش برون آمدی سوی گنگ
بهمره پرستنده و دایه اش / فتاده بدنبال چون سایه اش
جوان نیز افتادی اندر پیش / شدی عیش خرم بروی ویش
چو حربا که دل بسته بر مهر هور / ازو کام دل جستی اما ز دور
زبس گرم کز سوز دل آه کرد / صنم را ز سوز دل آگاه کرد
زبس شد پیاپی ز هر سو نگاه / نهان در دل هم نمودند راه
از افسونگه گرم غارتگری / وز این سو ارادت بفرمانبری
زسوز دل و چشم خونبار او / رقیبان شدند آگه از کار او
بخویشانش این قصه برداشتند / همه تخم کین و دغل کاشتند
پدر مادرش یافتند آگهی / پریشان شدند از مه خرگهی
پراندیشه گشتند از کار دخت / بدل هر یکی دیگ سودا بپخت
بیاران نشستند پس انجمن / که چون باز دارند جان را ز تن

بگل راه بلبل ببندند چون | یکی داستان دبر این رهنمون
که در کیش ما نیست خون ریختن | نه با کس بخصمی درآویختن
من این مشکل آسان نمایم همی | خود این عقده را واکشایم همی
ولی باید این فتنهٔ روزگار | نیاید سوی گنگ روزی سه چار
جوان چون نبیند مه خویش را | فزاید بدل رنج و تشویش را
ز هر کس ازو باز جوید همی | نشانی ز دمساز جوید همی
منش گویم آن گوهر دیریاب | فرو شد چو خورشید تابان در آب
بگنگ آمد آن آفتاب جهان | ولی اندرو غرق شد ناگهان
همه یاورانش ز غم خسته اند | بسوگ و باندوه بنشسته اند
چو این بشنود عاشق مستمند | بر او بر بسوزد دلش روز چند
چو نومید گردد ز دلدار خویش | سر خویشتن گیرد و کار خویش
چنین کرد و با آنجوان ار گفت | حدیث پریشان بد و باز گفت
شنید این سخن عاشق دردناک | نهاد از غم و دست دل بر هلاک
ز پایی آمد و رفت هوشش ز سر | چو آمد بخود گفت با حیله گر
که آن سرو بالا بت ماه رو | کجا شد در این ژرف دریا فرو
بیا گفت کانجا نشانت دهم | نشان زان بت دلستانت دهم
نمودش بانگشت جای عمیق | که آنجا شد آن ماه پیکر غریق
جوان زد ز دل ناله دردناک | در آب اندر افگند خود را ز خاک
بدل آتشی بودش از سوز و درد | ز آب آتش خویش را چاره کرد
سر کشتش جهانی بسیلاب داد | مکافات آن خویش بر آب داد
شد آن حیله گر تا بیاران خویش | بیان کرد تاثیر دستان خویش

پریشان شد آن جمع زین ماجرا ... که بر وی شد این ظلم از ما چرا

چو این قصه گفتند با شنگ ماه ... جهان شد بچشمش چو چشمش سیاه

بجای شد آن لعبت نازنین ... که عاشق ببیناد حالی چنین

ازان غصه افتاد در پیچ پیچ ... بخود برد و بیرون نیاورد هیچ

نهان عذر جست اندر آن حبیب ... که ای یار حسرت کش بی نصیب

زهی داده جان از غم روی من ... ندیده بجز اندوه در کوی من

ز چشمت و جادوی من برده خواب ... بجانت دهند و من داده تاب

با جز ز افسوس بهشتی وصل ... بپایت فرو رفت خار اجل

رها با تو این حق گذاری نبود ... گزیری در خور راستگاری نبود

ز من هر چه داری شکایت رواست ... ولی من نگردم محبت کواست

کنون هم بدین کیفر استاده ام ... بنا بود خود چون تو آماده ام

ز جام تو کام مرا صبر باد ... مرا شهد و بدخواه را زهر باد

سحرگاه کز چشمه خاوران ... شد از نور خور گنگ و دریا چو کان

فلک شد و آسا در آن شرق و دود ... ز پیکر بشست آن سیاهی که بود

پری پیکر از خواب نوشین بجست ... چگویم کجا خواب و آن چشم مست

ز شب تا سحر چشم بیدار داشت ... که در دل غم فرقت یار داشت

تن جامه دلبری راست کرد ... ز زیور بنجویش انچه میخواست کرد

بسی بر داز عود و صندل بکار ... روان شد بکشتی چو خرم بهار

بهمراه او رفت یاران همه ... دل آسوده از تنگ و از ره همه

رسیدند چون بر لب گنگ رود ... بسر و تن لشستند بهر درود

گشاده رخ آن لعبت دلفریب ... ز غم ریشان بسر سید حال نهیب

که آنرا ندانم که سود اوفتاد + / کجا اندرین ژرف دریا فتاد
اشارت بشه کرد آن حیله گر / که اینجا فرو رفت شوریده سر
پری پیکر از غصه بیتاب شد / ز تاب آتشی گشته در آب شد
ز دریا در آمد درخشان گهر / بدریا فرو رفت بار دگر
بسی هر کسی کرد هر جا شنا / ولی شد بر آشنا آشنا +
ازین بوالعجب تر در آفاق چیست / که معشوق در لبس عشاق زیست
زنان بین ز مردان سبق جسته اند / ازین کار مردان ورق شسته اند
بلی عشق پاک این اثرها کند / خبر نیها که گفتم دگرها کند
جوی بیم جان نیست عشاق را / ز مردان زیان نیست مشتاق را
مخوان عاشق آنرا که باشد جز این / که فرق است از دست تا آستین
تو شیرین و خسرو بعاشق مگیر / نه شیرست کان نقش شد بر حریر
یکی از شکر خاطر شاد جست / یکی کام شیرین ز فرهاد جست
تو این خودپسندان نابردبار / نه عاشق که از هیچ کمتر شمار
بده ساقی آن زور بازوی عشق / که طبعش ز گرمی است چون خوی عشق
مگر شعله در خودپسندی زنم / بمسکینی و دردمندی زنم

بیان بی‌عکسی جهان و ناپایانی آن و گذرانیدن خرمی و غمی و خوشی و ناخوشی هر یک توانا و ناتوان + + +

جهان گاه شادی و گاهی غم است / همه غم همه شادمانی کم است
که آرد نوزندی و گه خرمی / کند گاه زخمی و گه مرهمی
بیک سینه اندوه بیک دل سرور / بیک خانه ماتم بیک خانه سور
یکی شب فروزد ز جام شراب / یکی تیره بیند بروز آفتاب

ز اندوه نه شادیست در دست کس
غم و شادی آید ز یزدان و بس

یکی رنج نابرده بر گنج زد
یکی گنج بنهاد و هم رنج زد

همه هرچه پیش آمد از خوب و زشت
بدانگونه آید که شد سرنوشت

درین انجمن خامه لرزان بود
سخن هرچه آرد پریشان بود

نه آن داستانست این انجمن
که خواننده را دل نسوزد ز بن

که این قصه را خواند و زاری نکرد
چو ابر بهار اشکباری نکرد

که با این سخن خاطری شاد داشت
وگر چه دل از سنگ و پولاد داشت

که این قصه خواند که باور کند
که نادیده تصدیق محشر کند

یکی داستان دارم از رستخیز
بدل کارگرتر ز شمشیر تیز

ز شیراز آن رشک گلگشت حور
بساط نشاط و سرای سرور

چه شیراز آنخاک مینو سرشت
ز مایه خزانش بهار بهشت

چه شیراز آنخاک رامش فزا
همه جای شادی و عیش و نوا

چه شیراز باغی همیشه بهار
هوایش ز خلد برین یادگار

نسیمی کز آن روح پرور دمد
تن مرده را روح دیگر دمد

گر از لای جویش کفی نفشری
روان بینی از دست خود کوثری

هزاران قصور اندر وی قصور
چه قصر جنان جای غلمان و حور

همی باسمان کنگره افراشتی
که با آسمان همسری داشتی

ز خویش آسمان را ندیدی فزون
بغیر از نکوئی و شد سرنگون

چه پرسی چگویم که این حال چیست
سی و نه فزون از هزار و دویست

که ماه محرم زان نهم سال بود
سوم عشر از ماه شوال بود

که هشتمین روز از هفته بود
همان چهر خورشید بنهفته بود

بتبریز آمد یکی زلزله　　جهان روز محشر شد از ولوله

زمین همچو دریا در آمد بموج　　جهان غرقهٔ موج او فوج فوج

و یا همچو کشتی که بر روی آب　　بیفکنده طوفانش در اضطراب

بجنبانده دست قضا مهد خاک　　جهانی در آمد بخاک هلاک

چنان شد بر افلاک خاک سیاه　　که شد تیره آیینهٔ مهر و ماه

فلک بر سر خاکیان خاک بیخت　　زمین از تزلزل بر افلاک ریخت

ز برج و ز باروز ایوان و کاخ　　بجا ماند دشتی همه سنگلاخ

پدر برده از یاد مهر پسر　　پسر نا امید از وفای پدر

چو کودک بمادر در آویختی　　از و مام چون خصم بگریختی

فراموش کرده جلیس و ندیم　　از این امر حادث وفای قدیم

گران سنگها آمد از که بزیر　　که برخاست از گاو و ماهی نفیر

همانا ز بس خاک غبرا شکاف　　بحالش دل سنگ خارا شکاف

بر افروخته شعله از هر مغاک　　تنور است گفتی بطوفان خاک

بطوفان آب از تنور آمد آب　　بطوفان خاک آتش گرم تاب

شده پاره هر کوه مانند طور　　وز او نار موسی نموده ظهور

بسا سنگ کز تیغ که شد رها　　فکندش زمین از تزلزل بجا

نماند از کریوه بصحرا و دشت　　که با صفحهٔ دست یکسان نگشت

همان کاخ پور شه هفتمین　　که بود آسمانی بروی زمین

امیر احمد آن سبط پاک رسول　　چراغ هدایت بر اهل وصول

یکی طاق محراب اهل دعا　　در و چرخ را پشت طاعت دوتا

چنان آمد آن طاق و خرگه بجا　　که ماند آسمان تا کمر که بخاک

فروغ وی آن موج دریای نور — کز او نور یزدان بدی در ظهور
فرو بستش آن قبه بر رخ نقاب — تو گفتی که شد در کسوف آفتاب
درو بود چون نازنین پیکری — مبارک نهادی نکو گوهری
هوای زمین بوسیش داشت طاق — فرود آمد و طاقتش بود طاق
دگر کاخ فرخ برادرش را — که زینت بد از فرخی عرش را
چنان کوفت بر خاک دور سپهر — که مهر از غبارش بپوشید چهر
نگر چشم اختر ضیا خواستی — ز خاکش فلک توتیا خواستی ؛
برآورده کاخ همایون شاه ؛ — که باشند جهان را ز هر بد پناه
یکی طاق بگذشته ز اوج سپهر — ز آیینهٔ بنگاره ماه و مهر
چنان کاخ نادیده آسیب زنگ — چنان گشت کآیینه ز آسیب سنگ
ز ارکان گزین شد ستونها نگون — که بد هر یکی آسمان را ستون
ز مسجد ز بازار و میدان و باغ — اگر جویی از چند می جو سراغ
ز هر طاقشان مرغ کوکو زند — که کو بانی طاق تا او زند
بسا طاق کاندر مسجد فرود — که در محکمی کم ز گردون نبود
بکس آن طاقها چون به بیند خراب — کی ایمن رود زیر گردون خراب
نگون گشتن خرگه مهتران — قیاسی ست بر حالت کهتران
یکی زان میان کلبهٔ تنگ من — کز او نام من بود و شد ننگ من
چنان آسمان کوفتش بر زمین — که گویی نبوده ست آن سرزمین
من اکنون نشسته ابر تل خاک — پس و پیش من ناله دردناک
جگرپاره کانم جگرخواره کان — ز خان و زمان گشته آوارگان
نمانده به تن دست و خامهٔ — کز این حالت انشا کنم نامه

شکسته قلم در سر انگشت من		سر انگشت من خامه در مشت من
پریشان ترم زانچه بودم ز پیش		ز خشم زمانه فرو برده نیش
بگریم بجو دیا که بر دیگری		غم خود خورم یا غم کشوری
گرفتم برافشانم از دیده آب		کی از سیل آباد گردد خراب
نمیداند این درد را چاره کس		خدا و خداوند دانند و بس
شهنشاه فتح علی شه که باد		جهانش بفرمان فلک بر مراد
خدیوی که آرامش جان ازوست		جهان بنده فرمان فرمان ازوست
درش آسمانی است چرخش زمین		ز جام جهان بخشش مه جرعه چین
ز دستش که از از عطا هست اوست		اگر مانده بحری همان دست اوست
ز تیغش که برق و کفش میغ اوست		گجی گر بجا مانده هم تیغ اوست
نشد شست او تا به تیر افکنی		نشد پیکر چرخ پرویزنی
کجا ابر را مایه دریاستی		اگر نه ز دستش مدد خواستی
ز عکس دلش تابش آفتاب		ز جود کفش بحر در اضطراب
جهان سایه پرورده پادشاست		بر این بر سپهر و ستاره گواست
ازو یکسر موی خود کم مباد		جهان چون سر موی درهم مباد
جهان شهریارا فلک چاکرا		رعیت پناها کرم گسترا
زهی از بس پاک پروردگار		نماز تو واجب ترین کار و بار
بو شیره بجمع پریشان فارس		شکسته دلان سینه ریشان پارس
تو چون مایه شادی عالمی		چرا در دلی بود باید غمی
تو هستی چرا نیست اختر بمهر		تو یاری چرا خصم باشد سپهر
تو شاهی و ملک از تو وانگه خراب		تو ابری و کشت از تو وانگه سراب

زحلمت مگر خاک لنگر نداشت / چرا بار ما خاکیان برنداشت

زشیر و زشت بکاو زمین / که خواند آیتی تا بلرزد چنین

نه یک ساله شاها که ده ساله باج / نبخشد براین بوم ویران خراج

اگر دیده بردوزی از حال ما / سیه روز ما تیره احوال ما

اگر لطف عامت شود یار ما / زوال است آخر کار ما

وصال این همه تار خالی که کرد / از آن بد که بودش دلی پر ز درد

دگر نه کیم من که گستاخ وار / نصیحت برم بر در شهریار

نصیحت بشاهان ز خودرای است / بهانه مرا مغز سودای است

غرض عرض حالی است بر شهریار / وگرنه مرا با فضولی چه کار

کسی را که یزدان دهد سروری / به از ما شناسد ره مهتری

خدا مهربان است بر خلق خویش / پس از وی خداوند انصاف کیش

صلاح جهان آنچه باشد خدا / همان افگند در دل پادشا +

چو هر رنج آن کند شاه یزدانی است / بر او بر فزودن ز نادانی است

من آن به که زین گفته بندم نفس / سرایم دعای شهنشاه و بس

همی نیست تا سایه از کس جدا + / بود بر سر خلق سایه خدا +

ازو خلق با بیم و امید باد / چو اصل خود این سایه جاوید باد

دلا چند ازین وحشت و ولوله / نه پیوسته خواهد بد این زلزله

بگردد این حال چرخ و نجم / بیاسایند بآرام خاک و ترم

بسی بودی از روزگاران بسار / یکی روز بار روزگاران بسار

نماند همی چرخ بر یک قرار / بهر دم دگرگون شود روزگار

زمان بدی خواهد انجام یافت / زمین خواهد از جنبش آرام یافت

دگر خاک جنبش کند چون سپهر
تو باشی اندرو همچو تابنده مهر

جگرخوار کی چند بازآر دل
سراسر بماند ده سپار دل

مخور غم که دانا بود شادخوار
چو نادان نه دل پرانده مدار

ازان آتشی کز دل افروختی
جهانی درین انجمن سوختی

چو خستی کنون چاره او بساز
دل خسته را نوشدارو بساز
نام دوائی ۱۲

یکی داستان گو که بخشد روان
ز پیروزی را و سرو جوان

سمی خداوند خیبر شکن
کو شیر دل کرد لشکر شکن

ازین داستان جان ستان بسوز
ز غیرت روان نریمان بسوز

ز بالاوران و ز مازندران
همه کارنامه تهمتن وران

بسهراب ازین داستان تاب ده
همه داستانش فرا آب ده

ز غم جان و زین تن افگن بتاب
ز آزرم خوبی ران افراسیاب

ببرزین سخن خواب خلق از سرا
که افسانه نشناسدش ناشناس

بیارای زان گونه گفتار را
که از دل برد هول پیکار را

از و مرد ترسنده گردد دلیر
دل شیر بخشد بروباه پیر

برانگشت خوانی فروزان شود
بدریا بری آب سوزان شود

گر این کار خواهی ز گفتار خویش
بجز راستگویی مکن کار خویش

بیفزا برین داستان آنچه بود
اگرچه بر آن بود نتوان فزود

تو خود چهره از راستی برفروز
گر از رشک سوزد عدو گو بسوز

درآغاز این نامه با شکوه
سخن راندم از بختیاری گروه

که بر جوش آشفته گردند روز
ز ترکان کردن کش کینه توز

یکی نامور بختیاری نژاد
دلیر و هنرمند و فرخ نهاد

تبازی پدر نام او کرده شیر / بدان شیر تازی سواری دلیر

ببال و بکوپال سام سوار / همه کام او کوشش کارزار

زمی بود تا چار مرد دلیر / بتیغش ز خون نه خود از باده سیر

برزم اندرون نیز می داشتی / مگر رزم را بزم پنداشتی

ز قومش که افزون از صد هزار / با و یار بد کمتر از پانصد سوار

ولی پشت مردست بازوی مرد / بود شیر تنها بدشت نبرد

یل ترک شیر اوژن بختیار / شد از نامور دختری خواستار

ببرج اسد راند مهر منیر / ازان گشت نامش یل شیرگیر

سر بختیاری بد الیاس راد / ستیزنده بختیاری نژاد

چو بشنید این کینه در دل فزود / که با هیچکس راند و یکدل نبود

نهان دست با بختیاری سپرد / که بر بختیاران زند دست برد

در اندیشه تا گشت خرم بهار / زمین شد همه چشمه و مرغزار

در وصف بهار نازکی سرشت و مرغزار مانند بهشت و عزم رزم با اعدای میمون طلعت سراسر زشت

جهان شد ز پیوند اردی بهشت / دل افروز مانند باغ بهشت

شد آن شیر نر تا به آبشخورش / پس و پیش ترکان کند آورش

در اندیشه دشمنانش نبود / که جز راستی در گمانش نبود

دو روزی برآسود از رنج راه / برامش در آن خرم آرامگاه

سوم روز ترکی بویله رسید / که بر بازو دشمن چه حیله رسید

من و چند تن ترک پرخاشخر / ز افزونی خیل و مال و حشر

الهذان تا نگردیم از انیه ستوه / دو منزل براندیم پیش از گروه

که از بختیاری و از جاسکی / همه دور از آئین مردانگی
بر سم شبیخون بما تاختند / بیغما و کشتن بپرداختند
من و چار تن با سه نیمه نفس / بکوشش فزودیم با کر و فر
شب تیره و پاس خیل و دواب / بما خصم شد چیره و کامیاب
بکشتند و بردند خیل و بنه / خبر را من آیدر شدم یکتنه

بیان رزم و عالی همتی و جرأت مرد دلیر پرفتوت و شبیخون زدن بر خصم بد انجام روباه خدیعت

بر آشفت زین گفت مرد دلیر / بغرید همچون بر آشفته شیر
بر آن شد که تنها براند سوار / برآرد ز خصم بداختر دمار
از آنجا که تا آن سرافراز بود / مر او را خرد چیره بر آز بود
به یزدان نهانی دلش و شهنشاه / نمی رفت در کشتن بیگناه
دو دیگر مبادا که غوغا شود / یکی فتنه در ملک برپا شود
کسی کو بدربار خسرو در است / نهد تهمت مرفی خسروپرست
پدر بر پدر خدمت سالیان / درختی شود بار و برگش زیان
بر آن شد که از خصم سرکش نخست / زخونی و یغما کند باز جست
اگر پوزش آرد پذیرد ز وی / همان خونی و برده گیرد ز وی
دگرنه چو حجت بر او شد تمام / بکیفر کشد تیغ کین از نیام
بشهبانه پیکی روان کرد زود / کز الیاس و ربایه بودی فرود
از و سر بد این کار زشت از نخست / وز آن پیچ این شاخ زشتی برست
بد اندیش در کیمیا دست برد / که پنهان ز ربا بوده این دست برد
زخونی و یغما کنم باز جست / فرستم به پیمان و عهد درست

همی خواست بروی کند روز دیر / به نرمی برد طعمه از چنگ شیر

یکی کوه بودی فزون تر ز قاف / که گنجیدیش قاف در هر شگاف

دلیران کزان داستان اندند / نباهش که ریگ برخوانند

زمین زیر او از بزرگی نهان / چو موریش بگرفته اندر رویان

ز معدنش لعلی است غلطیده مهر / که بگرفته در نیمه راهش سپهر

کس از گشت بر قله اش راهبر / پذیریم از و آسمانی خبر

نهفت اندران کُه زر و خواسته / شد از معدن آن کوه آراسته

چو این کوه لافید بر خود بسی / که بر من کجا دست یابد کسی

برو زانکه از چرخ اختر برد / ازین کوهساران کجا زر برد

کوترک آگاه ازین لاف شد / که شهباز سیمرغ آن قاف شد

دو باره فرسته فرستاد و گفت / که با ما چنین عهد و پیمان فتت

مکن حیله رحم آر و بر جان خویش / مده راه سیلاب خان خویش

بشیران چه روباه بازی کنی / زنامی چرا شاهبازی کنی

تو خود صعوهٔ شاهبازی مکن / گدازادهٔ شاهبازی مکن

اگر از که ریگ پستی کنے / که با زمی من درشتی کنی

من از سم اسپان تازی نژاد / کنم خاک و خاکش فشانم بباد

تو را بخت بد دست بر ما گشود / که بر ما فزود آنکه از ما ربود

چو روبه که بر شیر نخچیر برد / چو آزش سوی طعمهٔ شیر برد

سخن با تر از وی دانش بسنج / به بیهوده بر خود میفزای رنج

ازین در بسی گفتها باز گفت / فرستاده آمد بشهباز گفت

چو بشنید گفتا برو باز کو + / که آب ز جو رفته ناید به جو

من از زور پنجم نبود از غرور ‏ ‏ که از شیر زطعمه بردم بزور
کنون چون کشیدم بدین کوه رخت ‏ ‏ چه اندیشم از دشمن شوربخت
ز خود بگذر و باب خود گر بنیا ‏ ‏ شود زنده با آن همه کیمیا
بدین کوهساران کجا بر شود ‏ ‏ وگر چون عقاب آسمان پر شود
اگر روز بگذشته باز آوری ‏ ‏ ز ره برده از بختیاری بری
مرا با تو تیر ای نبرده سوار ‏ ‏ بدامان این کوه بود کارزار
ببینی دم آهنی تیغ مرا ‏ ‏ همان کوه گردون ستیغ مرا
فرستاده کان کوه و لشکر بدید ‏ ‏ تو گفتی ز سر هوش او بر پرید
بیامد بر آورد راز نهفت ‏ ‏ بسالار ترکان سراسر بگفت
که کوهیست بگذشته از اوج ماه ‏ ‏ بر او بر شدن را فرو بسته راه
ز هر سو کمرها فزون از قیاس ‏ ‏ کز او مرغ اندیشه دارد هراس
ره از جاده مور باریک تر ‏ ‏ در او پیک وهم اندر آید بسر
بهر جا کمان برده گز وی ان ‏ ‏ ببالا شد از خود بپای کمان
حصاری برآورده آنجا ز سنگ ‏ ‏ در او صد تن از شیرمردان جنگ
ز پنجه فزون سنگ بند از حساب ‏ ‏ در آن کوه چون آشیان عقاب
بدامان کوه از سواران هزار ‏ ‏ سه باره فزون از پی کارزار
همه آهنین پوش و پولاد دل ‏ ‏ ز شمشیر پولاد آهن گسل
اگر همکنشتی بدامان ظفر ‏ ‏ محال است رفتن بر آن کوه بر
ز ترکان کسی گر بر آن کوه رود ‏ ‏ گمانم که مریخ گردون بود
از این داستان چهره نامدار ‏ ‏ بر افروخت همچون گل اندر بهار
بخندید و با مرد گوینده گفت ‏ ‏ که با این عدو باید آسوده خفت

تو شیر ژیان را ز انبوه گور / مترسان که بر شیر جشنست سور
نه بیم این نویدیست بهر پلنگ / که دشتی غزالانش آید بچنگ
اگر بیشه یکسر شود نیزه دار / ز پیکار آتش بس یک شرار
به بیشی گر انبوه روز نبرد / چگونه برآرم بخورشید گرد
یکی بر بها گسترم بهین خوان / کنم سالها تخمه شان استخوان
بگفت این و یکسر سپه برنشاند / بجائی که بد تل افغان براند
وز آنجا دمان همچو جوشنده دیگ / سپه راند تا دامن کوه ریگ
برادر یکی داشت سالار گو / بر آن ژرف لشکر شده پیشرو
جوانی ببالای اسفندیار / جهان را ز مردی ازو یادگار
نیاورده همتای او چرخ پیر / بدامان مادر بده شیرگیر
بدامان سواری نه پرداخته / هم از کودکی رخش زین ساخته
به تن پر توان و به رخ پر ز تاب / بدانسان که در برج شیر آفتاب
حریف وی از کوه خارا شدی / از آنکو تیغش گدازا شدی
ز مهرش برادر دل افروخته / هنرهای رزمش بیاموخته
ازو بود روشن دل پهلوان / چو از پهلوان دیده ایلخان
ابا نام فرخنده مصطفی / که از نام او یافت گیتی صفا
جوان چون بدامان آن گه رسید / بخورشید و روشن دلش بردمید
نیارست در جنگ دشمن درنگ / که نام نیا برده بود و شتن تنگ
بپرداخت از کینه سر و جوان / بدستوری نامور پهلوان
چو شیری که از گور بیند گله / همی کرد رخش دمان را یله
یل نامور چون برادر بدید / که مانند ببر دمان بر دمید

فرستاد چندی ز ترکان سوار   که اندیشه باید درین کارزار
یکی رای باید درین کار تنگ   که تا دامن دولت آید بچنگ
پر اندیشه باید دل پهلوان   که جلدی کند تیره روشن روان
باسان بدین کوه هامان دشت نیست   بلند آسمان چون زمین پست نیست
هنوز این سخن بر لب نامدار   که آن شیر زی چیره شد بر شکار
بدشمن در آویخت چون پیل مست   یکی تیغ الماس پیکر بدست
ز تیغش همان بر سواران رسید   که از برق بر کوهساران رسید
بهر کس که زد او تیغ کین آمدی   ز مغفر گذشتی بزین آمدی
زمین آسمانی پر اختر شده   همه اخترانش دو پیکر شده
بیک حمله بر دشمن نابکار   هزاری بیفزود وشان هزار
بسی خست و بشکست و افگند و کشت   چو دشمن چنین دید بنمود پشت
چو شهباز دید آن نبرد و ستیز   همی بال جست از برای گریز
هزیمت کنان دل پر اندوه شد   ابا لشکر خود بر آن کوه شد
دلاور بهم آهنگ بالا نمود   چو آن شعله کاید بدنبال دود
سپهبد چو دید آنچنان دستبرد   شگفتید و بدل نام یزدان ببرد
که جانش ز فرخ برادر فروخت   دل بدسگالان در آذر بسوخت
ابا باد از آن برانگیخت اسپ   بپای که آمد چو آذرگشسب
دو نیمه بفرمود گشتن گروه   چپ و راست رفتند بالای کوه
خود آمد بر راه سرو جوان   بدیدار او کرد روشن روان
همی گفت شادا روان نیا   نبیره که آسوده جان نیا
خوشا آن پدر کز پور خرسند شد   خنک آنکه زین نهال برومند شد

خوشش آن نامور گشن برادر توئی | برادر توئی پشت و یاور توئی

مرا دیده روشن بروی تو باد | دو گیتی بیک تار موی تو باد

دل نامور زین چو گل بشگفید | همی خواست گفتی ز شادی پرید

که چون پهلوان مهتری بهترین | بمردیش بستود و کرد آفرین

همی گفت شادا جوان بخت تو | بگردون سر پایه تخت تو

سپاس خداوند بالا و پست | که بر من در بخشش خود نبست

بجوردی کرم بر و فرخ پدر | بزرگی مرا داد و روشن گهر

دو بال هما سایه بر من فگند | مرا پرورش داد و کرد ارجمند

اگر زال سیمرغ پرورشده | بمن بر هما سایه گستر شده

دو بال هما دو برادر مرا | بهر نیک و بد یار و یاور مرا

گر از باب بر من دری شد فراز | دو باب کرامت بمن گشت باز

بروی من این دو باب بسته مباد | جهان جز بر ایشان خجسته مباد

چنان خواهم ای سرور نیکنام | که این کارزار از من آید تمام

تو باید بدامان این کوه باش | روان خرم و دل پر اندوه باش

من اکنون پیاده بر آیم بکوه | بد اندیش را سازم از جان ستوه

نخواهم که شهباز آید بلاف | که من با تهمتن شدم در مصاف

بر این گه من امروز سامان جنگ | همی ساخت خواهم ابا این تفنگ

تفنگیش بر کتف بد پهلوان | چو بر کوهسار اژدهای دمان

شدی تا دو فرسنگ آواز او | خود از بیخ من بیشتر ساز او

از آنجا که آتش برافروختی | سه یا نصد قدم دورتر سوختی

چو برجی بد از آهن افراخته | بسا قلعه زیر و زبر ساخته

بباز و جنبان پاشنه کوفتی　　گرز و مغز جنگی بر آشوفتی

شنیدم که ترکیش پر آزمون　　ابا بازوی همچو ران هیون

تهی کرد و دیر پست ناخسته است　　همان بازوی پهلوان بسته است

تهی کرد دیگر دو شش آن نامدار　　در آن روز بیش از سه پنجاه بار

ز دامان کوه آن یل باشکوه　　چو بیر دمان کرد آهنگ کوه

گلوله بر او ریخت زان کوهسار　　چو ژاله بگل برگ ز ابر بهار

در آن گیر و دار آنچنان رای دید　　که از سنگ بر خود حصاری کشید

نشست از پس سنگ پس بی درنگ　　همان آذر از شعله بارش بجنگ

تفنگی گران کرد سنگرشکن　　لقبش کرده ام نام سنگرشکن

بسی ریخت بندق ز ران مشت مشت　　بهر بندقی دشمنی را بکشت

همی سنگر دشمن بد نشان　　نشان کرد و شد بر وی آتش فشان

چو سنگرشکن را تهی ساختی　　عدو سنگری را بپرداختی

چو پرداخته کردی عدو سنگ　　درو جان ترکان شدی بی درنگ

ببالا چو آن موج دریا زدی　　هم از بیم دشمن ببالا زدی

مبادا شود غرق دریای او　　همین بود بالا و پهنای او

چنین بست سنگر ز دشمن گرفت　　ستاره بد و مانده اندر شگفت

بناگاه فوجی ز ترکان گروه　　که سالارشان گفت رفتن بکوه

جو ابر بلا بر سرش آمدند　　یکی سیل گشتند و باز آمدند

ببرید دشمن ز جان پاک مهر　　چو دید آنچنان کینه بار دو سپهر

بلائی بد ایشان ز بالا و زیر　　هر آنکو بدر برد جان شود دستگیر

دری بود شماره محکم اندر دره　　کشیدند زحمت اندر و یکسره

بیغمای ترکان ز رومال خویش ز یغمای ترکان بداد بدبیش

بیغمان نپرداخت آن سرفراز عنان را سوی دشت به پیچید باز

پیاده پس پشت آن نامدار بیامد ز ترکان دو باره هزار

خبر شد بدشمن که آن نامور بکشودن در بسته کمر

ز ن و کودک خویش بگذاشتند نوائی هزیمت برافراشتند

درآمد بدر پهلو رزمساز سپهبد هم از پی رسیدش فراز

بناموس دشمن نپرداخت کس از ایشان بیغما نموذند بس

بداندیش چون شیر دیده گله ازان کوه سر شد بهامون یله

سپهبد چو دشمن بدانگونه یافت بدنبال ایشان سوی هامون شتافت

جهاندیده پیری شیوا ورد بدرخواه برداشتش دست زد

همی گفت کای نامدار گزین متاز از پی دشمنان بیش ازین

چو دشمن شکستی بر ایشان متاز که کس با شکسته نشد رزمساز

چو یزدان تو را کرده بر خصم چیر بشکرانه در خون مرو خیر خیر

مکن کاین همه ناسپاسی بود نه مردی و یزدان شناسی بود

تو کوهی گرفتی که از هفتخوان فزاگاه تر باشد اندر جهان

کسی بر بلند آسمان از زمین نکرده ست زینسان که کردی کمین

بدین گه شدن تا کنون هیچکس نکردست آبی ز رزم جستن هوس

بود تیره که از خصم کین توخته یکی کوه بد زآتش افروخته

بر آتش بدینسان سیاوش برفت سیاوش بر کوه آتش برفت

سپاس از خداوند بخشنده دار بدشمن ببخشای و منت گذار

ببید رفت مرد جوان رای پیر بلی رای پیران بود دلپذیر

بباز و جنبان پاشنه کوفتی   گرز و مغز جنگی بر آشوفتی

شنیدم که ترکیش پر آزمون   ابا بازوی همچو ران هیون

تهی کرد و دویست ناخسته است   همان بازوی پهلوان بسته است

تهی کرد دو بیر کردش آن نامدار   دران روز بیش از سه پنجاه بار

ز دامان کوه آن یل باشکوه   چو بیر دمان کرد آهنگ کوه

گلوله بر او ریخت زان کوهسار   چو ژاله بگل برگ زابر بهار

دران گیر و دار آنچنان رای دید   که از سنگ بر خود حصاری کشید

نشست از پس سنگ بس بیدرنگ   همان آذر در شعله بارش تفنگ

تفنگی گزان کرد شکر شکن   نهش کرده ام نام سنگر شکن

بسی ریخت بندق بران مشت مشت   بهر بندقی دشمنی را بکشت

همی سنگر دشمن بد نشان   نشان کرد و شد بر وی آتش فشان

چو سنگر شکن را تهی ساختی   عدو سنگری را بپرداختی

چو پرداخته کردی عدو سنگ   در و جان ترکان شدی بیدرنگ

ببالا چو آن موج دریا زدی   هم از بیم دشمن ببالا زدی

مبادا شود غرق دریای او   همین بود بالا و پهنای او

چنین هست سنگر دشمن گرفت   ستاره بد و مانده اندر شگفت

بناگاه فوجی ز ترکان گروه   که سالارشان گفت رفتن بکوه

جو ابر بلا بر فراز آمدند   یکی سیل گشتند و باز آمدند

ببرید دشمن ز جان پاک مهر   چو دید آنچنان کینه بار سپهر

بلائی بد نشان ز بالا و زیر   هر آنکو برد جان شود دستگیر

دری بود شان محکم اندر دره   کشیدند رخت اندر و یکسره

بیغمای ترکان ز رو مال خویش
ز یغمای ترکان بداد بیش

بیغمان نپرداخت آن سرفراز
عنان را سوی دژ به پیچید باز

پیاده پس پشت آن نامدار
بیامد ز ترکان دوباره هزار

خبر شد بدشمن که آن نامور
بکشودن در به بسته کمر

زن و کودک خویش بگذاشتند
نوای هزیمت برافراشتند

درآمد بدژ پهلو رزمساز
سپهبد هم از پی سپاهش فراز

بناموس دشمن نپرداخت کس
از ایشان بیغما نمودند بس

بداندیش چون شیر دیده گله
از ان کوه سر شد بهامون یله

سپهبد چو دشمن بدانگونه یافت
بدنبالشان سوی هامون شتافت

جهاندیده پیری شیوا و رد
بدرخواه بر دامنش دست زد

همی گفت کای نامدار گزین
متاز از پی دشمنان بیش ازین

چو دشمن شکستی بر ایشان متاز
که کس با شکسته نشد رزمساز

چو یزدان ترا کرده بر خصم چیر
بشکرانه در خون مرو خیر خیر

مکن کاین همه ناسپاسی بود
نه مردی و یزدان شناسی بود

تو کوهی گرفتی که از هفتخوان
دژ آگاه‌تر با خبد اندر جهان

کسی بر بلند آسمان از زمین
نکرده ست زینسان که کردی کمین

بدین گه شدن تاکنون هیچکس
نکرده ست بی رزم جستن هوس

بو تیره که از خصم کین توخته
یکی کوه بد ز آتش افروخته

بر آتش بدینسان سیاوش برفت
سیاوش بر کوه آتش نرفت

سپاس از خداوند بخشنده دار
بدشمن ببخشای و منت گذار

بپیچد سر مرد جوان رای پیر
بلی رای پیران بود دلپذیر

سپه را بفرمود تا باز گشت / خود آمد تنکار افگنان تا بدشت

ستم زانهمه رزم جوئی نبود / چنان بدکه در رزم کوئی نبود

هرآنکس که او باشد از رستهار / ازین دو ستانست عبرت ستان

نه این بختیاری گر دو دست خرد / که هستند گردان با دست برد

شهانی که بس دستگه داشتند / همه زین دلیران سپه داشتند

ازایشان بسی قلعها کوفته است / بسا مغز دشمن که آشوفته است

بسی برج و باره نگون ساخته / بسی سرکشان را زبون ساخته

ولی دیوشان آخر از راه برد / زخود بینی از راه در چاه برد

فراموششان شد خداوند ماه / کز او بودشان زور و فرهنگ و جاه

همه پیشه کردند ما و منی / ستادند چون دیو در رهزنی

بگشتند چون از ره راستی / بیکبار افتادند در کاستی

چو ترکان شدند از پی دین داد / ازآنان گرفت او بنیان بداد

جهان بزرگی بزرگ جهان / سر مردمی افتخار مهان

خداوند دست و دل و فرهنگ / ز کوهی گزین تر بفرهنگ سنگ

کز او بر بیفزودشان آب و جاه / بزرگی و پیروزی و دستگاه

دو فرخ برادرش و ... ان / گرانمایه و راد و روشن روان

دو چشم و دو بازوی ... / دو رکن بزرگی دو کان هنر

به ترکان بداد و دهش ... / ازایشان بد اندیش ایشان ...

شده گرگ و شیر از زمان ... / سگ گله و پاسبان رمه

بود هر کجا باشد آهنگشان / فراخای روی زمین تنگشان

همیشه بدیشان قوی پشتشان / کلید در فتح در مشتشان

من این داستان بره پایان — ازآن گفته ام تا شود داستان

که داند کسی کو خرد را نهفت — که تو ان چنین گوهر از گفتار سفت

نگویند گوینده را تاب نیست — شناور بسی جا که گسست آب نیست

بیا ساقی آن جام مستی فزا — نه مستی فزا بلکه هستی زدا

من ده که مستی فزاید مرا — ز دل زنگ هستی زداید مرا

بیان ناپایدار جهان سست بنیان و امتناع از صحبت ناکسان بد دل ناکس بدون با به منشان آمیزش با عزیزان

دلا بشنو از من جوانمرد باش — جوانمردی آموز و تو فرد باش

ز هر کس بکسل از ناکسان — بپرداز ازین ناکسان باکسان

سپنجی ست گیتی چه افتی به رنج — نیرزد به رنج این سرای سپنج

سرائی که بگذاری و بگذری — منه دل بر او ورنه حسرت بری

ز اهل جهان راستگاری مخواه — وفاداری و حق گذاری مخواه

ازین دیو مردم وفا پروری — نیاید چو از دیو رسم پری

سپهر است بنیانش از کاستی — ز پروردگانش مجو راستی

جهان را که بینی چنین دیر پای — خردمند خواندش سپنجی سرای

زهی ناجوانمرد کز اهل آن — وفا جوید و یاری جاودان

ز شوره زمین چشمه خوش نزاد — ز سوزنده آتش خز آتش نزاد

گر از اهل گیتی یکی با وفا — بیابی مدانش بجز کیمیا

که از کیمیا کس نجوید نشان — تو گر باز جستی بکاویش نشان

بیا باده آن باده چون جان جست — شه آباد تر زانچه بودش نخست

بهفتاد جهان کهن میزباش — نه جمشید جانی ز تو سیها لشکر

من از رنج ره خفته رنجور وار | جوانبخت بنشیم چو رنجور وار
درستی نمانده در اعضای من | همه تب گرفته سراپای من
دل نامور پر ز تیمار بود | کزاو دل ز من تن در آزار بود
مرا مهربانیش شرمنده کرد | که مهر و وفا مرد را بنده کرد
نمی خواستم دید چون در مش | شمارم همی چو بخت و خرد همدمش
سخن در پرسش راندم از هر دری | ز خوی وز فرهنگ هر مهتری
حدیث فتوت بیاد آمدم | که بس زان جوانمرد شاد آمدم
ز سر در چو نام فتوت شنید | چو گلبن ز باد سحر بشگفید
بگفت ارچه دانم نه تن درست | بگو شرح این گفته با من درست
چو شمع ار چه گرچه هستم بسوز | یکی محفل دوستان بر فروز
که دارم همه گوش گفتار تو | خوشم گرچه می جویم آزار تو
ز هر کس فتوت شنیدم بسی | ولی معنی آن نداند کسی
گمانم که آن خود مروت بود | که نیکوترین خوی و خصلت بود
بگویی آنچه دانی تو در خورد خویش | برازمن و خویشتن در خورش
بگفتم که ای عقل حکیم کجاست | بمان عقل را تا که گیتی بقاست
اگر هم شکر گویی کرم تربیت | ز سر حق بگذار سر پروریت
خرد با دا او را تو بهتر بسپر | که بهتر پسر به ز مهتر پدر
ز هم ار چه ناراستی از تو راست | سخن بیش ما لیک معنی تو راست
فتوت که هم شد تو بخشش توئی | ازیرا که جان فتوت توئی
بزرگ من دانی این گاه گوی | ولیکن چگویم چو گوئی بگوی
بمعنی جز جوانمرد نیست | جوانمرد را کس بهم آورده نیست

جوانمرد اگش بسته دست است و پست — که خود دست نیروی خود را شکست
عدوی جوانمرد هم نفس اوست — که با خلق یار است و با خود عدوست
کشد تیغ و بر خویشتن راند همی — که جز خویش خصمی نداند همی
جفا بیند از خلق و یاری کند — ستم بیند و دوستداری کند
بخویش آنچه خواهد نخواهد بکس — که با خویش خصمی پسندید و بس
مروت در خانه را شد کلید — ولی نقش پای فتوت ندید
مروت بر افتاده دلسوزی است — خدا را بجو در رحمت آموزی است
جوانمرد خود را نه بیند به پیش — که رحم خدا خواهد آنکه بخویش
دهد سر نه کو را بود سودمند — که این شیوه افتاد او را پسند
نه گر سر دهد منتی بر نهد — که منت برد آنکهی سر دهد
ازیرا که تن بار رهوار اوست — سر او بر آن بار سربار اوست
نه بینی که کشتی چه دارد زیان — که ریزند بارش پی سود جان
جوانمرد نیز از ازل تا ابد — یکی بحر دانسته بی جزر و مد
بکشتی اخلاص جا ساخته — خدا را در آن ناخدا ساخته
شنیده که این کشتی و دریاب — تباهش کند آرزوها و آب
همه آرزوها بر آمیخته — در آن ژرف دریا فرو ریخته
بکشتی وگر دیده تشویش بیش — هم از آرزو یافته وان خویش
دوم باره افگنده خود را در آب — که ایمن رود کشتی او بر آب
چو از خویشتن کرده خود را جدا — گرفته در آنحال دستش خدا
چو بشکسته چون خضر کشتی از — خدا کرده از کشتیش بی نیاز
که باشد در آن بحر خضر آب — چو ماهی در آب و چو کشتی بر آب

چو کشتی چه ماهی که دریا شده / شده گم در اسما مسمی شده

نگشته فنا کس نگفتش فتا / فتی گشت خواهی فنا شو فنا

تو از خویش گم شو که پیدا شوی / بعین نهانی هویدا شوی

چو از سر در افکندی این کهنه دلق / همه رحم کردی بخویش و بخلق

بخویشت نباید دگر دشمنی / که افگندی از خویش ما و منی

همین نه خود از پیش برداشتی / که از خلق تشویش برداشتی

تو کیمیای بسرشته شده ست / سکت زان بدل با فرشته شده ست

تو لاحول خواندی و دیو از تو رفت / چو دیو آن همه مکر و ریو از تو رفت

کنون از چه لاحول شد قول تو / که قوت فرشته ست لاحول تو

بکف تیغ از بهر دشمن نکوست / بیفکن که دشمن کنون گشته دوست

بکف جای تیغت کنون جام به / نه تیغ و بر جای آن جام نه

یکی جام پر باده خوش گوار / بنوش و بنوشان که شد خصم یار

طریق جوانمردی این است و بس / که با خویش برمی نیارد نفس

چو بیخویش گشت انچه کرد از خداست / نه از خشم و کین فی زآز و هواست

از آن مار سیت آمد آن شاه را / که بد گوش بر حکم الله را

بپرداخت از خویشتن خانه را / که این خانه وقف ست جانانه را

چو بشنید کاید شهی مؤتمن / ولایت بپرداخت از خویشتن

بشد رفت خویش از ولایت ببرد / ولایت بصاحب ولایت سپرد

وگر هر چه حکم آید از پادشاست / که بر کشور خویش فرمانرواست

فتوت بشه ملک بسپردن است / صلاح خود و رخت خود بردن است

تو کشور بپرداز کان شهریار / در آن ملک بخشد ترا کاروبار

که شه تاج بخشش بهست و دریاوست — نه در بند این ملک آب و گل است
بیک التفاتی که خسرو کند — هزاران چنین کشور از تو کند
نیاز ستش چه باشد بوریا نه — که عرشش بود کهترین خانه
چگویم که در وصف ناید فتی — فتی کیست شاهنشه هل اتی
که زر داد و سر داد و در راه دوست — بدلخواه خود نی بدلخواه دوست
کسی کز هزاران درم یکدرم — نبخشد بخواهش ز اهل کرم
ببخشش اگر بحبه جوئے دهد — از و جوی به گر سبوئی دهد
که در خورد سرمایه همت نکرد — فتوت ز دریا بر آورد گرد
کس از وی ره حق دهد درهمی — گواهان شرعی نباید همی
اگر بیند آن کس که گوید خداست — گواه از چه جوید که او خود گواست
وگر می نبیند خدا نیست او — بگو این کرم نه خدا را بجو
که اول بباید خدا جوئیت — وز آن پس براه خدا پوئیت
فتوت خدا جستن آمد نخست — فتی کیست آنکو خدا را بجست
چو جستی خدا بخو و احسان کنی — دگر جان ببخشی نه تاوان کنی
سر و زر دهی خالی از زرق و شید — نه بر بکر بگرو نه بر شید زید
نه بخشی که ابن عمو خلاق بود — نه واگیری احسان که زراق بود
نه بر دوست بخشی که نیکوست آن — که بر دشمنان نیز چون دوستان
وگر دشمن آید بقصد سرت — وفا بیند و لطف جان پرورت
وگر ناسپاس آرد و ناسزا — نه بیند ز تو جز به نیکی جزا

در این معنی ار هم بیانی شگرف — تو بنگر به معنی نه بر صوت و حرف

بیان پدرود کردن شاهی این دنیای بی بقا و تفویض سریر از تجویز وزیر دیگری را و پس ماندن طفل صغیر بدو گفتار

بهندوستان خسروی دیده بست / شه دیگر آمد بجایش نشست
وزیر قدیمش بدر سجده برد / کلید ممالک بدستش سپرد
بجا ماند طفلی ز شاه قدیم / بدامان مادر چو دُرّ یتیم
هم از کودکی راد و روشن روان / نشان بزرگی ز چهرش عیان
نهان داشتی مادر از مردمش / وز آسیب چشم بد انجمنش
بهفته چو ماه و بمه همچو سال / برآوردی آن شاخ نورسته بال
چو ز آغوش مادر رها و شاد شد / بسان یکی سرو آزاد شد
در او هر که دیدی فرو ماندی / بر او نام یزدان همی خواندی
دبستان بشام از رخش نیمروز / در او خرد سالان بدرود و سوز
بطفلان شب عید روز وعید / که ممکن نبد دیدنش روز عید
ز آدینه شان دل پر از کینه بود / کز او سبت شان نه آدینه بود
بر او الفت افگند پور وزیر / وز او دیدگان راستی تیز
ز مهر و مهش زان سبق شنبه بود / که بر مهر ماهش سبق جسته بود
شبی با پدر گفت فرخ پسر / ز احوال آن کودک بی پدر
که فرخ نهادست و والا تبار / بقامت چو سرو و بعارض بهار
وزیرش فرستاد و آوردند / فزون دیدش از آنچه از وی شنید
چو دیدش وزیر آن رخ شاه فش / دل خود برخسار او کرد خوش
بر او مهر فرزند دلبند داشت / چنان بد که گفتی دو فرزند داشت
به پور خودش ساخت همراه و یار / بدرس و به بزم و بباغ و شکار

قضا را اندر آمد یکی روز جشن
بدربارش از هندوان گشته گشن

بدر راو دستور شد پور او
برسم نیایش بدستور او

بهمراه او پور شاه قدیم
که همدرس او بود و یار و ندیم

جوانبخت شان دید و پرسش نمود
ببوسید و بنشاند و زینت فزود

دران انجمن بود دانش وری
ز دانش فرو خواند از هر دری

برهمن چو بر روی شهزاده دید
مر او را پی شاهی آماده دید

بیامد بدستور این راز گفت
ندانسته دانسته را باز گفت

چو دستور بشنود این شد غمین
که شه را هواخواه بود و این

بدل گفت باید تبه کردنش
که ناید زیان بر شه و بر منش

ندانست کایزد کسی را که خواست
نیارند از وی یک سر موی کاست

بدژخیم گفت این پسر را ببر
نهانیش از تن ببر و از سر

بهامون کشیدش بحیلت ز شهر
بدو گفت نوشت بدل شد بپهر

چو قصاب دستور شوم اخترت
ببیرورد کاخر ببرد سرت

مرا گفت کارم بجانت گزند
ولی چون پسندم من این ناپسند

پسر گر غوان این سخن گوش کرد
بخواری بیفتاد و رپای مرد

که در خون این بیگنه در مرو
که مانی عذاب اندرا گرو

بمن بر ببخشای و رحمت نمای
که تا بر تو بخشد برحمت خدای

بجانش ببخشود مرد عوان
بریدش یک انگشت بهر نشان

بیالود لیس جامه اش را بخون
وز آنجا روان شد بشهر اندرون

پسرکان همه خون نقش زشت
بپای اندر آمد خود هوش رشت

ز بس دهشت بر پسر گذشت
چنان دیدش افتاده بیخود بدشت

به ده برد و بخشود بر حال او | وز او باز پرسید احوال او
مخور گفت غم کز بلا ایمنی | که بعد از خدا در پناه منی
تو ئی بی پدر چون منم بی پسر | مرا تو پسر به ترا من پدر
همانا که این مرز دستور بود | که از جان او مردمی دور بود
بهر ساله یک بار یغماگران | ببردند از آن مرز مال گران
نگشتی شه آگه ور آگه شدی | تلافی زدوری نه ممکن بدی
که ملک ار چه جز گلشن حور نیست | چو از شاه دور است معمور نیست
چو دید آنچنان پور آزاد بخت | ز غیرت بخود بر به پیچید سخت
نه مردیست گفتا که همچون زنان | نشینیم و تازد بما رهزنان
یکی اسپ و تیغ از پدر باز خواست | که تازد بخصم از در بازخواست
ندادش که تو خردی و خصم چیر | بخون خود اندر مرو خیر خیر
نپذرفت شهزاده آن رای سست | بسی گشت تا اسپ و تیغی بجست
جوانان مرز آگهی یافتند | ابا او تنی چند بشتافتند
بدنبال خصم بداختر شتافت | از او رخت و یغما همه باز یافت
وز ایشان بسی بهره آورد نیز | ز زر و اشتر و مال و رخت و جهیز
از ایشان بکشت و بخست و ببست | بفیروزی آمد بجای نشست
همه اهل آن مرز شادی کنان | پذیره شدندش ز پیر و جوان
ز یغما که آورد پور دلیر | یکی نیمه بردند نزد وزیر
چو دستور دید آنهمه خواسته | ستوران و اسپان آراسته
بدل گفت کاین گنج باشد نه باج | یکی بوم ویران و چندین خراج
بپرسید و گفتند یغماست این | که از دشمن خود کشیدیم کین

در اندیشه شد مرد ناپاک رای — که امرز پرواز وا کدخدای
مکافات آن محنت و رنج را — بگنج خود افزاید آن گنج را
بدستوری شاه دستور شوم — دو اسپه بشد تا بدان مرز و بوم
همان مرز ویرانه آباد دید — کشاورز را خرم و شاد دید
بسالار ده گفت بنمای راست — که سرمایه این فزونی کجاست
بپاسخ زمین را ببوسید پیر — بگفت آنچه را کرد پور دلیر
چو شهزاده را دید بشناختش — پر اندیشه شد لیک ننواختش
بدل گفت چرخ آنچه میخواست شد — نشان برهمن همه راست شد
دگر گونه رائی بباید درست — که تا برکنم از بن این شاخ که رست
یکی نامه بنوشت گفت ای جوان — بپور گرانمایه من رسان
در آن نامه بنوشته کای پور من — رساننده نامه را سر بزن
ملکزاده بگرفت و در ره نهاد — همی راند در ره بکردار باد
شب آمد در شهر را بسته دید — تن خود هم از رنج ره خسته دید
همانجا یکی باغ بود از وزیر — ملکزاده از باره آمد بزیر
عنان رخش را بست بر میخ در — فرو خفت و خشتی ودو بزیر سر
یکی دختری داشت نورس وزیر — بر آهو فرو بسته چنگال شیر
بقامت چو سروی خرامنده بود — شکر لعل شیرینش را بنده بود
قضا را بهمراه هم زادگان — در آن باغ بودند عشرت کنان
سحرگه چون آمد از باغ ماه — که بر لاله عشرت کند صبحگاه
جوانی نه ماهی بدر خفته دید — بجیبش یکی نامه بنهفته دید
چو بگشاد و برخواند دید آن قمر — که خط پدر بد بخون پسر

چو روی پسر دید بیهوش شد / می صبحگاهش فراموش شد
بدل گفت باید ز تیغش رهاند / چو تیغش حمائل در آغوش خواند
تبدیل خط دستی استاد داشت / که این شیوه را از پدر یاد داشت
بهندی قریب است این دو سخن / که این را بکش یا که داماد کن
صنم داد منشور آزادیش / بدل کرد کشتن به دامادیش
نهفتش بجیب جوان خواب بود / چو خورشید سر زد ز طاق کبود
ز جا جست و آمد بشهر اندرون / ملک زاده با طالعی رهنمون
چو پور وزیر آگه از نامه شد / بعشرت صلا داد و هنگامه شد
بآئین خود سرو آزاده را / به پیوست مر شاخ شمشاد را
یکی را که فرخ خدائی بود / بکشتن گهش کدخدائی بود
چو روزی دو بگذشت آمد وزیر / بشهر اندرون دید طبل و نفیر
سیه شد بچشمش جهان چون بدید / که داماد دختر بدیره رسید
پسر را بر خواند و دشنام داد / پسر نامه اش را بدستش نهاد
چو بگشاد و آن نامه را باز خواند / فرو رفت و لختی در اندیشه ماند
بگفت ایزدی کرده را چاره نیست / بیوسف کنون چاره گر آشتی است
پسر را بر خواند و پرسش نمود / به تشریف و بر پایگاهش فزود
دگر هفته آن کهنه گرگ از ستیز / بیوسف کشی کرد چنگال تیز
برون باید بزیارت گهی / ولی گشته ویران و غار تهی
بسرهنگ را گفت کانجا رود / شبانگاه تا صبح دم نغنوید
بشب هر که آید و گر آن منم / کشیدش بخون کان عدو دشمنم
وز آن پس پسر را بر خواند و گفت / که اکنون که با ما شدی یار و جفت

زیارتگهی هست نزدیک ما — که روشن کند جان تاریک ما
بباید هم امشب بدانجا روی — زیارت کنی تا سحر نغنوی
یکی طاس حلوا بهمره بری — بمسکین دهی و نیاز آوری
پذیرفت برنا و آمد برون — بکامش بد اندیش او رهنمون
شبانگه برون رفت از خانه خویش — یکی طاس حلوا نهان زیر کش
بره پور دستورش آمد به پیش — بپرسید و گفتش همه حال خویش
بگفتا غریبی تو در این دیار — بنجان باز رو طاس با من گذار
من امشب بجای تو آنجا روم — نیاز آورم تا سحر نغنوم
جوان شد چو آن بخت هم باز شد — بهم خوابه تازه دمساز شد
خبر شد بدستور کان پور او — بجای پسر شد بد دستور او
سراپا برهنه برون شد دوان — شد اندر پی راه و پور جوان
مگر تا ز دستانش آگه کند — از و دست تقدیر کوته کند
چو آمد کشیدند زارش تن بخون — بچاهی که خود کند شد سرنگون
پدر با پسر هر دو در خون طپید — جهان تا که فند این شگفتی ندید
وز این سو شه هند در خواب ناز — بگوشش دلش آمد از غیب از
که بدرود ساز این سرای سپنج — بدانا ده دستور و ده تاج و گنج
مجرد شو و راه افلاک گیر — بچشم اندر این کاخ را خاک گیر
ملکزاده چون بخت دشمن بخواب — که شد بخت بیدار و گفتا شتاب
بدرگاه شه شو که شاهی تو راست — ازین پس زمه تا بماهی تو راست
ملکزاده بر جست آمد بشاه — بدو شاد بسپرد تخت و کلاه
بزرگانش سر بر زمین سودند — باواز دریا آفرین آمدند

نه هرکس سزاوار شاهی بود | بلی کدخدائی خدائی بود
بپرخواند دستور را با پسر | بجستند و نامد از ایشان خبر
بسوی زیارتگه آمد شتاب | طپان دید در خون دو پور و باب
از ایشان بجز نیم جانی نبود | به تن شان تو گفتی روانی نبود
چو پیدا شد آن مکر دستور بود | که خصم خود و آفت پور بود
اگرچه ازو بهره بیداد داشت | همه ناجوانمردیش یاد داشت
گذشته بدل در نیاورد مرد | براو بر ببخشود و تیمار خورد
بدل گفت وقت جوانمردی است | نه هنگام بیداد و دلسردی است
بداد من جز به نیکی نبود | بد او چه جویم چو نیکی نبود
همانجا نشست و پزشکان بجست | بدست خود آن زخمها را بشست
بسی خورد تیمار بهبود شان | چو بهبود شان دید بخشود شان
جوانمرد دشمن بآزرم گشت | نگشتش بشمشیر و از شرم گشت
چو خصم آنچنان دید شد یار او | بصد جان و دل شد پرستار او
شه از آنچه بودش فزون پایه ساخت | بدستوری خویش او را نواخت
پدرخوانده را خواند و اکرام کرد | همان مزد دستوریش انعام کرد
کسی کو ببدخواه نیکی نمود | به نیکی رسان کار او تا چه بود
فتوت کلید در دولت ست | که دولت باندازه همت ست
بهشت جوانمرد هم خوی اوست | بهشتی بود هرکه در کوی اوست
نی گویمت در جهان فرد باش | جهانجوی باش و جوانمرد باش
بدخلق بر خویشتن مپسند و بس | بد خویش مپسند هرگز بکس
بده ساقی آن کیمیای قلوب | که هر بد کند نیک و هر زشت خوب

اگر ناکه از سرخ برو زردیم — کند سرخ روی جوانمردیم

در بیان خاموشی گزیدن از گفتن سخن بباعث عدم توجهی سامعان نغز و لحن و ترغیب حضرت ازسرنود آمدن زین فن

چه خاموشی ای مرد دستانسرای — بکش نغمهٔ تازه جان فزای

تو خاموشی و نو بهاران گذشت — برین خامشی روزگاران گذشت

جهان در گذشت از بگشا نفس — که بگذشته ناید دگر باز پس

نه پیوسته شاخ آورد بید مشک — که این باغ خرم بود گاه خشک

بسی بود خواهی ز گفتن خموش — چو باشد مجالی برآور خروش

چو در جام داری می خوشگوار — چرا رنجه داری روان از خمار

چو لوح و قلم زیر فرمان تست — سخن گوی اکنون که دوران تست

شب دوش خصمم درآمد ز در — بزانو مرا دید بنهاده سر

نه کلکم بدست و نه دفتر به پیش — نشسته چو شرمندگان سر به پیش

بگو گفت کز چیست پروای تو — چه شد تا دگرگونه شد رای تو

نگوئی چرا قصه از هر دری — نه از شهریاری نه از دلبری

ز بزم وصالت چرا دل گرفت — دل از بزم وصلت گرفت این شگفت

زان انجمنهای انجم فروز — بخوان تا شبی خوش برآریم روز

ز اندرز شاهان چه داری بیاد — که آشفته می بینیم این روزگار

جهانی پریشان و درهم شود — چو اندرز کار آگهان کم شود

بدو گفتم ای سالخورد جوان — که داری به پیری و آتش جوان

بسی گفتم اما ز نشنفت کس — ببستم نفس تا نگویند بس

چرا لب نه بندم ز گفت و شنود — که گفته زیانست و ناگفته سود

بسی رنج بردم به بهبودشان | چو دیدم برنج اندر افزودشان

ز دانش چرا برنه بندم نفس | که نه خویش ازان سود بردم نه کس

با فتادگان گویم و نشنوند | کجا سرفرازان بدان بگروند

تو آن خسرو ترک بنگر چه گفت | در آن دم که اندرز سعدی شنفت

گدائی که مغزش ز دانش تهی است | نشاید از نصیحت کند ز ابلهی است

چرا پند شاهان سرائیم همی | در طعنه بر خود گشائیم همی

خضر گفت کز گفته لب بر مبند | بمفلس در گنج گوهر مبند

نبی را که از سنگ گوهر شکست | ببردم در درج گوهر نه بست

اگر پند گوئی مشو مزد جوی | لب پند بگشای و بی مزد گوی

نه دریا که گوهر ز پایاب داد | بامیدی آن گوهر ناب داد

نه خورشید کان بر نوا فشان کند | زمانه بامید رخشان کند

ز نشنیدن کس بهانه مساز | که گوش نیوشندگانست باز

وگر نشنوند از تو اندرز و پند | بگوی و به پیشینیانش ببند

من از هند و آرم یکی داستان | سرشته دران دانش باستان

که شاهی شدست از تهی از جوی | بگویم ترا بشنو و باز گوی

مخور غم گر این انجمن شد دراز | ازین انجمن انجمن ها بساز

چو گنج گهر بنودت گو مباش | سخن گوی و بر عالمی گنج پاش

اگر خود یکی گوهرت را نخواست | در گنج گفتار بستن خطاست

جهانی خریدار این گوهرند | تو بگشای و بنگر که چون میبرند

داستان شاه هندوستان از زبان خضر [illegible]

خضر گفت در ملک هندوستان | شهی بود کشور به نیروستان

خدیوی کرم گستر و دادگر — به نیکی ز خورشید مشهورتر

نبود از کف دست گوهرفشان — چو عنقا بهوشش ز مسکین نشان

جهانی برآسود از داد او — فلک بندهٔ طبع آزاد او

دو فرزند بودش چو خورشید و ماه — سزاوار شاهی و تخت و کلاه

خردمند و دانادل و هوشیار — هنرپیشه و راد و پرهیزکار

بفرهنگ بیش و بسال اندکی — بصورت دو اما به معنی یکی

دو چشمند گفتی که طاقند و جفت — که بی دیگری دیگری می نخفت

سرآورده چون دست با یکدگر — تو گفتی دو ابروست با یکدگر

چه خوش کرد یاری یاری سؤال — چه خوشتر جواب وی اندر مقال

بگفتا برادرت به یا رفیق — بگفتا برادر نه آنگه رفیق

برادر گر او جان برادر بود — بشمشیر بران برابر بود

رفیق از بد افتد نخواهد ترا — برادر چو بد گشت بکاهد ترا

مع القصه چون شه برفت از جهان — جهان نیم ازین یک شد و نیم از آن

چو رفتار هر یک بدلخواه بود — دو کشور شد اما یکی شاه بود

زمانه برین سالیان برگذشت — که تا حال ایشان دگرگونه گشت

شبستان هر یک ز زن گشت پر — جهان پر صدف شد صدف پر ز در

چو زن شد فزون زاده افزون شود — چو افزون شود دل پر از خون شود

که هر یک ز طبع دگر زاده اند — بکین جستن خویش آماده اند

چه زن در شبستان چه خون در بدن — چو افزون شود کاهش آرد به تن

چو کار ممالک بدیشان فتاد — همه ملک ایشان پریشان فتاد

فتاده بسهم هر یک از چپ و راست — که ملک بجا مانده تنها مراست

ولی هرچه از پور کهتر بدند ‌‌ ز مهتر بفرهنگ بهتر بدند
ولی با خدا آشنا داشتند ‌‌ ز انصاف گیتی بپا داشتند
چو مهتر نژادان ز کبر و منی ‌‌ گرفتند آئین آهرمنی
از ایشان خداوند بیزار شد ‌‌ ز رحمت بافتادگان یار شد
اگر سرکشیم و اگر بنده ایم ‌‌ همه کردهٔ آفریننده ایم
ولی سرکشی کار اهرمن است ‌‌ که مر آفریننده را دشمن است
سرافرازی اندر سرافکندگی است ‌‌ نشان سرافکندگی بندگی است
چو فرزند گیرد خلاف پدر ‌‌ پدر را زیانست و خود را ضرر
که مخلوق را چون چنین است کار ‌‌ کجا بنده و کو خداوندگار
چو شد ملک در پنجهٔ کهتران ‌‌ بپیچید سر پنجهٔ مهتران
بسودند سر بر سپهر بلند ‌‌ سر سرکشان شان در آمد ببند
یکی زان اسیران که در بند بود ‌‌ هشیوار مردی خردمند بود
بسی کرده بد جهد از رای راست ‌‌ که کین از میان خیزد و بر نخاست
از ایرا که با هر دو پیوند داشت ‌‌ ز هر یک جدا جان خرسند داشت
بهر یک دل از مهر افروخته ‌‌ هنرهای مردی بیاموخته
چو ناچار شد راه ایشان گذاشت ‌‌ بهمراه آنان علم بر فراشت
سرانجام بد نیک دانسته بود ‌‌ چه دانی به بیهوده بازی چه سود
خرد نیز آیینه بود صاف ‌‌ نشد تیره ز آمیزش کبر و لاف
چو آیینه با زنگ جست اتصال ‌‌ چه فرقست آیینه را با سفال
گهر از [illegible] ار نه گویا بود ‌‌ کم از پشک مشک ار نه بویا بود
[illegible] در گذار ‌‌ چه بهتر از سود و نه بهبود بکار

ولی جمله تدبیرها گشت سست | بی آنکه تقدیری آید درست
خردمند را نیز تدبیر بود | ولی سخرهٔ دست تقدیر بود
به نیروی دانش بسی چاره کرد | ولی چاره بیرون بد از دست مرد
شه آموزگارش چو در بند دید | ز شادی بر ویش چو گل بشکفید
هم او را و هم حق او را شناخت | بصد لابه از بندش آزاد ساخت
به پیش خودش خواند و اکرام کرد | ز احسان رمیده دلی رام کرد
چو روشن روان دید اکرام او | دوباره در افتاد در دام او
زمین بوسه زد گفت کای شهریار | مبادی تو رنجه از بد روزگار
ز چشم بدت باد اختر سپند | بکام تو زهر جهان باد قند
بشکرانهٔ این همه آب و جاه | یکی گنج دارم سزاوار شاه
گهرهاست در وی همه شاهوار | به پای شهش کرد خواهم نثار
شهنشه بگفت محتاج گوهر نیم | چنان دان که سالار کشور منم
یکی بند بگشای از گنج پند | که آن گنج جوید دل هوشمند
نپندارم آن گنج کاندوختی | بجز گنج دانش که آموختی
گر آن گنج داری بیاور بیار | که آن گنج بهتر بر شهریار
ببخشنده دانا و پروش [illegible] | که دانم نداری بگو بر بیار
مرا نیز این گنج مقصود بود | که این گنج مر شاه را سود بود
ولی در جهان ماندنم دیر شد | دل از بود و نمود جهان سیر شد
به تن زخمهائی دارم چنانک | که در خود نبینم توان [illegible]
اگر مهلتی یابم از روزگار | بگویم تو را آنچه آید بکار
تو بشنو ولا آنچه گفتند باز | نپنداری آن [illegible]

نخستین بدو گفت کای شهریار / دل خود همیشه به یزدان سپار
گر از پاک یزدان فرامش کنی / چراغ دل خویش خامش کنی
سحرگه چو برداری از خواب سر / نیایش ببر بر در دادگر
چو بر درگه ایزدی رخ کنی / بجو در روز آینده فرخ کنی
درون از همه آلایشی پاک دار / بر دادگر چهره بر خاک دار
که از خاکی و خاک خواهی شدن / چو پاک آمدی پاک خواهی شدن
دگر مرد بیکاره را خوار دار / که بیکار مردم نیاید به کار
به بیکار مردم خدا دشمن است / گرا پیشه نیست اهرمن ست
ندیدم به از مردم پیشه ور / خداوند را بنده بی ضرر
شناسد که یزدان دهد نان او / کم و بیش و آمد بفرمان او
ولی داشت پیوسته خود را بکار / که خوش نیست تن پرور مفت خوار
هر آنکس که بینی بکاری سزاست / اگر خود رعیت و گر پادشاست
شه و عالم و لشکر و پیشه ور / همه هر یکی راست کاری دگر
بگویم ز شاهان چه باید نخست / بود عهد و پیمان و گفت درست
دروغ از همه بد ز شاهان بتر / گز آن عالمی راست بیم خطر
که هر پیشه را که سلطان کند / رعیت بناچار نیز آن کند
اگر از رعیت زیانی رسد / زیانش کجا بر جهانی رسد
ز شاهان گر آید یکی ناپسند / جهانی برنج و بمحنت رسند
دگر پیشه خسروان بخشش است / گز این پیشه دلها بشان خوش است
بود شه یکی چشمه خوشگوار / همه تشنگان گردش از هر کنار
بجوشد چو برداری از چشمه آب / وگرنه بجوشد شود چون سراب

چه باید بگل چشمه انباشتن | که آبش فزاید ز برداشتن

وگر شاه را خشم کارست و مهر | کز این هر دو برخاست دور سپهر

چو شه جمله خشم است غوغا شود | وگر مهر بس فتنه برپا شود

جهاندار باید بطبع جهان | که گاهی بهار است وگاهی خزان

چو یکسر زمستان است پالیز نیست | وگر جمله گرما بود نیز نیست

ولی باید مکس خشم چندان کند | که خود را نه آخر پشیمان کند

جهان دار را بیم و امید به | گهی قند وگه برابر وگره

ازین هر دو چون هر یکی در محل | نباشد بملک اندر افتد خلل

نباید به نرمی فزود از نخست | که کاهل شمارند او را و سست

وگرنه چو بشناختندش سلیم | گر آتش شود زو ندازند بیم

وگر نیز یکسر بود خشمناک | ازو خلق دایم بترسند و باک

بدربار او ره نجوید کسے | باو راز کشور نگوید کسی

وگر لازم آید جهان دار را | که راند ز کشور تبه کار را

تبه گشت چون در تن آمیزشی | بدار و ست درمان و خونریزشی

یکی چون تباهی بود خوی او | زاندرز و بیم است داروی او

وگر زین دو از سر نرفتش ستیز | چو خون تباه است خونش بریز

اگرچه بود خویش و پیوند و زن | چو عضو تباه است او را بزن

وگر شاه را پیشه خلق نکوست | که خلق نکو سازدش خلق دوست

چو شاه جهان مهربانی کند | جهانی بر او جانفشانی کند

دل شاه با خلق اگر بد بود | بگویش که او دشمن خود بود

زبردست باز بردستان خویش | چو شد خصم شد خصم با جان خویش

که گر چرخ شان دست کینه ببست / نشینند تا او شود زیر دست

دل ما ز سینی است و رخور درست / دهد آنچه گشتیم از خوب و زشت

نه ممکن بود تخم کین کاشتن / و زاو خرمن مهر برداشتن

دگر کار شه در بر آوردن است / گزان ایمن از غارت دشمن است

سه قلعه بکار است هر شاه را / پی چاره جمله بدخواه را

یکی زان سه سازند از آب و گل / بپاش زن و مرد ترسنده دل

دگر قلعه از آهن و زر کنند / که تعبیه‌اش از جمع لشکر کنند

سوم قلعه‌شان بندگان خدا است / که سامان نیکو کار ایشان دعا است

گزین باره شان بس محکم بود / بر او دست برد کسی کم بود

چو زین بگذری قلعه لشکر است / که بنیان آن مرد کند آور است

چو این هر دو شه را مهیا بود / سوم قلعه‌اش نیز برجا بود

وگرنه بگو دست از آنهم بشوی / که از آب وز گل نخست آبروی

وگر آنچه شه را نباید بکار / زنا و قمار است و شرب شکار

که آرد فراموشی از کار ملک / از او بشکند روز بازار ملک

پی صید آهو چو شه ره کند / بگو کشور اول بی آهو کند

شکار شهان زیر کمند و سنان / دل دوستان به سر دشمنان

حریف قمار ار نه همسر بود / نه درخور د سالار کشور بود

شه آن به که بازی چنان آورد / که از همسران تاج و کشور برد

همه پیل و پیاده با اسپ و زیر / بپردازد از پادشاهان سریر

شرابی که شه را نباشد وبال / بود خون دشمن که باشد حلال

نشاطی که در خون دشمن بود / کجا در می صاف روشن بود

که سالار کشور چو هشیار نیست — زاحوال کشور خبردار نیست

از آن درد و درد سر شاه بس — می صاف شه خون بدخواه بس

که شاهد بود شاه را سازکار — یکی زن یکی دولت پایدار

یکی هرچه کم گسترش درد سر — یکی هر قدر بیش بیشش ثمر

زنج از یک چو بگذشت رنج آورد — چو کشور فزون گشت گنج آورد

دل شه ز راه خرد کم مباد — نیاز شش آن پیوند مردم مباد

که پیوند خلق است فرزند شاه — بفرزند خوش نیست پیوند شاه

شه اندر تمکین باید ارجمند — نه بسیار کوهی نه بسیار خند

که در خیره خندی سبکساری است — همه مرد را مایهٔ خواری است

بدونان عمل دادن و دستگاه — کند پایگاه بزرگی تباه

زبون پروری آفت خسروست — ز پرمایگان پشت دولت قویست

چه با دولت پادشاهی کند — چو در خانه خود تباهی کند

دگر کار شه چیست لشکر کشی — ندادن بکس مهلت سرکشی

که گر شه بی رزمش از پا نشست — بتازد بر او دشمن زیردست

چو هر روز گیرد ره تازه — از او هر کسی گیرد اندازه

و دیگر گر آرزم و تن پروری — هم او ماند از کار و هم لشکری

چه خوشتر که روزی فتی برنج — زخود رنج برگیری از خصم گنج

ز ویرانهٔ خصم دولت کشان — با آبادی بوم خود برفشان

زمال عدو گنج باید بخشاد — که در مال خود گنج باید گشاد

زمال رعیت چو مخزن نهند — بناکام آخر بدشمن دهند

بجوئی و دزد ارشته آسان گرفت — و گر کام هر [illegible] مالک توان

چو بینند که زر بر دو کیفر برد / زنش غرا گر بار دیگر نه برد

چو خر برد و بازارگان را نگشت / گر او را نگشتی جهان را بگشت

دگر شه که افزون گرفت از خراج / تو عار تنگرش و آن شه دارای تاج

بگو خیت ازین ملک بیرون برند / که ده یک ز دهقانش افزون برند

چو دهقان بیفشاند تخمی که داشت / تبه گشت ریعی نکرد آنچه کاشت

بده یک ستان گوچه خواهی از آن / که خود گشت بیچاره ده یک ستان

دگر شاه را رای زن در خور است / که از تیغ زن رای زن بهتر است

زده تن چو یک رای گشت استوار / به از تیغ شمشیر زن صد هزار

چو رای پریشان ز نا بهر کسی / بهر یک بباید فروشد بسی

ازان هرچه شه را بخاطر نشست / ببایست بگرفت و بر کار بست

ولی تا نکرده است باید نهفت / که بس رازها یار با یار گفت

مبادا یکی زان همه انجمن / نهانی بدشمن رساند سخن

بسا راز ها در میان دو یار / کزان انجمن کرد خلقی هزار

دگر شاه باید که در هر دیار / امینی فرستد گذارش بکار

ولیکن نبایستش ایمن نشست / کز اینگونه در ملک او نیز هست

خدیوان که بودند کار آگهان / ز محرم نهفتند راز نهان

بسا محرمی کت بخود تنگری است / چو خویش بنگری محرم دیگری است

من از محرمان بیش گشتم نفور / که زخمم ز نزدیک آید نه دور

چنین خواندم از داد گستر نهان / که شه بخش کردند خلق جهان

یکی اهل دانش دگر لشکری است / سوم هر کرا پیشه صنعتگری است

بود هر یکی پیشه را سزا / که آن دیگری را نباشد روا

ازین هر سه هر یک نکو بنگری / نباید گرفتن ره دیگری

فقیه ار کند ساز سامان جنگ / کند ملک ویران شود نام ننگ

چو سازد قناعت کند لشکری / تبه سازد آیین دانشوری

دگر راه اینان رود پیشه ور / بخلقی زیانست و بر خود ضرر

شنیدم که در عهد نوشیروان / یکی مایه ور بود بازارگان

زر و سیم بسیار در بند او / ولی از یک افزون نه فرزند او

بسر داشت سودای کار پسر / که سودای سود اش بود بسر

نمیخواست بازارگانی کند / که با مسکنت زندگانی کند

بدستوری پاک دستور شاه / بسلک دبیران همی جست راه

ولی دست از امید دستور شست / که کامی نه بر وفق دستور جست

چو نومید شد زآرزوی که داشت / نشست و نظر سوی حکمت گماشت

ولی خواست بستن شه نیکبخت / که بر خلق آسان شود راه سخت

ولی خویش را باز از آن کار داشت / که زر کم بد و کار بسیار داشت

چو بازارگان روز فرصت بیافت / بدربار سلطان ایران شتافت

ز شه در پذیرفت آن مایه زر / که شاهش بخدمت پذیرد پسر

پذیرفت سیم و نپذرفت شاه / بگفتا شود کار کشور تباه

تو خواهی که پور تو گردد دبیر / دبیر از آیین گشت گردد وزیر

چو دستوری شه کند پور تو / نپوید رهی جز بدستور تو

تو چو جز بنباشتی سیم و زر / ز هر دار بخششی چه داری خبر

تو بازارگانی و از مشتری / شوی شاد آنگه که سودی بری

رعیت کجا سر بفرمان نهند / چو اندک ستانند و افزون دهند

بلی با دشاهان که سنجیده اند — بدو نیک کشور چنین دیده اند
وصال ار چنین نظم همچون گهر — نثار دو آزاده بد در نظر
دو زیبنده تاج و تخت و نگین — خداوند شیراز و کرمان زمین
دو دُرّ گرانمایه از یک صدف — سپهر جلال آفتاب شرف
بفرق فلک زیب چون فرقدین — حسن شاه غازی و سلطان حسین
یکی آفتابی در ایوان بزم — یکی شرزه شیری بمیدان رزم
یکی جوهر خنجرش جان گزای — یکی گوهر افسرش چرخ سای
یکی زیوری تخت جمشید را — یکی زینتی تاج خورشید را
خرد گفت رسوائی خود مخواه — کز اختر کنی زینت مهر و ماه
که گفتت گهر سوی عمان فرست — و یا ریزه زی ملک کرمان فرست
تو خود را به بیهوده رنجه مساز — که هستند زاندرز تو بی نیاز
دو آزاده کز اختر رهنمای — کتابیست هر یک ز فرهنگ و رای
بود آئین ایشان کشور از جوی — چو هستی باندرز شاهان بگوی
بلی گفتم این هر دو فرزانه شاه — شنودند از بخردان رسم و راه
بآئین نیکان پذیرا شدند — بآئین نو کشور آرا شدند
کنون هر قدر پایه شان بیشتر — باندرز درویش درویش تر
نه بازار کانی که کالا خرید — همان را خرد کاندرو سود دید
متاع من ار هست ناسودمند — زیانی ندارد که واپس دهند
بیا ساقی آن سود سودائیان — که هیچش ندیدم ز سود و زیان

بده تا ز سود و زیان وارهم
ز تشویش سودائیان وارهم

خطاب بقلم راستی ضمیر و تنبیه برین معنی که تا از حقیقت حال پیشین نکند رقم و بسوی مطلوب خود توجه آرد بهر دم

بیا خامه از سر فنه سرکشی — مکن با چو من خاکی آتشی
کجی را بنه راستی پیشه کن — ز تیغ یل ترک اندیشه کن
سخنهای پیشینه هرگز مگوی — سخن غیر فتح سپیدز مگوی
که این رزم رزم دلیران بود — نه ناورد پیلان و شیران بود
نمیگویم از هفت خوان آن گوی — ز نیروی کرد جوان بازگوی
سپیدز که گردون بگردون کشید — حصاری ست گفتی خدا آفرید
تهمتن بباز ارگانی کشود — وی از نیروی پهلوانی کشود
بر قصه هفت خوان را ز یاد — که بگذشته هیچ است نابوده باد
اگر رستمی هفت خوانی گرفت — بزرگ زمین آسمانی گرفت
بلی آسمانی بود بر زمین — گرت نیست باور بیا و ببین
خطا گفتم این کهکشان راه اوست — بلند آسمان تا کمرگاه اوست
مگو غیر بهرام گردون نورد — ز ترکان کسی ره بگردون نکرد
که سالار ترکان حصاری گرفت — که بهرام ازو ماند اندر شگفت
حصاریست سر برده بر اوج ماه — ز بیمودنش خسته پیک نگاه
هر آنکس که آسمان بگردون سود — ندانم بر آن کوه سیر چون نمود
نشیمن گهی بد بر آن کوه سر — سه فرسنگ ره دور آن بیشتر
بر او وزه بیاری ستاره نبود — نیازش به برج و باره نبود
جز آن ترک یل کو برافراخت چهر — بر او از بلندی بتابید مهر
بر آن کوه سر جای اختر گیست — که رخشنده پیکان تیر وی است

براو بر شدن کار هر کس نبود … اگر زفت کس غیر کرکس نبود

ازان زفت کرکس بر آن کوه سر … که بر طایر ملک شش بست پر

بر آو رهزنی کرد جای نشست … نخستین بباز رگان راه بست

چو شد مایه ور گشت کردش کروه … ز انبوه دزدان بر آن تیغ کوه

چو کارش ازان پایه بالا گرفت … بشد سیلی و راه صحرا گرفت

با وار مغان آمد از هر دیار … که بخشید بر ایشان بجان زینهار

چه خوش گفت گوینده نیک رای … که بر جانش باد آفرین از خدای

سر چشمه شاید گرفتن به بیل … چو پر شد نشاید گذشتن به پیل

ز نشنیدن ناله دادخواه … بکلی طمع کرد در ملک شاه

به پور شهنشاه شد جای تنگ … نماندش در آن بوم جای درنگ

ز رهی شد چو در پارس آورد رو … ز شه کس نپرداخت بر کار او

چو نمود از و هیچکس باز جست … قوی تر شد آن شاخ کرکس برست

ز هر سو فراهم شد اسباب او … چنان شد که کس را نبد تاب او

بکشور ز هر سو سپه تاختی … همه کشور شه تبه ساختی

بلی هر که او را حصاری چنانست … نترسد ز کس گر همه آسمانست

بسی بیم و امیدش آمد ز شاه … که آید براه و نیاید براه

تهی مغز را سر پر از باده بود … وزان بیم و امید آزاده بود

چو پایان کارش ز اندازه شد … همه کشور از وی پر آوازه شد

سوی نیو پیل شد اشارت ز شاه … که از دیو پرداز د آن جایگاه

بفرمودکان لاف خود لشکری … نخواهد بد از امتحانی بری

براو ر چاره [illegible] چون یک [illegible] … همه چاره [illegible] ملک [illegible]

کنون گاه مردی و جانبازی است / ز بیگانگان ملک پردازی است

همه بر سپید از کمین آورید / بلندی آسمان بر زمین آورید

بکوشید وان قلعه ویران کنید / کنام پلنگان و شیران کنید

چو فرمان سالار خواند ایلخان / بسر زد چو دامان کین بر میان

ولی چون خردمند و سنجیده بود / بکیش و بدانش پسندیده بود

نمی جست بیهوده کین توختن / چو آتش نبد کار او سوختن

بدشمن فرستاد و اندرز کرد / که شرط است اندرز زانگه نبرد

بشد لشکر آرای با سی سوار / بدان کاورد در ره آن نابکار

چو آمد بدر گرد لشکرشکن / بسی تلخ و شیرینیش اندر سخن

پذیره شدش پیش سالار لر / سر از مغز خالی دل از کینه پر

پرستش گری را بپای ایستاد / وزان پس بلابه زبان برگشاد

نخستین بپرسیدش از ایلخان / که چون است آن راد سرو روان

که از دور گردون مبادا گزند / گزندش مبادا ز سپهر بلند

هم از پهلو ترک پرسید باز / ز کهتر برادرش آن سرفراز

که دل را نیاز است بر چهرشان / درونم بیاکنده از مهرشان

جهان دارو اند که تا زنده ام / بدین دودمان کمترین بنده ام

تو ای نامور پهلو کامگار / قدم رنجه کردی درین کوهسار

اگرچه مرا دیده بر راه بود / نیازم بدین چهره دلخواه بود

ولی خدمتی داشت گر پهلوان / نبایست خود رنجه کردن روان

مرا خواند بایستی نامور / که تا کردمی پای خود را ز سر

[illegible] گفت کز مهر سرش / ترا خواندمی ای نکو پیشه [illegible]

خود آید زمی آمدم بی شکی
فرستادمی زین سواران یکی

ولی حکم شه رفته بر ایلخان
بمن زایلخان سرفراز جهان

درین خدمت ار کردمی پا ز سر
زمن بنده خود نبود این قدر

برادرم ار گفته آن نامدار
نه از خود بفرموده شهریار

که چندیست کامد بشاه این خبر
که از راه خدمت کشیدی تو سر

همی نسپری راه خدمتگری
سرکشی داری و خودسری

دلیری بآزار بیچارگان
ببردی بسی مال بازارگان

ز تو رسم نامردمی تازه شد
ز جور تو گیتی پر آوازه شد

اگر تهمت است این ز تهمت ورای
ازین کوه سر بر در داور آی

که گر تهمت است این شبهت بر کشد
وگر راست است از تو کیفر کشد

ولی گر بپای خود آیی بشاه
ز شاه ایلخانت بخواهد گناه

وگرنه نشت زین دژ آرم برون
برانم ازین کوه سیلاب خون

بخندید و سلت پر از تاب کرد
وزان پس بگفتا ای سرافراز مرد

سه سال است تا من بر این کوه سر
گهی سبز مردم برم گاه زر

شهنشاه ایران بدین ره گذشت
نپرسید و زین راز آگه نگشت

خبر شد ز من حکم فرمای فارس
تو گفتی ورا نیست پروای فارس

کنون ایلخان میکند بازخواست
کی اینها بآئین ایلی رواست

ز شاه و شهنشه مرا باک نیست
که با شاه کشور دلم پاک نیست

باین مردم و باره و بار کی
سپارم چرا دل بآواز کی

بر این جز ز کار خود بود دست بس
که من دل بهر اندیشه دارم ز کس

تو این دژ که بینی کشیده بماه
کسی را براو بر شدن نیست ره

مگر زنده گردد دل سیستان — و پادشاه تیمور گیتی ستان
وگر هر کرا باشد آهنگ من — کجا گیرد این قلعه از چنگ من
گو زابل آنروز این شهر شود — که سامان گیتی دگرگونه بود
نبوده ست در عهد پیشین نهنگ — که بودی دگرگونه آئین جنگ
کنون گر همه دشت رستم بود — جهان سربسر سام نیرم شود
بده تن کماندار چالاک ست — کنم هر کرا هست چون خاک پست
چو تیمور بندد میان رزم را — کشد انده دشت و خوارزم را
بر ایشان چنان آتش افشان کنم — که انبوه ایشان پریشان کنم
ولی گر کند پهلوان مهتری — ازو مهتری وز ما کهتری
بکوشیم و برخود فزایش کنیم — چرا دیگران را ستایش کنیم
زبردست گردد چرا زیردست — شود آسمان ازچه چون خاک پست
سرافراز یل کاین سخنها شنید — بپیچید و روشن دلش بردمید
ازان هیچ پاسخ نگفتنش — وزان بی ادب نام شه بردنش
همی دست بردی بشمشیر تیز — کزان پیکرش را کند ریز ریز
بخود گفت زنهار خامی مکن — فرستاده را ناتمامی مکن
زمانه دو سازست و در دست — بآخر شود موسم بازجست
دگر ره باندرز نغز و پند — نیامد نگون بخت را سودمند
سوم ره بتلخی زبان برگشاد — که ای ناجوانمرد ناپاک زاد
چه با شاه ایران کنی داوری — کز اختر مبادا ترا یاوری
ازین پشته گل چه پستی کنی — که با شاه ایران درشتی کنی
شه اسپیدزار بر سپهر بلند — به نیروی اختر شوی شهربند

بیاپایان تورا دستگیر آورم — بخم کمندت اسیر آورم
تو خود را ازین قلعه سر در مبین — گزاین توده بسیار دارد زمین
هزاران چو من شاه دارد سوار — که هر یک بند با سواری هزار
کفی خاک هر یک ازین توده خاک — اگر باز گیرند گردد مغاک
من اید زباندر زو نپید آدم — فرستاده گی پای بند آمدم
نبودی اگر تیغ من در نیام — زبان تو زینسان نگشتی بکام
درشتی بر مرد خسرو پرست — مکن بیش ازین تا زبانت هست
تو با ایلخان چون مدارا کنی — که با شاه کین آشکارا کنی
نه آن پهلو ترک رفت ازمیان — که در بندگی بود پیش سالیان
همه بندگان در خسروند — چه خواهد شد ار این سخن بشنوند
مرا پاس ایلی عنان گیر بود — چو نشنیدی آنرا که گفتم چه سود
کنون رزم را یکسر آماده باش — بلندی نمی خواهی افتاده باش
بیک هفته ماند اندران کوه سر — بگشت و به پیمودان بوم و بر
بهشتم بیامد بسالار گفت — همه هر چه دید آشکار و نهفت
نشست ایلخان بر در شهریار — ز نو جست دستوری کارزار
که گر رای شاه است جنگ آوریم — وگر نیست فرمان درنگ آوریم
بهر چه ازجهاندار فرمان رسد — همه گوش داریم تا آن رسد
وزین سو بد اندیش بی نام و ننگ — بمکر و بحیلت برافراخت جنگ
نبشته نامه از در بندگی — فرستاد و اظهار شرمندگی
شکایت نبشته برده از ایلخان — که دارد سر سرکشی در نهان
کنون یکنظر پیش پا ننگرد — ز ایران کسی را بکس نشمرد

گر این دژ بیضا و جنگ او — چنان دان که کس نیست همسنگ او
صلاح آنچنان بینم ای شهریار — که شه داردش باز ازین گیرودار
بدست من این بوم و بر بسپرد — بدو نیکش از چشم من ننگرد
برآوردم این رازها از نهفت — بگفتم بشاه آنچه بایست گفت
بود شوم نزد خسرو رای زن — وزان شوم تر دشمن راز زن
فشند پیش شه کار او با فروغ — که فرق است از راستی تا دروغ
دو فرمان رسید از در شهریار — بآن کس بگیر و باین کش سپار
یل ترک لشکر بآن قلعه تاخت — نگین بداندیش را حلقه ساخت
ز ترکان بهمراه او شش هزار — همه گرد و جوینده کارزار
سه فرسخ برادرش همراه بود — که هر یک بجانش هواخواه بود
یکی فرسخ اسپهبد رادلو — که در رزم کوهی به بنیاد بود
یلی پر دلی راد پرمایه — بفر همی آسمان پایه
فلک را مدارست با خنجرش — که خصم ستاره است هر گوهرش
عدو بجهد از نوک تیرش بفن — چو از پیش تیر شهاب اهرمن
کند آتش از آب تیغش حذر — که در سنگ و آهن فرو برده سر
ندانسته کان آتش آبدار — نماید ز آب و ز آتش گذار
دگر لشکر آرای پیروز جنگ — که آسوده از وی نخسپد پلنگ
جوانی ببالا چو سرو روان — تبه بیر پیر و به نیرو جوان
سپهری بفر آفتابی بچهر — ببالای رخش آفتاب و سپهر
شود هم نبرد ار بچرخ کبود — بزیر آردش همچو پیشین فرود
از اندام کش از عهد بگشاده دست — بمردی دگر دست او کس نبست

اگر دشت یکسر شود نیزه‌دار   درآید چو شیری که در بیشه‌زار
سموم شدیده فش نیو خنجرگذار   سپهر بزرگی یل نامدار
جوانی هشیوار و راد و سترگ   بخردی تبدبیر پیران ترک
که در چشم او رزم چون بزم بود   تو گفتی همه کام او رزم بود
یکایک ز اسباب و سامان جنگ   سنان داشتندی و تیغ و تفنگ
نه خود و سپرشان نه برگستوان   نه پروای پاس تن پهلوان
نه مغفر بسر نه بتن جوشنا   نه دپوش چون آئینه روشنا
تو گفتی که با تیغ بازی کنند   بجان باختن کارسازی کنند
بهمراه هر یک ز گردان هزار   ستیزنده یا اژدر شعله‌بار
پس پشت شان بود سالار ترک   یل شیردل ایلخان سترگ
دو باره هزارش بهمراه مرد   نهفته رخ ماه گردون بگرد
بلند اختری دور از چشم بد   همه تن توان و همه دل خرد
برخش اندر و تیغ در مشت او   چو چرخی مه و مهر در پشت او
یکی گرز پولاد در چنگ داشت   که در پیش کوهی گران سنگ داشت
یکی باره برق تگ زیر ران   که بودش سر جنگ با آسمان
بدشتی سپه را همی راندند   کجا دشت رزمش همی خواندند
که آن دشت خاص از پی جنگ بود   ازان تا بگه نیم فرسنگ بود
بسالار گفتا سپهدار گرد   که این رزم را خوار نتوان شمرد
بلند آسمان ست این کوه نیست   بر او دست با پای انبوه نیست
بود تیره که کوه ست بر یکدگر   کسی را براو بر نباشد گذر
اگر کس چو آتش ببالا رود   کجا بر فراز ثریا رود

گران سنگها در کمرگاه اوست / هلاک جهانی بهمراه اوست

کند هر یکی خصم اگر زآن رها / بساید اگر پیل اگر اژدها

بهر جا توانند با جنگ رفت / برآورده آن با کج و سنگ رفت

کس از بس بیرد تا کمرگاه او / نباشد فراتر شدن راه او

بر او مرد اگر باز اگر کرکس است / یکی از هزاران برآید کس است

بدو چار راه است باریک تنگ / بود چار دروازه از آهن سنگ

سپه شیر و زرین کلاه است آن / دو دیگر شتر خواب با گلستان

همین جای لشکر فرود آوریم / ازین سرزمین بیشتر نگذریم

بهر روز بر کوه تاز آوریم / بشب در به بنگاه باز آوریم

بیابان به پیمیم تا چون شود / کرا دور اختر دگرگون شود

بپاسخ چنین گفت سالار باز / که این رزم گردد بما بس دراز

چو ما بر زمین خصم باشد بکوه / نگردد ز پیکار رهبر گروه

بر آن رزم اگر بگذرد سالیان / بود خصم را سود و ما را زیان

جهاندار تیمور با سی هزار / بر این گه نیارست کردن گذار

سپه چند گاهی بر این در بماند / ازان بد کز این پیشتر برنراند

اگر بر کمرگاه جنگ آوریم / بدشمن زمانه به تنگ آوریم

اگر سنگ اگر آهن آید بسر / سپه راند بالیستان تا کمر

گلستان انجو در کمرگه بود / مگر ز ایشان دست کوته شود

دو دیگر کز اینجای تا کوه سر / نیارد گلوله بر ایشان ضرر

ولی هر کمر با تفنگ و خدنگ / بر ایشان شود کار پیکار تنگ

زما انچه یکباره گردد هلاک / چو یک روز گردد تبه نیست باک

چو صد تن بیک روز کشتن دهیم / ازان به که صد روز صد تن دهیم

دو روز از لشکر و تن شد تباه / سوم روز ترسان شود رزمخواه

سپهبد پسندید این رای و گفت / که دولت نبخشند کس را بمفت

همه هرچه گفتی درست است رای / همی تا زمانه بیاید بپای

کنون هرچه گویی تو فرمان بریم / بجز راه فرمان برین نسپریم

دگر روز کاین گنبد تیزگرد / شبه را بدل کرد تا لاجورد

چو این کوه سر شد بلند آفتاب / ستاره نهان شد بزرین نقاب

سپهبد بیامد بر ایلخان / زره دامن پردلی بر میان

رخانش ببوسید سالار ترک / چنین گفت کای پهلوان سترگ

بیا خوش که فرخ بفال آمدی / به بخت و بدولت همال آمدی

زتو باد پهلوی لشکر قوی / که هم پهلوان زاد و هم پهلوی

دگر لشکر آرای لشکر پناه / میان چست بربسته آمد ز راه

ورا هم ببوسید و شاباش گفت / که جانت بروشن خرد باد جفت

هزاروی تو اختر روز باد / وزین اختر هم روز فیروز باد

دگر کهتر این گرد مهتر نژاد / بیامد بنزد برادر ستاد

ببوسیدش هر رخ پر از آب کرد / بنالید کای پاک یزدان فرد

سپاس تو چون در میان آورم / مگر جای هر موزبان آورم

که دادی شه فرخ برادر مرا / بهر نیک و بد یار و یاور مرا

گرا هیچو من در صباح امید / شه خورشید تابان بیکجا دمید

بیاراد چنین گفت کامروز جنگ / سراسر نه از بهر نامست و ننگ

بد اندیشش اثر جای نشستم بار / سخن گفته از هر دری بیشمار

ز اندیشهٔ مرد خسروپرست
بشه باز گونه نمود آنچه هست

اگرچه به بنمودن زشت و نیک
دل خسرو آیینه هست لیک

چو زانداره شد زشت گوی بدر
ز صد گفته باشد یکی را اثر

به نیروی بدگویی زشت مرد
بآیینهٔ شاه بنشسته گرد

بکوشیم تا گرد از آن گرد پاک
وگر رفت با لیستمات در بلا

دل از مهر شه باید آراستن
پس آنگه ز بدخواه کین خواستن

چو یاری دهد اختر شاهمان
کند چیره بر خصم بدخواهمان

ببایست کوشید ز انسان به شاه
تو گویی ستاده است در رزمگاه

گر از دل به مهر شه آمد گرو
هماره بود خسروش پیشرو

بگفتند و بر اسپ بستند زین
چو دریا بجنبش در آمد زمین

سوی کوه باداروگیر آمدند
چو کوه آمد از اسب زیر آمدند

برافروخت چون آتش جنگشان
چو آتش ببالا شد آهنگشان

چو آن سیل شد بر فراز از نشیب
بجود بر بلندی ز پستی ز نهیب

بسالار داد آگهی دیده‌بان
که آهنگ که کرد سیلی گران

بکینه کمر بست از آن که دلیر
چنان کاختر شوم ازین چرخ پیر

گران سنگها کرد از آن که رها
تو گفتی که بارد ز گردون بلا

ولیکن به نیروی بخت بلند
بیک تن ز ترکان نیامد گزند

به ترکان چنین گفت سالارشان
چو اندازه بگرفت از کارشان

کز این سنگها کاید از کوه سر
دلیران ما راست بیم خطر

گلوله بر ایشان نبارد گذار
بجا سنگشان آمد از کوهسار

چنین ما بنزدیک ایشان بریم
بجا با همه سستی آرند زور

ز کوشش نبایست از پا نشست / اگر چار دروازه افتد بدست

در این بود کز کوه سر شد یله / گروهی بیغمای گاو و گله

شبان شد بسالار آن راز گفت / ز یغمای دشمن سخن باز گفت

یل نامور لشکر آرای گرد / شنید و بدندان سر انگشت برد

کز این نام بهتر بود ننگ ما / که دشمن برد یغما ز چنگ ما

بهنگام سختی چو یغما کنند / در آسودگی تا چه غوغا کنند

چو با ما چنین باشد آهنگ شان / کی این دز برون آید از چنگ شان

چه باشیم زین سان ز دشمن زبون / ازو قلعهٔ او ستانیم چون

من اکنون یکی ترک تاز آورم / فزون زانچه بردند باز آورم

بگفت این و از جا برانگیخت اسپ / خروشان و جوشان چو آذرگشسپ

ز گردان بهمراه او ده سوار / برفتند شایستهٔ کارزار

رسید و همه برده واپس گرفت / روان بداندیش ازو در شگفت

درختان انبوه از پیش بود / که آنجا کمین بداندیش بود

همی تاخت چون شیر سوی رمه / پس پشت ماند آن درختان همه

برون تاخت خصم از کمین گاه جنگ / شد آتش فشان اژدهای تفنگ

عنان داد و پهلو بدامان کوه / همانجا نهان بُد ز دشمن گروه

گلوله فشاندند همچون تگرگ / بلا از پس پشت و از پیش مرگ

تبه گشت ازو چار اسپ و دو مرد / ز مردی ولی روی واپس نکرد

بدل گفت اگر روی واپس کنیم / تن خویش در کام کرکس کنیم

میان درختان شود کار سخت / که بارد گلوله چو برگ از درخت

که دشمن نهانست و ما آشکار / نخواهد شد از ما یکی رستگار

همان به که از پیش جنگ آوریم ❊ ولی گر ز شمشیر جنگ آوریم
چو خصم از پس و پیش ما در میان ❊ ز جنگ تفنگ است ما را زیان
بگفت و برآورد تیغ از نیام ❊ عنان داد بر باره تیز گام
همی راند تا در میان سپاه ❊ بسی کرد از انبوه دشمن تباه
گذر داد آن تیغ خارا شگاف ❊ ز بر تا بتی گه ز مغفر بناف
همی تیغ راند و همی در گشت ❊ چنین تا ز پیشش عدو داد پشت
به تیغ از پس و پیش لشکر شگافت ❊ ز انبوه دشمن بهامون شتافت
همی تاخت کز خصم یکسو فتاد ❊ عنان را به پیچید و باز ایستاد
چو بست از میان پهلو رزم ساز ❊ سپاه شکسته به پیوست باز
نهنگی گذر کرد گفتی بهم ❊ که لشکافت دریا و آمد بهم
پیمبر ز انگشت مه را شگافت ❊ دو نیمه شد و باز با هم شتافت
چو ایمن شد از پشت لشکر پناه ❊ به پیش سپه راند پشت سپاه
تفنگی که خواندیش لشکر شکن ❊ بکشش برد آن گرد لشکر شکن
بر ایشان بیارید همچون تگرگ ❊ همی ریخت باد خزان خشک برگ
سپهبد شد از لشکر آرا خبر ❊ بر اندیشه دل گشت و اسیمه سر
بشبرنگ بنشست و آمد براه ❊ نپرداخت کاید بهره سپاه
چنین چون خبردار گشت ایلیان ❊ بر آمد بزین تیغ کین بر میان
که بی او نبد در دل آرام شان ❊ هم او نام شان بود و هم کام شان
سپهبد میان یلی چست کرد ❊ همی تاخت و آمد بدشت نبرد
ستاده یکی دید گردش هزار ❊ همه آتش افشان برگ بهار
بجنگ اندر آورد بران برنگ ❊ نبرد بر سینه خویش امید زنگ

بر ایشان شده دشمن آتش فشان / جوی از تیغ پر آب آتش فشان
چو خود را به لشکر آرا رساند / ز نرگس بگلبرگ جوی براند
رسید از پس پشت شان ایلخان / جهنده نوندیش در زیر ران
چو فرخ برادر بدانگونه دید / پیاده شد و در برش بر کشید
دو رخسار او را ببوسید و گفت / کهای تو مبیناد بیننده خفت
سه پهلو که پهلو بر اختر زوند / بیکره بدریای لشکر زوند
بسی رزم کردند و خون ریختند / بسی خاک با خون بر آمیختند
که آن کهترین گرد لشکر پناه / بهمراه لشکر بیامد ز راه
بیک حمله شان دشمن آمد ستوه / ببالا شد آن سیل کامد ز کوه
بیک موج کان ژرف دریا فگند / خس و خاک یکسر ببالا فگند
چو لشکر شکسته ایلخان گفت باز / بباید هم اکنون شدن رزم ساز
مبادا چو بالا روند این گروه / بما سخت گردد گذشتن بکوه
بگفت این و بر شد بکوه بلند / چو جوزا حمایل بگردن فگند
سپهدار با لشکر آرایه پیش / که گیرندش آسیب بر جان خویش
همان کهترین گرد جهتر نژاد / که گردون ندارد چنان گرد یاد
سپاه از پس پشت و از پیش رو / همه رزم سازان پرخاش جو
دلیران دژم گشته زان راه سخت / در امید و بیم از یل نیک بخت
دو گام ار شدندی بچنگال و پای / ز لغزش فرود آمدندی بجای
چو موجی که برگه ز دریا شود / زند لطمه باز بر جا شود
ز بالا همه سنگ غلطان بسیر / پس پشت گرز یل نامور
نکردی کس از کوه آهنگ گشت / که بدرفتن آسانتر از بازگشت

بآسودن از هیچ بودی درنگ — همان بد که آماده گرد و تفنگ

بشد ابری از کوه بن تا کمر — همه برقش از زیر و باران ز بر

بخاک ابر باران ز گردون بود — شگفت است چون کار وارون بود

همه سیل از کُه بهامون رسید — بکُه رفته سیلی ز هامون که دید

چو سیل ببالا دمان با شکوه — ز خویشان روان گشته سیلی بکوه

از ایشان همه ژرّ پرآوازه شد — ز دشمن تهی چار دروازه شد

چو دروازه بیرون شد آهنگشان — بر آنکوه سرگشت آهنگشان

شد این چار آزاده از چارسو — وز ایشان همه ژرّ پر از گفتگو

نشستند هر یک بدروازهٔ — که گیرند از دشمن آوازهٔ

سپهبد سوی گلستان شد روان — که گل بود و آرایش گلستان

شتر خواب را لشکر آراسته است — که اشتر بود صید شیران مست

سیه شیر بگرفت شیر سفید — که با شیر خر شیر کس نارسید

بزرین کمر ماند زرین کلاه — که هست آن کمر درخور این کلاه

بهمراه هر یک ز ترکان هزار — همه آزموده بکوه و شکار

چو آسوده شد لختی از دار و گیر — سپاه از در و روبه ز بالا و زیر

شبی خوش تن آسودگی روز شد — سحرگه چو خور گیتی افروز شد

بر ایلخان شد سه روشن روان — بدان تا چه رای آورد پهلوان

سپهبد بگفتا دو روزه درنگ — نه بست از چنین خسته رفتن بجنگ

دو روزی گر آسوده ماند سپاه — ببالا باسان توان جست راه

کز اینجا فراتر شدن راه نیست — بباید فرو رفت تا چاره چیست

نه مرد اندر آن پای تبوان نهاد — نه پران عقاب و نه گردنده کو

اگر بود مان تا کنون بیم سنگ
کنون بیم سنگستان با تفنگ

چو مردور دونده کند پاس خویش
نیارد یکی گام نهاد پیش

گر از خویش بگذشت وزه پیش تار
که ماند بجا تا رود بر قرار

نه بینم درین کار رای درست
درستی همه رای و فرمان تست

پذیرفت از آن نامور ایلچیان
بدو گفت کای راور و شیر دوران

سخن هرچه گفتی همه نغز داشت
گر این که گشتن کهی نغز داشت

درین کوه اگر بیشه بودی
که چندی در آن لشکر آسودی

بدشمن کمر کار تنگ آمدی
بذر نیز راه بچنگ آمدی

ولیکن بما کار دشوار گشت
که جای اندک و مرد بسیار گشت

بشد لشکر آرا به پیش گروه
که من خود به تنها روم تا بکوه

اگر وز من بانده تشویش نیست
وگرنه گرا مرگ در پیش نیست

بگوشم که این دزد آرم بچنگ
گرم سنگ بارد بسر یا تفنگ

همی گفت و زد بر کمر دامنش
دلیران تهی چند پیرامنش

یلی شیرگیر ایستاده دلیر
سپهبد بدو گفت کاین را بگیر

گرفتش بکش مرد روشن نهاد
جوان همچنان رو ببالا نهاد

بکهسار رو کرد خندان و خوش
همان گشتش بکش برده او را بکش

بشد فرخ اسپهبد از جای خویش
گرفتش کمربند و بنشاند پیش

بگفت ای عدوی تن و جان خود
چه خواهی بجان من و جان خود

گرفتم دلیری در آویختن
چه بگشاید از خون خود ریختن

نه این کوه رزم دلیران بود
نه کام نهنگان و شیران بود

گر آسان درآئی تو سان وی
همی خون بریزی خوش نغنوی

نه مردیست بیهوده جا باختن
محالست بر آسمان تاختن

تو نا آزموده مکن هیچ کار
خرد را به هر کار در پیش دار

نخست آزمون کن ببایدش را
بنا آزموده مزن خویش را

مبر اول بجز راه گردان سپهر
وزان [illegible] بکینه [illegible] مهر

چو پایی نجوید پای گردون خرام
ز چین [illegible] سرا [illegible] ندانیست بام

مباد ار گمان تو ناید درست
بزیر افتی از بام زان [illegible] بسته

فریب زمانه مخور زینهار
که بر [illegible] و کل پیش بسته است وفا

نگیرد زمانه ز تو انتقام
بیندیش و ز پیروانه [illegible] داد

[illegible] ستش شده بود هر یک ستوه
[illegible] بود [illegible] گرو

براهی که یکتن بر آن نگرود
خردمند مردم کی آن ره رود

[illegible] آسمانی طلسمست این
گشادش بتدبیر باید زکین

براهی که اندیشه خیره ماند
به نیروی تن چون توانی رسید

پریشان بدین کوشش [illegible]
نشد یار مان اختر دلفروز

کنون چار ماهست تا خود سپاه
از اینان در این [illegible] بود کینه خواه

شدن با چنان سختی از دشت رزم
برین کوه سر [illegible] بود و بزم

کنون رزم پیش است هشیار شو
ز خواب جوانی تو بیدار شو

نه دشت است کوه است و کوهی شگرف
نه دریای آتش نه صحرای برف

نگهبانی آن را چو بارنده تیغ
گذاری مر این را بتابنده تیغ

بمانند رهتر جوان داد گوش
گرت مهتری باید اندر زنوش

گرفتند آن کوه را در میان
بکشتی هر یکی اژدهای دمان

چو گرگ گله بر آن کوهسار
فزون [illegible] از ابر زاید بهار

چو غرنده تندر ز خروشان تفنگ — چو پرنده شاهین شتابان خدنگ

ازین یک هوا پر ز تیر شهاب — وزان چرخ پنهان به زیر عقاب

ز سرب تفنگ و ز پیکان تیر — که بارید بر وی ز بالا و زیر

سپید ز تو گفتی بجوشن شده است — یکی معدن سرب و آهن شده است

بناگاه فوجی ز ترکان گروه — که جستندی از هر طرف ره بکوه

یکی راه دیدند باریک و تنگ — وزان سخت کوه از میان دو سنگ

بزیر اندر آتش خوری ژرف داشت — که زانکوه سرمایه از برف داشت

که چون آب کم گشتی از کوه سر — ببالا ببردندی از آب خور

کله نیز کردندی از گه بگه — وزان آبخور دآب خوردی کله

بیامد در آن بامداد پگاه — یکی گله با آن شبانان براه

کمین کرده ترکان برون تاختند — ببردند و گشتند و انداختند

شبانان بگشتند یکسر همه — ببردند از جنگ ایشان رمه

بسالار ترکان خبر شد که آب — دران کوه سر گشته بس کمیاب

بآن آبخورشان نیاز اوفتاد — گر ایشان ز ناخن بکار اوفتاد

بفرمودشان بستن آن راه را — چنان چون ره چاره بدخواه را

چو دشمن چنان دید آمد ستوه — سپه راند یکسر بدانسوی کوه

کمر تا ببندد ببر و افسون جنگ — همان آبخورشان در آید بچنگ

تهی شد ز دشمن چو این سوی کوه — سپهبد روان گشت خود با گروه

ز سوی دگر لشکر آرای گرد — برفت و بهمره تنی چند برد

همی تا که دشمن خبردار شد — که شیر دمنده بکهسار شد

ز نیمی از آن شعله بالا رسید — همی با سر [illegible]

بگفت آب تدبیرم اکنون چه سود / که شد دود و آتش بچرخ کبود

نمی آمد از هفت خوان باورم / همان راند دست قضا بر سرم

همی چشم چون اخترم باز بود / هم قلعه با چرخ انباز بود

ولیکن بااین دشمن چیره دست / ستاره بناید هم این نشست

همه زآسمان می نمودم حذر / زمینی قضا زآسمانی بتر

نیارست گردون مرا بست دست / ولی بود بالاتر از دست دست

کنون بایدم بیم جان داشتن / زنهار پاس روان داشتن

من این چار آزاده را تاکنون / بر دمی بسی کرده ام آزمون

دل از سنگ هنگام کینه ست شان / ولی گاه مهر آبگینه ست شان

همی گفت و آزاست تیغ و کفن / یکی را بگردن یکی را بتن

بشد تا بسالار ترکان رسید / بچشم ارغوان و برخ شنبلید

پر آزرم و در پیش افگنده سر / چو بید از دگر در بر او دگر

بگفت ای به نیرو چه گردان سپهر / همت دست کین و همت دست مهر

ازین ناسپاسی کین توختن / نه بینم سزائی بجز سوختن

زمن بارها دیده سرکشی / ندیدم ز تو رای کینه کشی

کنون نیز اگر بی گناه آمدم / مرانم که زنهار خواه آمدم

کرم برد خواهی بر شهریار / هم ایدر بکام پلنگم سپار

که من دانم و کرده زشت خویش / که با شاه دوران چه کردم ز پیش

گرم شاه اسفندیار ار کشد / دگر بخشدم شرمساری کشد

به بخشایی بر جان نالان من / بدین بسته خرد سالان من

مکن گوش هیچ آتش از من بریش / مکن با من آنرا که بینی ز خویش

سپهبد چو بشنید آمد بشرم / فرو ریخت از دیدگان آب گرم

بدرخواه با ایلخان گفت راز / سرافراز از او دربدر رفت باز

نویدی سوی شه فرستاد گفت / فرستاده آمد بگفت آنچه رفت

همی زینهارش ایلخان گفت باز / که دارد ببند با خرد و نیاز

بپاش ز خدمت کند آرزو / که شه بار گنهش را ببخشد بدو

شنید این سخن شاه گیتی نباد / ببخشود بر مرد زنهار خواه

بگفتا برو ایلخان را بگو / گز این بیشتر هرچه خواهی بجو

بگو پیش شه مرد خسرو پرست / از زینهار ... رتبه اش برتر است

بدست تو دادم کشاد و گره / نه بند و ببخش و بگیر و بده

در بیان فیروزی لشکر عدوکُش و عذرخواهی دشمن و مدح شاه ذوالمنین و از این ظفر بزم عشرت مهیا کردن

چه چندین در نامرادی زنیم / بیا تا دمی هم بشادی زنیم

نشینیم شاد و گساریم جام / درآریم سیمرغ عشرت بدام

سر زلف ساقی بدست آوریم / بنغمهای باقی شکست آوریم

بآرام دل با دلارام خویش / نشینیم و نقل و می و جام خویش

نشاید سپردن بغم خویش را / بشادی سپردن بداندیش را

تو در جام نفکن می لعل رنگ / حسود از نخواهد بگو جام سنگ

یکی انجمن دارم از عیش و نوش / اگر بر کنار و نیوشنده گوش

زنیروی اقبال و تایید بخت / وز انصاف دارای دیهیم و تخت

شه دادگر حکم فرمای فارس / بدست و بدل کشورآرای فارس

خدیوی که دست سخاپرورش / سحابیست بر مزرع کشورش

سپهری که مهر و مهش رای اوست
سپاس زمانه ز آلای اوست

چنان قدردان خسروی در جهان
ندارد ز کار آگهان کس نشان

سر دشمن و دوستش بر در است
ولی هر یکی از ره دیگر است

یکی خواست کافر نهد سر نهاد
یکی سر نهاد آنکه افسر نهاد

کسی کش کند خدمت از راستی
گراید با فزونی از کاستی

اگر مور باشد سلیمان شود
وگر ذره مهر رخشان شود

چنان کایلخان آنخداوند بخت
گرائید زی آنخداوند تخت

بصدق و صفا خدمتش پیشه کرد
بجز ایزد از کس نه اندیشه کرد

سرش را باوج ستاره رساند
مراو را بدامادی خویش خواند

بنغزی کتابم من این راز را
بطاق فلک بجسم آواز را

چنان بد که آن سرور نامور
سرافراز بگرد پدر بر پدر

بجز اهل فرهنگ و بینش نبود
برد[1]ش در آفرینش نبود

بهر خدمتی نامزد ساختش
بپیرمایگی پایه افراختش

همه کشور از وی پرآوازه شد
ز[ر] و کار کشور بر اندازه شد

بکاری که تدبیر در کار داشت
خود از فضل یزدان خم دیار داشت

بجائی که حاجت بنیروش بود
دو فرخ برادر دو بازوش بود

یکی چون بدریای لشکر زند
بدریا تو گوئی که صرصر زند

یکی چون بگردون کمین آورد
پی رخش تا پشت زین آورد

همیشه خوش این عقل و نیرو بهم
که زیبا بود دست و بازو بهم

چو شاهش چنان مصلحت کیش دید
صلاحش بدامادی خویش دید

یکی مه که زیب شبستانش بود
ز تن دلو و بلکه ز جان خویش بود

[1] دختر تکش ۱۲

یکی نازنین دخت آزاده بخت   که بد یار آن خسروانی درخت

ز چهر آفتابی جهانتاب بود   بلعل اندرون قند و خوشاب بود

ببالا چو سروی سرافراز بود   مگر سرو را میوه از ناز بود

ندیدش نگر در نقاب آفتاب   وگر دیدی از شرم بستی نقاب

دو گیسوش دام ره مهر و ماه   دو پا دام او بی سیاهی سیاه

بقد طوبی آن ماه حورا سرشت   شبستان شاه از رخش چون بهشت

وفاپرور و مهوش و دلفریب   بهشتی بقد ایلخان را نصیب

بفرموده شهریار سترگ   ببستند عقدش بسالار ترک

روان گشت کابین و جان شد جهاز   که این یک دهد وآن یک آرد ز ناز

وزان پس چنان رفت فرمان شاه   که خورشید آید سوی مهر ماه

یکی جشن برپای کرد ایلخان   که رفت از زمین طعنه بر آسمان

چراغان چنان گشت گیتی فروز   که کس باز نشناخت شب را ز روز

تو گفتی قنادیل کاندر هواست   بهر یک ستاره سپهری جداست

ویا مجلس از لالهای بلور   بود لالهزاری بدامان طور

مشاعل زده شعله بر آسمان   فلک را نجم خوشه و کهکشان

مشعبد ز بس کرد هر گون شگفت   فلک دست حیرت بدندان گرفت

همه چرخ گفتی گرفته شهاب   شده دشمن دیو دل زان کباب

ز خمپاره کان نسترن بار شد   خم آسمان نسترن زار شد

شده توپ چو زنبور آتش فشان   زده شعله در خرمن آسمان

بکاخ و شبستان و میدان و کوی   ز شادی زن و مرد در هایهوی

دهل بانگ برزد بچرخ برین   که گر جشن خواهی ببین بر زمین

یکی مهد زرین سوی کاخ شاه
ببردند و در مهد کردند ماه

دو فرخ برادرش چون شیر نر
بخدمتگذاری به بسته کمر

هم از کهتری و هم از پاس عهد
بشادی بر فتند وز زیر مهد

چو دیدند دیگر بزرگان چنین
بر فتند در زیر مهد گزین

چنین تا بایوان رسیدند باز
همه ره بساط و همه ره نیاز

رسید ایلخان و گرفتش ز مهد
بدانسان که از موم گیرند شهد

سوی منزل مشتری تافت مهر
بآزادگان مهربان شد سپهر

جهان با مهان کینه از سر نهاد
بجز خرمی آیین دیگر نهاد

یکی سالها منزل ماه جست
سوی آفتاب فلک راه جست

ببالین رنجور سر آمد طبیب
به بنگاه مهجوری آمد حبیب

فسرده تنی را بتن جان رسید
بکام خضر آب حیوان رسید

چو این دولت آمد بکاشانه اش
چراغ فلک تافت بر خانه اش

در گنجهای درم باز کرد
بشکرانه بخشیدن آغاز کرد

یکی پهن خوان کرم گسترید
که تا مرغ طوبی از او دانه چید

ز سلیش و بره آن قدر کشته شد
که تا اوج جدی و حمل آغشته شد

ز بس استخوان ریخت بالای هم
هما در هوا پر نمودی شکم

سلیمان که جستی ز یزدان همی
که روزی دهد روزی عالمی

بگستردی از پهن خوانی چنین
بیکباره شان طعمه دادی یقین

مگر بزم نزهت سرای بهشت
بدل آرزوی مهمان بهشت

بهشتی صفت مرد مهمان در او
همی یافت چیزی که کردی آرزو

هر آنکو در آن جشن خدمت نمود
درم داد و تشریف خدمت فزود

فلک دیدم و دیبه زرنگار — بگفتم ترا تا چه افتاده کار
بگفت از چه نادر خوریم وریوم — دو زهی در بن عیش چرخی بدم
بدو گفتم ای چرخ تا دیرگاه — بسیر و سفر بوده سال و ماه
پس از نوشان چشم روشن تراست — تو و دایه جهان طفل و امن تو راست
جهان را سراپای گردیده — بگو تا که عیشی چنین دیده
بگفت انچه گفتی فزون دیده ام — جهان را همه در نوردیده ام
بگیتی نه شاهی چنین دیده ام — نه مهری نه ماهی چنین دیده ام
مرا تا که یزدان بگردش بخواست — ندیدم چنین عیش یزدان گواست
بر این شاه با و آفرین خدای — که فرهنگ و بخشش بود رهنمای
چگویم چه در کرده بادشاست — تبدبیر خسرو ستاره گواست
همه پارس را بنده خویش کرد — یکی ملک بیگانه را خویش کرد
جهان را زخود کرد امیدوار — زهی قدردان خسرو حق گزار
جهان را پر از بیم امید کرد — بجود ملکت خویش جاوید کرد
همه خسرو یار این شاه باد — دلش خرم و جانش آگاه باد
همین پاک پیوند بر ایلخان — مبارک ز فر خدای جهان
چه پرسی ز تاریخش ای رازجوی — روا ز ایلخان سرافراز جوی
نگوئی که این داده دولت است — که اینها همه زاده خدمت است
به یزدان کند بنده خدمتگری — دهد مرورا آب پیغمبری
بخدمت فزای و بخدمت گرای — که خدمت بدولت بود رهنمای
چه از پاک یزدان چه سلطان را او — بخدمت توان کردن از خویش شاد
نگاه و به بیکه پرستندگی — دهد مرد را فر فرخندگی

بلی بندگان را کند ناسپاس / چو نبود ملک قدر خدمت شناس

ولی چون ملک قدر خدمت شناخت / زبان نیست گر بنده جان بباخت

وفا زاید از قدردانی و بس / بر این حرف انگشت ننهاد کس

اگر خسروی قدردانی کند / جهان بر درش جانفشانی کند

بر این ماجرا داستانی شنو / چو بنمایمت راه بی‌ره مرو

خطاب مصنف با قلم مشکین شمیم و بیان داستان رنگین رقم بضرب المثل حکایت مذکوره خوشی توام

بیا خامه گفتار را در مبند / که داری زبان خامشی تا بچند

چنین چند خامش نشینی همی / سخن گوی کز دل زدائی غمی

خموشی اگرچه ره بخرد است / ولی جای گفتن خموشی بد است

بریده سری را بهانه مکن / مگو ناید از سر بریده سخن

تو آن سر بریده زبان آوری / که از نغز گفتار جان پروری

نه سر میزندت ز لاف و دروغ / که شمعی و زین شمع گیرد فروغ

چو از کودکی با تو خو کرده ام / تو را بر سر دست پرورده ام

کنون خوی خردی ز من وا مگیر / سخن گوی و از من سخن در پذیر

بکف بهر پیکار دارم تو را / نه بر سرکشی کار دارم تو را

گر ای خامه حل گیری از سر تو انگشت / تو را ایزدی خامه این بر تو تهمت

ستیزه مکن با خداوندگار / که در پنجه قدرت اوست کار

تو نتوانی از رای من تافت سر / چه سازد قلم در کف دادگر

گر از من شکایت کنی حق تو راست / ولی بنگیا هم من ایزد گواست

من ای خامه اندر سپاس توام / نه کافر دلم حق شناس توام

که پیوسته سر بر خطم داشتی — مرا یکزمان باز ننگذاشتی

گرت سر بریدم زبانم شدی — بآب بقا رهنمایم شدی

ولیکن منت ارجمندی دهم — سرت برم و سربلندی دهم

بگنجینهٔ خویش راهت دهم — فزون از فلک دستگاهت دهم

و راز دولت انگریزی ترند — تنن زار و لاغر بدل دردمند

چو قدر ترا باز نشناختند — نه بر پایه ات دستگه ساختند

من اینها تو را بر سر آورده ام — که بیهوده افسوس شان خورده ام

بدین داوری با تو استاده ام — به کیفر دهی داری آماده ام

یک امشب گرم سازگاری کنی — میان را به بندی و یاری کنی

یکی نغز هنگامه برآمیت — ز دل رنگ اندوه بزدایمت

بکارم روایات بوشهر را — شمارم ره کینه و مهر را

بهند آن سفر جستن خویش را — نخستین شمارم کم و بیش را

باندر زوانا نه پرداختن — ز دشمن همی دوست نشناختن

نشستن بپا به بودن به بند اسیر — وزان شور و غوغا دران دار و گیر

هنر وانمودن بهر ناشناس — وزان ناشناسان ندیدن سپاس

گهر عرضه کردن بآن مشتری — که ز انگشت نشناخت انگشتری

چو نشناختن ارز کالای خویش — ز دل پاک شستن تمنای خویش

وگرگونه رائی بیاراستن — بگوهر فزودن ز زر کاستن

بگیتی بمانم یکی یادگار — که زو هر کسی بازگیرد شمار

گر ای خامه این پایمردی کنی — بهم راهیم ره نوردی کنی

ازین پس ترا قدر خواهم شناخت — گرت خوار کردم نخواهم نواخت

دلا یاوری کن بدین خامه را | نگر گوهر آگین سخن نامه را
وفا خواهی از هند کم راز گوی | ز بوشهر و هنگامه آش باز گوی
ازین شکر پارسی نوش کن | شکرهای هندی فراموش کن
گزارنده راز گردان سپهر | چنین گوید از گردش ماه و مهر
که چون شد ز هجرت هزار و دویست | بر او برفزوده چهار و دویست
مرا راهی آن شد از دوستان | ببرم کنم رو به هندوستان
ازیرا که از انگریزان بسی | بایران زمین دیدم از هر کسی
همه موبد و زیرک و هوشیار | خردمند و دانا و آموزگار
هنرور نه زهر پرور همه | به نیروی دانش تناور همه
مرا بود پیوسته اندر نظر | که چندی بانیان برارم بسر
و دیگر کز اینان هنر بردمی | متاع مرا گشته بد مشتری
مع القصه بسپرد بختم شتاب | از ایران ویران به بندر خراب
همی من شتابان و همراه بخت | چنین تا به بندر کشیدم ز رخت
چه بندر یکی باغ آراسته | در و یافته انچه دل خواسته
ز هر شهر چندان که کالا بدی | فراهم در او بهر سودا بدی
ز هند و ز روم و ز چین و فرنگ | بر هر وز کالا شده راه تنگ
ولی جای تسبیح شان از فروش | بگوش ملائک رسیدی خروش
بزرگش که دریا خداوند بود | بدیدار من جانش خرسند بود
روان از دل و دست آن نامدار | دو دریای جوشان به دریا کنار
اگر هر چه بودش ز خواهنده بود | هم از روی خواهنده شرمنده بود
برآورشگ بودند از هر گروه | چه اعراب دشت و چه الوار کوه

هرانچ او فزودی همی مهر و وفا — نیفزودشان جز بجور و جفا
بنزدیک آن مرز شهزادهٔ — بباغ شهی سرو آزادهٔ
که نام شهزاده تیمور بود — که از دوربینی و هش دور بود
بشیخش برآشفته کردند رای — به نیرنگ ایشان برآمد زجای
گرایان بکین از رهِ چهر شت — در اندیشهٔ کار نو شهر شد
زهر سو بیامد به شیخ آگهی — نپنداشت جز ترس و ابلهی
که از خدمت شه گزیرش نبود — بشهزاده رای ستیزش نبود
شبی بود بنشسته بر خوان خویش — تنش با تنی چند مهمان به پیش
ز خشم بداختران بی خبر — وز اندیشهٔ دشمن خیره سر
که از باره غوغا برآمد بلند — که دشمن بیکباره غارت فگند

قلعهٔ بلندی شهر دیگر ۱۲

بناگاه پیکی درآمد زراه — که اینک رسیدند شاه و سپاه

مراد از هرکاره ۱۲

سپاهی بکین برده زاختر گرو — ملک زاده تیمور شان پیشرو
چه فرمائی آتش بتوپ افگنیم — برایشان چو اهرمن آتش زنیم
ازین کار سالارشان باز داشت — همانا ولی آگه از راز داشت
همی گفت کاین رای نبود درست — کز ایران کسی کین شاهان نجست
مبادا کز این کار نادلپسند — بجان ملک زاده آید گزند
اگرچه ملک زاده طفل است و خرد — بملک پدر چون زند دست برد
همانا کز این شاه را آگهی است — ستیزه بشاهان خود از ابلهی است
بداندیش ما تا بشه برده راه — مرا زشت کردست در چشم شاه
مرا در بر خشم شه تاب نیست — ازین آتش خشم چاره جز آب نیست
بدریا شوم کار تا چون شود — مگر دور اختر دگرگون شود

چنین دست پور نهر و بدست　　ز ایوان در آمد بدر یا نشست

وز آنسو بشهر اندرون لشکری　　گشوده همه دست غارتگری

شبی بود آبستن رستخیز　　وز او اهرمن جسته راه گریز

شب چارده بود و تابنده مه　　چراغ ره دزد تا صبح گه

فلک چون چراغ ره دزد داشت　　ز دُرّ و گهر دامنی فرد داشت

ز شهری که کم از جهانی نبود　　شبی چون سحر شد نشانی نبود

زهر سرزمین بود کالای او　　بهر سرزمین رفت یغمای او

چه مایه ز کالای بازارگان　　که بردند بیمایگان رایگان

کسی را که هیچ از خوشی کم نبود　　نیازش بنانی شد آن هم نبود

ز صد تن یکی را که بد یک حصیر　　بر دیگران بود صاحب سریر

در آن مرز سالار شه پور شاه　　بدستور خود نی بدستور شاه

وز این سو بشاه آمد این آگهی　　که چون سرکشی کرد سرو سهی

امیری گزین کرد فرزانهٔ　　هشیوار مردی و مردانهٔ

که کار آگه و راد و سنجیده بود　　بد و نیک گیتی بسی دیده بود

مگر تا براه آورد پور شاه　　به بند و در ناله دادخواه

شد آن نامور تا به بندر رسید　　همه کارها را دگرگونه دید

گروهی دغل دید با پور شاه　　به نیرنگ در خاطرش جسته راه

بهر راهی کانمرد نجرد زدی　　ز نیرنگ ایشان دگرگون شدی

نشد چاره از گفتهٔ رهنمون　　که پنهان بر او دیو خواندی فسون

چو شه یافت آگاهی از کار پور　　پر اندیشه دل شد ز تیمار پور

پرخشش آمد و در رکابش روان　　گرانمایه دستور بالای جهان

وگر لشکر آرای پهلو شکار / بهمره سی چند مردان کار
همی رفت و فیروز ریش هیمون / سه روزه ز شیراز تا کازرون
ملکزاده را آگهی شد ز شاه / یکی رای زد با سران سپاه
همی گفت این کار نادلپسند / بشورید بر ما سپهر بلند
یکی چاره باید سگالید باز / که بر ما شد آن کار کوته دراز
بسی هر یکی گفت پاسخ چه گفت / بآخر یکی زانمیان باز گفت
کزین شهر باید بکهسار و دشت / برون رفت و هرکس پراگنده گشت
تو پور شهی بر تو نارد گزند / گز انگشت خود چشم خود کس نکند
ولیکن بجا بزریان آورد / اگر دست یابد ز ما نگذرد
توزاید ربرو تا بدربار شاه / نیاز آرد و مارا ازو باز خواه
نه بندد برویت در مهر را / سپارد بدست تو بوشهر را
هر آنچ از تو خواهد پدر در پذیر / چو آئی دو چندان ز ما باز گیر
ازین گفته آزادی خویش خواست / نبودش بکیش اندرون تیر راست
زجنگش همیخواست بیرون جهد / مبادا که در جنگ شاهش دهد
بسی خواندان دیو آدم فریب / ازین دمدمه بردش از دل شکیب
به نیرنگ بیرون شدندش ز جنگ / نکردند تا بنگه خود درنگ
بشد پور شه تا بر شهریار / شه از مهر دادش بجان زینهار
ولی گفت از آید ز شیراز رو / مبادا شوی خشم ما را گرو
خود آمد همی تا بدریا کنار / بدل جوئی مردم آن دیار
ز دیوان سلیمان نشان باز جست / نهانی ز هر کس همی باز جست
بشه گفت دستور صافی نهاد / که منشان بدام تو آرم چو باد

جهاندار باید بوشهر شد   بدل خستگان بر سرم مهر شد
زمین بوسه داد و شد از پیش شاه   بوشهر شد شاه با فر و جاه
گروهی زن و مرد خواهنده دید   برهنه تن و خوار و درمانده دید
برایشان ببخشود و افزود مهر   فراموش شان کرد گیتی سپهر
ز دریا خداوند بشنو سخن   که چون شد بکشتی در روان باد و تن
گرامی برادرش و فرخ پسر   نه آب و نه نان و نه رخت و نه بستر
از آن هر دو هم زورقش بود بیم خطر   بسی داشت کشتی ولی در سفر
در آن زورق پیچ از دو بشگفت   که دریا بر زورق چسان جا گرفت
تنی کان نیاسودی اندر حریر   بیاسود خوش در پلاس و حصیر
وز آنجا که بد مرد یزدان شناس   همی داشت در دل ز یزدان سپاس
که ای برفروزنده ماه و هور   توئی راز داننده مار و مور
اگر آب پیشش آری از آتشم   چو او بهره تست بادی خوشم
کهم در کف خصم کردی رها   رهانی دگر در کف اژدها
خوشم زانچه بر من روا داشتی   که با خود مرا باز نگذاشتی
کنون نیز اگر خوار اگر خسته ام   همه بر امید تو دل بسته ام
توانا تو و کار در دست تو   کیم من یکی بنده پست تو
پلاس ار همی پرنیان من است   بلاهل ز تو نوش جان من است
همی گفتی و گفت فرخ سروش   نهانی بگوشش همی از راه هوش
که چون با من افگنده کار خویش   دل آسوده بنشین ز تیمار خویش
ببین چاره کار تو چون کنم   دگرگونه را چون دگرگون کنم
ندانی چه دلها به تیمار تست   چه جانها که پیوسته در کار تست

یکی زان وصال است کو بس نیاز — در آسمان بر قضا بسته باز
مخور غم که کارت خدا ساخته است — جهانبان بکار تو پرداخته است
بلی ایزدی فره اینها کند — دری را که خود بست خود وا کند
دو هفته چنین بود دریانورد — سوم هفته نیر دانش دربار گرد
بدریا همه کشتی خویش یافت — گرفت و دمان سوی بندر شتافت
بدل جوی او فرستاد شاه — هم از تن لباس و هم از سر کلاه
ز کشتی درآورد و بنواختش — فزون زانچه بد پایگه ساختش
وزآنسو گرانمایه دستور راد — بر دشمن آمد زبان بر گشاد
همی گفت شاباش فرخنده رای — که دستوری شاه را می سزی
مگر در دل شه ترا راه بود — که دیریست کاین هیچ در دل شاه بود
شه این راز بیرون نداد از نهاد — بر آنم که بخت این درت بر گشاد
تو کاری کز این ها خطا کرده — جز این نیست کو را رها کرده
هم آسان شود لیکن ار بشنوی — باندرز دانا بجان بگروی
نهانی درآئی بزنهار من — ولیکن نهان داری از انجمن
من این ملک خواهم ز خسرو گرفت — نخواهم کند بر تو یک جو گرفت
گرامی پسر دارم انجا یکی — بدانش فزون و بسال اندکی
سپارم باو ملک و او را بشو — که باکس ندارم ولی الا تو
ببستند عهد و بکرد آنچه گفت — کنون هم بدریا کند خورد و خفت
ولی گشته خویشتن را درود — که چه کند کو درین چه نه بود
بپند رفت از و مرد برگشته روز — طلب کرد پس لشکری کینه توز
گذشته سخن ها همه باز گفت — وز ان پس بیاران همساز گفت

گزاید ربباید بو شهر شد | دل آگاه ازین کینه و مهر شد
بها گر بهرست و ور سیم | ذو روزی زشادی فروزیم چهر
وگر نیست بر کام ما و رهور | بها هیچکس بر نیاید بزور
دگر ره بو شهر غارت بریم | که یغمای ناورده باز آوریم
شمار ابشهر آمدن نیست رای | بمانید تا من خود آیم بجای
وگر خود نیایم فرستم پیام | که آهخته به تیغ یا در نیام
بگفت و بشد پیش دستور شاه | وماں لشکری گشن با او براه
چو دستور آن ژرف لشکر بدید | بدل کار گفتا بغو غا کشید
همه ره به پیچیدش اندر سخن | بر او تازه میکرد عهد کهن
بدو گفت باید مرا رفت پیش | بشاه آگهی داد از راز خویش
تو بکیسر مبادا که آئی به شهر | جهانست و دارد بسی نوش و زهر
فرستادهٔ من بود گر فلان | بدان کان درستست و نیکو نشان
جز او هر که آید برو بید رنگ | چنان دان که تیر من آمد بسنگ
بگفت و بیامد بشهر اندرون | بشه گفت رازی که آمد برون
بدریا خداوند هم در نهفت | یکی راز گفت ایلچی ان هم نهفت
بظاهر بر آشفت دریا خدا | که ای شاه رابر بدی رهنما
تو زاندم که دستور خسرو شدی | همیشه بجان دشمن من بدی
کنون نیز با خصم من ساختی | دل از مهر من باز پرداختی
من آید رنمانم تو در کار باش | بمن خصم و با خصم من یار باش
چرا بایدم با چنین حال زیست | بدریا شوم پای من بسته نیست
بگفت و در آمد بدریا نشست | جهانی بدندان گزان پشت دست

گز این پس با عیش ناخوش کند ‎ ‎ همه آب دریا پر آتش کند

بنفرین جهانی زبان باز کرد ‎ ‎ درو گرم و لب پر آواز کرد

وزیر آن شنید و نمی گفت هیچ ‎ ‎ ظفر خواهی از رنج رو در بسیچ

همی گفت اگر رفت و هی کو برو ‎ ‎ من و مهر دریا خداوند نو

بشاهنش کنون عذرخواه آورم ‎ ‎ سرش از بلندی بماه آورم

نباشد بر مرد بخرد پسند ‎ ‎ یکی خوش دل و عالمی دردمند

بدشمن فرستاد کز جای خیز ‎ ‎ که دریا خدا جست راه گریز

بیا تا بیابی ز شه دستگاه ‎ ‎ وگرگونه منصب دگرگونه جاه

شنید این سخن مرد برگشته تر ‎ ‎ روان گشت و از مرگ خود بیخبر

چو آمد به نبدشه اندر فتاد ‎ ‎ بجایی که خود کند با سر فتاد

زمانه سراسر همه کیفر است ‎ ‎ کس از کیفر کرده خود نرست

چو هر چه آن کنی پیشت آید همان ‎ ‎ بد اندیشه بر خود میاور زیان

بکار آنچه بتوان ازو برخوری ‎ ‎ نه حنظل نشانی و خرما بری

سخن کوته آن دیو چون شد به بند ‎ ‎ ابا ده تن از دستیاران وند

بفرمان شه باز دریا خدای ‎ ‎ ز دریا بدربار شه جست جای

بشاه آگهی آمد از لشکرش ‎ ‎ وز آن در سر اندیشه افسرش

بهم بر شد و ایلچان را بخواند ‎ ‎ سخن با وی از کار او باز راند

جبین سود بر خاک سالار نو ‎ ‎ بگفت ار بود رای گیهان خدیو

من این رزم را خود به بندم کمر ‎ ‎ بفر جهاندار پیروزگر

بهمره برم لشکر آرای را ‎ ‎ بپردازم از سرکشان جای را

بدانسان یکی ترکتاز آورم ‎ ‎ بر شاه شان خسته باز آورم

بفر تو زین خنجر آبگون / بدریا فرستم یکی سیل خون

بشد رفت شاه و بشد نامدار / همه شب شد آماده کارزار

سر لشکرآرای در خواب بود / گرامی تنش در تب و تاب بود

بگفتا برآرد گر از خواب سر / کند رنجه آن پیکر نامور

بفرمود بر رخش بستند زین / نداد آگهی جنگجو را از این

ز آوای اسپان و بانگ کوان / برآمد ز خواب آن سر پهلوان

یلان دید آماده کارزار / بپرسید و شد آگه از کارزار

بیاراست پیکر بسامان جنگ / روان شد پی ایلخان بیدرنگ

بیامد بنزد سپهبد رسید / برآشفت چون ایلخانش بدید

چرا گفت زینگونه رنجور تن / برزم آمدی ای گو صف‌شکن

کس ای پیلتن گرچه مرد تو نیست / چنین روز روز نبرد تو نیست

من امروز جای تو جنگ آورم / جهان بر بداندیش تنگ آورم

زمین بوسه زد لشکرآرای گرد / که نام مرا ننگ باید شمرد

من اینجا و زین تو بر پشت رخش / خدایا تو این جرم بر من ببخش

که من باشم و این تن نامور / کند رو به هنگامه پرخطر

بدو ایلخان گفت لرزم برین / که لرزد هنوز این تن نازنین

ز بستر که آمد به پشت کرنگ / کجا جست رنجه بسامان جنگ

تو بر من ز چشمان من بهتری / کجا چشم کز جان من بهتری

تنی گرچه بیجان نیارست زیست / مرا هست از جان شکیبا ز تو نیست

کرم خواهی از خویش خشنود کرد / بسر منزل خویشتن بازگرد

بسوگند گفتش یل شیرگیر / که از من نیاز من اندر پذیر

مرا جان جز این می نیاید بکار / که سازم براه برادر نثار

بکین جوئی شیخ بهتر بود / که ما را بجای برادر بود

بدین گفته بوسید رخسار او / که بر من به بستی ره گفتگو

برفتند از نیم شب تا بروز / سحر چون برافروخت گیتی فروز

بسی ره سپردند گردنکشان / نجستند زانبوه دشمن نشان

چو شیر از پی طعمه در جست جوی / به بنگاه ایشان نهادند روی

چو لختی براندند زانسو سمند / ز پس ناگهان گشت غوغا بلند

چو دیدند خصم از پس پشت بود / درمهای کم کرده در مشت بود

چنان بد که آن لشکر بی شمار / همه شب ستاده بپای حصار

همه بر امیدی که سالارشان / از ایشان سحر باز جوید نشان

سحر که بیغمای ایشان ز شهر / سوار و پیاده برفته دو بهر

بهمراه برده بسامان جنگ / همه خنجر و تیغ و توپ و تفنگ

چو دیده که آن قوم شوریده بخت / سوی بنگه خود کشانند رخت

بجای غنیمت در آن سوزیان / غنیمت شمرده تن بی زیان

هم آنان که رو کرده سوی بار / بره برخورده ایلخان را دوچار

سپهبد چو نزدیک ایشان رسید / یکی باره از سمر پولاد دید

بدست اندرون هر یک آتش فشان / پس پشت خود کرده بحر دمان

تو گفتی ز دریا دلاور نهنگ / همه چون جسته و کرده آهنگ جنگ

گلوله فشان چون بهاران تگرگ / و یا در خزان شاخ ریزنده برگ

سپهبد همی خواست رفتن بجنگ / بزد و لشکر آرا عنانش بچنگ

مرو گفت نارفته جانم ز تن / وگرنه زنم دشنه بر خویشتن

من اینجا شود ایلخان رزم جو جهانی چگوید بمن خود بگو
دو دیگر که این دستیاران مرگ گلوله فشانند همچون تگرگ
نخستین تو را کوشش و کرّ و فر محالست جستن برایشان ظفر
بمن اید ز یکی ز رزم شیران کنم نبردی بسان دلیران کنم
چو آن سرب و بارودشان کم شود بایشان همه کار درهم شود
چو شد مایه شان کم برزم تاختن دریغ است بیهوده جان باختن
بگفت و بجولان در آورد اسپ در آذر بشد هم چو آذرگشسپ
کجا بود روئین تن اسفندیار که حیران بماند در آن کارزار
که یک چوبه از سر بِبُردش منی بآن پهلوانی و روئین تنی
جوان گرچه بودش تن نازنین بچندین گلوله نپرداخت زین
بایشان همی شد گلوله فشان چنان چون بلا بارد از آسمان
براو بر بیامد و تیر از کمین ببال کرنگ و تقربوس زین
چو با اینهمی فتره همراه بود از و دست بدخواه کوتاه بود
چو از تیر باران دشمن برست به تیغ سرافشان بر آورد دست
بچستی به ایشان یکی حمله کرد تو گفتی ز دریا بر آورد گرد
چنان راند الماس سیلاب خون که شد آب دریا همه لعل گون
ز پس گشته غواص بحر ظفر شده دامن تیغ او پر گهر
در آنخاک بس پیروان پیکرست تو گوئی صدفهای بی گوهر است
هر آنکس که از پیش تیغش بجست روانی بخم کمندش ببست
از ایشان تنی چند بی دست و پا رها کرد خاص از برای خدا
براو کرد بس آفرین ایلخان که خرسند بادی ز بخت جوان

زهی از تو بر آسمان بخت من / ز فرّ تو سرسبزی تخت من
دل از رنج گیستی آزندت مباد / ز چشم ستاره گزندت مباد
بیامد بر شاه فیروزمند / سر بدسگالانش اندر کمند
زن و مرد شهر اندر آمد ز جا / بسی پر ثنا و بسی پر دعا
که ای زخم تو چارهٔ درد ما / غبار سمندت ره‌آورد ما
مریزاد آن بازوی کینه‌توز / هواخواه پرور بداندیش‌سوز
خم اندر مبادا ببالای تو / دو بالا کند ایزد آلای تو
چو شاهنشه بدیدان پر و بال و سفت / بدو آفرینهای شاهانه گفت
همش بوسه زد تیغ و در بر گرفت / بگریید و خلقی همه در شگفت
بگفت ای ز فرّت قوی پشت من / کلید در فتح در مشت من
سپاس جهاندار فیروزگر / که رفتی و باز آمدی بی‌خطر
ازین رزم یکموی ار کم شدی / چه مویت مرا روز در هم شدی
مبادا توان این بر و سفت و یال / بدین سفت و یال ایلخان گو بیال
بشکری که دیدار او دید شاد / در جهان بدرویش و خواهنده داد
همه مرز دشمن خداوند داد / گرفت و بدریا خداوند داد
همه بدسگالان بزنجیر کرد / رها کرد زنجیر در دست مرد
لقب دادش از خویش نایب مناب / سرش سود بر طارم آفتاب
بشکرانه کش چنین پایه داد / بپذرفت شیخ از جهاندار داد
که از راستی داد و هر کس دهد / ز خلق آنچه بردند وا پس دهد
ز رخت و زر و مال و اسپ و جهیز / بسی داد و اکنون بکارست نیز
جهانی نمود از جهاندار شاد / که او را جهان آفرین یار باد

کنون حال گوینده باید شنود | بغربت شمرد و بحیرت فزود
که با اهل آن شهر دمساز بود | بآن رنج و اندوه انباز بود
در آندم که چون آدم از سر گذشت | بهشتی چو شیراز از دل بهشت
ز اهل وطن شد یکی انجمن | همه دل پر از حسرت و رنج و محن
که ای آفریننده مهر و ماه | هم از فر و آرای دیهیم و گاه
همه کار تو در خور آرزوست | که روزت خوش و روزگارت نکوست
بغربت چرا بایدت ساختن | دل از آشنایان بپرداختن
ز شاه و ز دستور دانش ورش | هم از ایلخان هم ز سرلشکرش
ز والی والا مهین پور شاه | ز دیگر بزرگان با ارز و جاه
هر آنکو مهین جان دمساز داشت | ز هندوستان رفتنم باز داشت
از این گفتها آتشم گشت تیز | که میل دلم بود با آنکه نیز
گرانشان هر آنرا که من دیده‌ام | ز خوی و ز دانش پسندیده‌ام
بویژه خداوند تیغ و قلم | گورنر این مهین مالکم
کز آندم که آمد بایران زمین | ز ایران ندید و جز آفرین
همه هر کرا پایه نیکو شناخت | باندازهٔ پایه شان پایه ساخت
دگر آن خردمند فرخ نهاد | هشیوار و مردانه جردلس راد
کز ایران مرا خواستاری نمود | شنیدم که راد و جوانمرد بود
از آنم بهندوستان دل کشید | که بوی وفا و فتوت شنید
بهندر چو رفتم پس از یکدو روز | بدیدن شدن در بر مالیوز
ندیدم کسی را که بایست دید | نه زیباست زین بیش گفت و شنید
نیکوییش کو هنر در نه بود | و لیکن هنرمند پرور نه بود

مپرس از من احوال آن کهتران ... از آن پس که بسر بودم از مهتران
سه مهشان ندیدم بجز یک نفس ... مرا میهمانی همین بود و بس
بجود گفتم ای دل ازینها مرنج ... پنج است بندر تو مرد سپنج
اگر رفت خواهی بهندوستان ... بجا آنچه می جوئی از دوستان
وفا گرچه در عهد ما کیمیاست ... جفا جو کسی کش ز بیگانه خواست
ز شیراز چون شه بپوشهر شد ... دگر ره بمن بر سر مهر شد
چه فرخ وزیر و چه رادایلخان ... بمنعم گشادند هر یک زبان
هم از شاه کرمان نوشته رسید ... ز هر گون بشارت ز هر گون نوید
ز والی والامنش پور بود ... هم از بمبهان پیکی آمد ز راه
تمنای یاران هندوستان ... ببرید پیوندم از دوستان
ولی ماندنم شد بپوشهر دیر ... که بودم گرفتار آن دار و گیر
قضا را یکی کشتی از آن دو روز ... بهندوستان می شد از بالنوز
فرستاد زی من که کشتی روانست ... روان شو گرت رای هندوستانست
از و مهلتی خواستم چند روز ... که کارم نبودی بسامان هنوز
ازیرا که زادم در آن خیدگاه ... ز غوغای بندر همه شد تباه
نوشته فرستاد بار دگر ... که بر ما زیانی و بر خود ضرر
سه ماهه زیان تو بر آنگریز ... نیارد بدست تو بر یک پشیز
سراسر نوشته بخواندم همی ... بلب نام یزدان براندم همی
بجود گفتم ای دل ازین ره بگرد ... بکیستی مجو مرد و میباش فرد
فرستادمش پیش کاهی بوالوفا ... ز مردی نباشد به مردم جفا
نمیرسیدت این خروش و نفیر ... کرم داده یکدرم ده مگیر

مزن چین بیجا بر ابروی خویش
بر آنکو خورد نان بازوی خویش

من اینجا نبودم چو بیگانگان
که نان کسی را خورم رایگان

نه من مفت خوارم نه کش منت دِه
تو گر لب به بندی ازین گفت به

کجا ملک بخشان منت کشان
که در ملک از ایشان نباشد نشان

کجا نامداران با فر و جاه
نهان گنج بخش و عیان عذر خواه

کجا آن هنرمند پرور مهان
که نام نکو خواستند از جهان

هنرمند و مردی ز عالم برفت
همین نام شان بود آنهم برفت

مع القصه چون دیدم آن مردمی
چو عنقا نهان آدم زادمی

ز هندوستان دل به پرداختم
به ویرانهٔ خویشتن ساختم

دلا ملک هندوستان دیده گیر
نسنجیدهٔ چند سنجیده گیر

مجو همچو طوطی ز شکر نشان
بایران سخن گوی و شکر فشان

زبو شهر آهنگ شیراز کن
قناعت کن و بر شهان ناز کن

بده ساقی آن دست پرورد جم
که بر هند از آن ناز دارد عجم

شرابی به پای خسرو هند ازو
همه دست رنج هنرمند ازو

مدبره نداری بده خلتری
که آن آفتابست و این مشتری

بده تا کنم رو بملک عجم
نبازم بکاخ فریدون و جم

که کنعان اگرچه حسد پرور است
بر یوسف از مصر فرخ ترست

شکوه کردن از دست زمانهٔ غدار و بی رحمه رفتن این نا هنجار و نامساعدی و ابتری کار از این روزگار بدکردار

سپهر آسیابیست گردان بخون
تن سرکشان دو به آتش زبون

منه دل گرش هیچ رامی است و عیش
براین بیوفا نام فرزند کش

درین انجمن گر بود هیچ کس | سخن های این انجمن پند بس
همی خامه گیرم ز بهر سخن | در او آتش افتد ز سر تا به بن
قلم گیرم و سرکشی میکند | سنش خاکی او آتشی میکند
چرا خامه از نامه بیزار شد | دلم در سخن بهد دگار شد
نمی بینم این خامه هم پشت خویش | قلم سازم انگشت در مشت خویش
چرا شیر طبعم چنین سرکش است | مگر در نی خامه ام آتش است
مگر طبع افسرده سرکش فتاد | که کار درونم بآتش فتاد
چرا طبع را رای گفتار نیست | چرا خامه را پای رفتار نیست
کجا طبع بالنده چون نوبهار | که گل خواهم و او دهد خار بار
چرا با خرد مغز بیگانه شد | چه افتاد دل را که دیوانه شد
مرا با خرد آشنائی دهید | چراغ مرا روشنائی دهید
اگر دل فگار است جان را چه بود | وگر من ملولم جهان را چه بود
اگر در دل من به تنها غمی است | فسرده چرا خاطر عالمی است
چمن را چرا روی پژمردگی است | بمرغان باغ از چه افسردگی است
چرا لاله پیمانه از کف نهاد | چرا نرگس از جام قرقف (بمعنی شراب) نهاد
چرا باغ خرم چنین گشت زرد | بجعد بنفشه شکست از چه کرد
چرا زاغ یار چکاوک شده است | چرا غنچه در دیده ناوک شده است
چرا رفت از چهرهٔ گل صفا | چرا دم فرو بست مرغ از نوا
چرا رفت آن خرمیها ز باغ | چرا نوبت از بلبل آمد بزاغ
چرا سرو بالنده از پا نشست | تدرو غزل خوان ز آواز نشست
چرا بلبل از باغ دل برگرفت | چرا نسترن چادر از سر گرفت

مگر باغ مرگ جوانان شنید — که از وی چو پیران جوانی رمید
مگر سبزه از نوخطان داشت ورد — که در خط شد و بر خط آورد گرد
مگر داغ سردار دارد چمن — عزای سپهدار دارد چو من
گلش آرایش ورمش از یاد رفت — ازو هر چه بشگفت بر باد رفت
چه میگوی ای دل فزون لاف زشت — چگونه خزان ره کند در بهشت
سخنهای آشفته داری همی — همان به که دم در نیاری همی
خبرهای بدبخت ور نهان — نهان کن که آتش زنی در جهان
دروغی شنیدی مکن راز فاش — دل باور خسار خود کم خراش
مگر سوگ سردار داری نهفت — که می بینمت با غم و درد جفت
مگر کان شنیده ترا باور است — کت اندر سخن سوزشی دیگر است
اگر گفت خواهی که بهمن ز تیر — زپای اندر آورد شیر دلیر
اگر گفت خواهی که برق جهان — زپای اندر افگند سرو جوان
اگر گفت خواهی ز تیر تفنگ — سر آمد همی روز جنگی پلنگ
اگر گفت خواهی که برقی بتافت — بزد کوه البرز را بشکافت
مگو کز تو اینها نخواهم شنید — ازین گفته خواهم گریبان درید
همه دیده بر راه و روزن کنند — که باز آید و دیده روشن کنند
ندارد شگون این سخن لال باش — تبه خیره گوئی نکوفال باش
اجل هرچه سنگین کند گرز را — زیان نادرد کوه البرز را
نبرده همان بهر خویش از جهان — همه آرزوهای او در نهان
ز شمشاد بالا چو سرو چگل — ز رفتار او سروستان خجل
تو گوئی تبه شد بدشت نبرد — زمانه چنین کینه هرگز نکرد

دلیری برآورده چرخش به بر — ازو بیشه پرداخته جنگی هژبر

تنی چون یکی پارهٔ آهنین — بلای یلان در کشاد و کمین

ز تیغ و سنانش به آوردگاه — هم آسیب ماهی هم آزنگ ماه

سپه بشکند هر کجا رو کند — جهان را مشوش از پشتی او کند

به بیهوده ناچیز گردد تباه — نیابد بکوشش کس این گفته راه

یلی در وغا همچو شیر ژیان — که شمشیرش از پیکار رویدی زیان

دلیری تناور که در دشت کین — بپرداختی از سر کشتگان زمین

کوهی جنگجو کاندر آوردگاه — ز خون غازه بستی بر خسار ماه

نرفته به تیغ سرافشان نشست — بیفکنده شیران جنگی ز شست

نراند ز شمشیر سیلاب خون — تن او بخون غرقه افتاد چون

مگر نه سه فرسنگ برادرش پشت — فلک با کدامین دل او را بکشت

مگر خنجر ایلخان در نیام — که خصم بداختر شود شادکام

مگر تیغ اسپهبدی در غلاف — که دشمن چنین سر برآرد ز لاف

مگر کان گو کینه جو بد بخواب — که سیل آمد و بند را برد آب

مگر بازوی تهمتن کند رو — که بیژن تبوران بماند کرد

چه شد زور بازوی کندآورش — که دست زمانه ربود افسرش

مگر سنگر اشکن نبودش بجنگ — که زان سنگرش جام بشکست سنگ

چه افسون زمانه بجامش نمود — که خوابی چنین جاودانه نمود

بگریان زمین ارچه نو ماند و پیر — که گریان خورند نعش تن چرخ پیر

دریغ آن هژبر جنگی سوار — یل و گرد و گردنکش نامدار

دریغ آن گرانمایه پیر سپهر — سوار سرافراز فتح سپهر

دریغ آن برو بازوی پهلوی   جهان کهن را ز فرّش نوی
دریغ آن جوان رفته نادیده کام   فرو برده تنگ و برآورده نام
کجا آن سر خصم افگندنش   ز زین آن هماورد برکندنش
کجا آن دل مهرپرور او   بنازک ولی سخت ناورد او
کجا آن گرامی دل باوفاش   کجا ناز پرورتن بی‌بهاش
مرا اشک سرخ است و رخسار زرد   ندانم بیاران دیگر چه کرد
بلی آسمان است وانها کند   چنان کینه جوئی چنین‌ها کند
چگونه نشاید که باور کنیم   که باور بسی زین فزونتر کنیم
مگر نه سرافراز سهراب گرد   به تیغ پدر جان شیرین سپرد
مگر نه سیاوخش رخشنده هوش   بتوران برآورد ایرانیان خروش
مگر نه یل اسفندیار جوان   به تیر گزی زین در آورد فغان
مگر نه سیامک بچنگال دیو   تبه گشت و برخاست ایران غریو
زمین دخمه شوم ناخوش هواست   که یکسان کن پادشاه و گداست
یکی رو سر دخمه‌ها برگشا   که فرق از گدا نیست تا پادشا
زمانه یکی سیل ویران گراست   ز سیل بلا بر کران بهتر است
که اندر ره سیل بنیان نهاد   که رخت و تن و سر بطوفان بداد
چه خواهی در افتاد سرکش مباش   چو آخر شوی خاک آتش مباش
بر آن کاین جهان سر بسر کیمیاست   زر اندوده کاخ گلینست گواست
چه ایوان نگاری و زر بور کنی   بر ایوانها چند پیکر کنی
تو بیهوده بر نقش ایوان مکوش   که هر خشت کاخ تو چشم است و گوش
جهان نو عروسی است زیبا و شنگ   فریبنده دلها بموی و برنگ

اگر با تو خود چند روزی خوش است
فریبش نخوری که شوهرکش است

نوای الحان مهتر ناموَر
همان به که رنجه نباشی دگر

نکوئی که شد کشته آن جنگجوی
غمش زنده کردم بنام نکوی

بیاد آور از کربلای حسین
همان درد و رنج و بلای حسین

اگر بشنوی قصه بیش را
فرامش کنی کشته خویش را

لوای شهادت در میدان لا افراشتن و ابتلای بلایه کربلای و مصیبت و ماتم امام همام حسین علیه السلام نگاشتن

یکی داستانم بیاد آمدست
گزان آتشم در نهاد آمدست

روان کاه و غم پرور و جان گسل
همه اندُه جان همه رنج دل

کرا دل ز آهن بود جان ز روی
بگو بشنو این داستان با نکوی

نه با آهن و ردی این تاب نیست
که این داستانیش سست آب نیست

من از بنیی این قصه پرداختم
ز غم روزگاریست نگداختم

تو سنگر که این آتش افروخته است
که گوینده دیریست تا سوخته است

سمندر شود گوش با من سپار
که هست آتش این گفته آبدار

اگرچه جهان در خور رامش است
بهار است و هنگام آرامش است

اگرچه بود ماه اُردی بهشت
که پیغاره از باغ بردی بهشت

اگرچه چمن چون بهشتی خوش است
که هم دلفروز است و هم دلکش است

جهان اقتضای طرب میکند
می ورد و رامش طلب میکند

اگرچه کنون شاد باید نشست
ز هر انده آزاد باید نشست

ولیکن بجای سرور و سرود
بیاید ز دل راه افغان کشود

دل و دیده مینا و ساغر بس است
خروش غزالان نوا گر بس است

ز لخت جگر کرد باید کباب ٭ ز خون درون خورد باید شراب
بلبل چنان بود آرزوی چمن ٭ هوای گل و ارغوان و سمن
ره کربلا را بدل بسپریم ٭ جوانان حیدر بیاد آوریم
چه گلهای سیراب را بو کنیم ٭ با فسرده باغ نبی رو کنیم
چه باید شدن سرو شمشاد جو ٭ خیابان زهر آب پر سیم گو
چه آسائی از سایهٔ بید بن ٭ ازان سوخته خیمها یاد کن
ببین جامهٔ اطلس شاخسار ٭ برهنه تنان را بیاد اندر آر
خرامی بچه فرش دیبای باغ ٭ اسیران بی فرش را کن سراغ
شقایق چه جوئی به بزم چمن ٭ ازان نوخطان کوی گلگون کفن
بگو لاله را شمع افروخته ٭ بگو چون پروانه سوخته
عجب ترکه بی شمع شبها بتاب ٭ ولی روزها سوخته ز آفتاب
عروسان باغ ار چه پیش خوش نماست ٭ عروسان بی رخت و زیور کجاست
بنفشه نشست یا بر لب جویبار ٭ دریده یکی گوش کی گوشوار
اگرچه بسی دلفروز است باغ ٭ مرا سبزه خنجر بود لاله داغ
چو یاد از جوانان حیدر کنم ٭ ز مژگان ابر دین نشتر کنم
تو نیز از سپاری بمن گوش هوش ٭ کشایم ره چشمت از راه گوش
ز دفتر یکی باغ دلکش کنم ٭ بجان تماشائی آتش زنم
گلش لاله و سوری و ارغوان ٭ که شد خون دل آیان نوجوان
بجای گل و برگ ریحان در او ٭ تن چاک چاک است پیکان در او
صنوبر قدان سرو و شمشاد او ٭ ولی خفته بر خاک از باد او
فغانها نوای چکاوک در او ٭ سنان سبزه و غنچه ناوک در او

شده گلبنش پیکر چاک چاک — هزاران ورا ناله و رذ باک
اگر گشت این تقر بستان کنی — کجا یاد گلگشت رضوان کنی
فسرده درین باغ خرم ورا — که ره سوی رضوان نماید ترا
خبرهای تازی بلفظ دری — بس آسان نباشد سخن پروری
سراینده دهقان تازی نژاد — چنین بر زند آتش اندر نهاد
که چون شد خلافت بکام یزید — بدل داشت پروای شاه شهید
بیثرب فرستاد آن ناقبول — که بیعت ستاند ز سبط رسول
بپیچید سر پور شیر خدا — که پیمان مرا نیست با ناسزا
پدر پیشوا احمد پیمبر مرا — کجا سر نهم کور و دسر مرا
هم از کوفه پیکی بآن شه رسید — ابا نامها پر امید و نوید
که شاها زمین و زمان تازه است — ز فر تو گیتی پر آوازه است
بیثرب چه مانی که یاریت نیست — در آن بوم و بر غمگساریت نیست
عراق از حسین این زمان پر نواست — حجاز از تهی با مخالف رواست
همه کمرهانیم و تو رهنما — قدم رنجه کن خلق را ره نما
چو آن نامها خواند سالار دین — بدل کرد آهنگ آن سرزمین
ولی گفت باید فرستاد پیش — یکی پاکدین راز خویشان خویش
که تا آزمونشان ز هر ره کند — چو داند مرا نیز آگه کند
بپور عقیل این سخن راست شد — قضا خنده زد کانچه میخواست شد
پس آن مسلم پاکدین را بجوا — سخنها بدو گفت بی کم و کاست
بدو گفت باید شدن تا عراق — همه آزمون وفاق و نفاق
ببینی که آن قوم بر چیستند + — پرستار کیشند یا نیستند

چو تیر آنکه او یکزمانست راست — بدانی که میل دلش سوی ماست

چو تیغ ار دو رو بینی و کژ نهاد — نه بر راه کیش است و آیین و داد

مرا آگه از راز ایشان کنی — بکوشی و از خود ولیشکنی

که ما بر زمین سایهٔ داوریم — همه یادگار پیام آوریم

تو باید که دین را حمایت کنی — ره داد و دانش رعایت کنی

من اندر بر راه تو ام دیرباز — همه گوش و هوشم به پیغام راز

همی کوشم و رای سامان کنم — که تا هرچه گوئی بکن آن کنم

ببوسید مسلم زمین پیش شاه — شهنشش کرد بدرود و آمد براه

شگونهای بد گرچه در راه دید — ز مردی بهر بیم گفتی امید

ز یثرب به پیمود تا کوفه راه — بپای خود آمد بفرجام گاه

بکوفه درون رفت و پنهان گشت — کجا مهر پنهان شود زیر طشت

گروهی نه بر راه آزرم دید — درون سخت و بیرون بخود نرم دید

چو آمد شد مردم انبوه شد — دل پاک مسلم بی اندوه شد

همین بود و پیمان ز هر کس گرفت — ز انبوه مردم شده در شگفت

خبر شد زبان در زبان تا دمشق — که مر کوفه را با حسین است عشق

چو آمد بگوشش یزید پلید — یکی نامه بنوشت نزد ولید

که یا بیعت ما بگیر از حسین — که این کار بر روی کنی فرض عین

ور او سر بتابد بشامش فرست — نبیزلکه انتقامش فرست

وز آنسو بگفتا به پور زیاد — که تا کوفه پوید بکردار باد

ده بیم و امید برنا و پیر — گر اسر بپیچد کند دستگیر

حسین ار بکوفه است پیمان از و — ستاند و گرنه سر و جان از و

مراد از حسین علیه السلام ۱۲

(زبان)

دگر در ره است آن شه دین پناه | برانگیزد از کوفه بیمر سپاه

به نیرنگ بروی کند کار تنگ | گر از آشتی ره نیاید بجنگ

همی راند ناپاک پور زیاد | دلی پر ز آتش سری پر ز باد

بکوفه درون شد نهانی بشب | چنان چون بود رسم و راه عرب

در آندم که خورشید بنهفته بود | فلک رفته در طیلسان کبود

یکی طیلسان بر سر خود کشید | که کس چهر بیمهر او را ندید

بیامد بدار الامارت ز راه | نموده بمردم که این است شاه

به بیجا درود آمد از هر کسش | همی رفت و خلقی روان از پسش

ز عزت فرو هیچ نگذاشتند | که سبط پیمبرش پنداشتند

کسش باز نشناخت کان مایه ساخت | دل اندر آنها هر کسی را شناخت

بمنزل شد و کرد درها فراز | در مکر و اندیشه را کرد باز

همه شب نخفت و در اندیشه بود | تو گفتی یکی دیو در بیشه بود

سحر که بر آورد راز از نهفت | بمردم ز هر گونه اندرز گفت

چنان کرد که حیله و دمدمه | دل ساده مردان تهی شد همه

ز افسونش خلقی زره در شدند | ز مسلم بگشتند و کافر شدند

ندیدند دنیا و دادند دین | نیاید ز ناپاک مردم جز این

گرفتند او را و بردند زار | تنی چون کند چاره صد هزار

بریدند سر زان تن نامور | گز و کیفر بد کشد دادگر

تن پاک مسلم ابر دار کرد | بمسلم کجا کافر این کار کرد

نهفت آن مه روشنش زیر میغ | از و جز دریغی نماند ای دریغ

جهانا بجویان بدی کیش تست | همه تیر بیداد در کیش تست

الف ندا معنی غلب بجهان — تیغ پران ۱۲

بود زیر هر مهر تو کیفری — کلاهی نه بخشی که در دمی سری

جهانا چه بی مهر و خونخواره — چه فرزندکش مام پتیاره

نگویم که با کردشت کام نیست — ولی مهر و کینت بهنگام نیست

یکی مهر بینند ز تو گاه جنگ — یکی جای شهد از تو نوشند شرنگ

کدامین جفای تو را بشمرم — که از آتش دل بجوشد سرم

همان به کز این گفتها بگذریم — مگر گفته خود بپایان بریم

به یثرب چو از پیروان یزید — جهان تنگ شد بر امام شهید

بناچار از آن بوم دل برگرفت — تبرک و یار پیمبر گرفت

بهانه حرم کرد و احرام بست — چو صید حرم گشت از آن دام جست

بدل گفت مانم در آن بوم و بر — که از مسلم و کوفه آمد خبر

مرا چون نه بیند در پیش خویش — بخوانند بیهوده در کیش خویش

زن و کودک و دخت و خواهر را — برادرش و پور برادرش را

پیمبر شنیدی که شد پیش ازین — سوی یثرب از کعبه هجرت گزین

حسین از مدینه سوی کعبه تاخت — چو دشمن با و نرد حیلت بباخت

بنا از بنا دیده جوری که دید — نبیره جفای نبیره کشید

ره کعبهٔ قرب در پیش داشت — همه فکر قربانی خویش داشت

همی رفت و در راه فرخ سروش — نهانی فرو گفت هر دم بگوش

که قربانیت گرچه در کعبه هاست — نه اینجاست قربانگهت کربلاست

یکی طوف این خانه مردانه کن — چو قربان کنی رو در آنخانه کن

که این سرزمین گرچه کوی منست — ولی سوی آنخانه روی منست

که این خانه را خشت از آب و گل است — مر آنخانه را خشت جان و دل است

دراین خانه قربان ز حیوان کنند
درانخانه قربان ز انسان کنند

درین خانه شور آب زمزم خوش است
درانجانه چشمان پرنم خوش است

درانجانه از جامه عریان شوند
درانجانه از جامهٔ جان شوند

مرا با تو ای یار بازارهاست
چکارت بیثرب ترا کارهاست

سخن کوته آمد بشام آگهی
که یثرب ز آل نبی شد تهی

حسین از مدینه به بطحا شتافت
گر این چارهٔ کار بهتر نیافت

پر اندیشه شد خصم ناپاک راهی
یکی کیمیا ساخت با رهنمای

تنی چند را سیم و زر داد و گفت
که تا مکه باید نخورد و نخفت

بهانه بود حج و احرام آستان
ولی قتل صید حرم کامتان

ز دشمن خبر پیشتر شد بشاه
حریم از حرم برد و آمد براه

بهمراهی او ز نزدیک و خویش
بدی از نود کم ز هفتاد بیش

گروهی ز اعراب وادی و دشت
نه از راه بینش بر او گرد گشت

همه هر یکی بندهٔ آز بود
بسیم و بزر چشمشان باز بود

بلی آزمودن تا آید جلوه گر
زند رو به ماده بر شیر نر

گر او در خوشی یار بسیار بود
بکو روز بد بایدش آزمود

پیاده یکی پیشش آمد براه
ز مسلم بپرسید و از کوفه شاه

برون نامدم گفت از کوفه من
مگر دیدم از خون خویشش کفن

بگفت از بدی هرچه آمد بدو
شه از دیده سر داد و سیلی بر و

بگفتا سپنجی ست ملک جهان
جز از پاک داور نماند دران

اگر یکسر افزود اگر جمله کاست
مرا دل همه آنچه او خواست خواست

سر ما چو گوی است و چوگان از و
پذیرفتن از ما و فرمان از و

همی رفت و بر لب یزدان سپاس　　　بلی این بود مرد یزدان شناس

دگر روز کاین تازی نیزه باز　　　بر این توسن ابلق همی شد فراز

هر آنکس تماشا همی خواست کرد　　　به بنیده اش نیزه را راست کرد

ز لشکرگه آن شهریار جمند　　　شد آواز الله اکبر بلند

همی هر یکی داد شه را نوید　　　که از کوفه خرماستان شد پدید

شه از گفت ایشان شگفتی نمود　　　که خرماستانی درین ره نبود

چو یکپاش ازین گفتگو در گذشت　　　زانبوه لشکر سیه گشت دشت

بدانست لشکرگه خرماستان　　　سواران بود بر کشیده سنان

که حُر ریاحی است سرهنگ شان　　　پی کارزار است آهنگ شان

یلی نامدار است و خنجر گداز　　　سواران بگردش دو باره هزار

پیاده شد از اسپ و آمد چو باد　　　بپای خداوند سر بر نهاد

شهنشه بدید و پرسش نمود و نواخت　　　یکی پایه اش در خور پایه ساخت

بفرمود بهر چه کار آمدی　　　بزنهار یا کارزار آمدی

بلی آمدم گفت پر خاشخر　　　که نگذارمت پا نهی پیشتر

برای یزید از تو پیمان برم　　　چو سر تابی از تو سر و جان برم

شهنشه گفت من نامدم خویشتن　　　همه نامه ها تان بود پیش من

نوشتند تا آمدم از حجاز　　　کنون نیز آن ره نه بسته است باز

گذارید تا سوی بطحا روم　　　همانجا که بودم هم آنجا روم

بدو گفت حر کاری شه مؤتمن　　　کنون نیست این کار در دست من

سپهبد مرا گفته کز جای خویش　　　نمانم تو را تا نهی پای پیش

مگر کز تو پیمان ستانم همی　　　جز این رای رائی ندانم همی

[illegible]

شهنشش گفت مادر بزرگ تو بام / ازین گونه گفتار کم کن تو یاد

نشناسی که نو باوه حیدرم / سرور دل پاک پیغمبرم

خلافت نه زان نزید از من است / نگین از سلیمان نه زاهرمن است

تو نیز ای جوان بخت آزاده مرد / که راه خطا آمدی باز گرد

اگر پیرو پاک پیغمبری / چرا دشمن دوده حیدری

یگانه خداوند داور فرد / مرا آزمون بد و نیک کرد

کسی کو بآیین من بگرود / چو بگذشت از اینجا بمینو رود

بمن گر ستیزد نه بیند بهشت / دریغ ست مشاطه روی زشت

من آسوده بودم مرا خواستند / کنون کامدم حیله آراستند

جهان گر شود خصم من باش گو / کجا پیچم از یک جهان خصم رو

نگهدار من کردگار من ست / حصار من این ذوالفقار من است

گز این دست برگردد از تیغ زن / فزوده ست بر طعمه تیغ من

اگر جان ستانم وگر جان دهم / بفرمان دارای گیهان دهم

نیاورده ام تیغ بیرون ز لاف / نه از عجز کردستم اندر غلاف

چو کافر کشد تیغ کیفر کشم / کشم کیفر اما ز کافر کشم

بیاران بهشتی شوم دلفروز / ولی دوزخم چون شوم کینه توز

زمین را بپوزش ببوسید حر / دل و چشمی از خون از اشک پر

بگفت ار کسی جز تو سرور مرا / ببردی چنین نام مادر مرا

من و او یکی زانمیان کشته بود / زخون یکی خاک آغشته بود

منت نام مادر چگونه برم / مگر نه بود دخت پیغمبرم

نپویم چنان راه آزرم را / بشویم چگونه ز رخ شرم را

نگه سول دو رخ فراشش کنم — بدست خود اندر خود آتش برم
اگر سرکشی و اگر بکروی — منم بنده فرمان بهر چار روی
ولی با تو این سرزمین دشمنند — بکینند با خوی اهرمن اند
گر اینجا بمانی شوی دستگیر — شوند این گروه دغا بر تو چیر
بگفت و بآن شاه سوگند داد — بیزدان که بنیاد گیتی نهاد
بیکزیده باب و به بستوده مام — بجان نیا آن شه نیک نام
که با این ستم پیشگان کم ستیز — مزن خویش را بر دم تیغ تیز
دلم بر تو لرزد که گردی تباه — نبه خشم و بر خویشتن بد مخواه
شهش گفت کز مرگ ترسا نیم — از یرا که چون خویشتن دانیم
مرا در جهان بیمی از مرگ نیست — بگیتی که دیدی که جاوید زیست
اگر بد نوشته ست یزدان بمن — نبشته نگردانم از خویشتن
نه هر جنگ را در بمرگ است بار — نه هر آشتی را است عمر دراز
بسا زخم کش عمر باید ز پس — بسا لقمه کو بست راه نفس
چو دم را شمار است چون دم زنیم — ز بیش و کم آن به که دم کم زنیم
چو باید سر آورد در زیر ننگ — که افزون کنی در زمانه درنگ
به از جای در کام شیران کنم — که با ناخدا ترس پیمان کنم
به کافر کجا سر در آید مرا — بهل تا زمانه سر آید مرا
بگفت و با سپ اندر آورد پای — کز آنجا که آمد شود باز جای
گرفتش عنان گفت مرد دلیر — که نگریزد از جنگ روباه شیر
دمی باش کاید سپهدار ما — به بنید عیان یا تو بازار ما
گمانم که او را دل و جان به تست — مگر بر تو این کار گردد درست

و دیگر که بر مانه گیر و گناه
که چونش بدیدید و دادید راه

بباید شود کار پیش امیر
زن و کودک ما شود دستگیر

چو بشنید گفتار او را زبیر
نیامد از آن گفته اش بوی خیر

بشه گفت این قوم تا اندک اند
توان بیخ نورسته از جای کند

بترسم که چون لشکر افزون شود
مبادا که اختر دگرگون شود

بفرمای تا تیغ کین برکشیم
که ایشان چو خارند و ما آتشیم

چو این خاربن شد تناور درخت
نیاچار بر ما شود کار سخت

نشد شه باین گفته همداستان
بگفت این نباشد ره راستان

من اول نیاوردشان بکین آختن
مگر آنکه دشمن کند تاختن

دل روشن من نشد کاخ دیو
که باشد نظرگاه گیهان خدیو

مرا امتحان همان کرده اند
جهان مرا امتحان کرده اند

مرا باید اینان شناسند باز
نماند بر ایشان نهان هیچ راز

مبادا چو از دین کرانه کنند
بر او دگر این بهانه کنند

که بیگانه بود در کیش ما
روا بود دیگر او پیش ما

ز بیگانه اش باز نشناختیم
بخونش ندانسته پرداختیم

چو فسرو از هر سو شوند انجمن
همه دشنه آهیخته بر خون من

میان دو صف بایدم ایستاد
همی نام خود گفت و آواز داد

که رازم بر ایشان نماند نهان
مرا آن زمان نیست پروای جان

اگر من شوم کشته بر بی گناه
بخونم بود پاک یزدان گواه

وگر من از ایشان کشم باک نیست
چو بینم از ایشان یکی پاک نیست

بیاران همی رفت و میگفت راز
ز هر سو زمین نام محبت باز

بدشتی رسیدند از آب دور / بگرمی هوا آتش چو سوزان تنور
ز یاران بپرسید کاینجا کجاست / یکی گفت کاین سرزمین کربلاست
چو از کربلا نام بشنید شاه / بگفتا سر آمد بما رنج راه
بمردان ما زین پس آسودن است / زمان را که رنج و فرسودن است
چو سر پنجهم آسوده باشم ز رنج / که رنجیده ام زین سرای سپنج
پیاده شد و گفت کاید فرود / بفرمانش از یاوران هر که بود
بگفتا سراپرده برپا کنید / سر خیمه را تا ثریا کنید
همه روی هامون سراپرده شد / سپهر برین سایه پرورده شد
پس بارگه خیمهای حرم / برافراخت یک یک بپهلوی هم
بدور حرم جای خویشان همه / همه دور خویشان سپاه و رمه
بگرد سراپرده خندق بکند / چنان چون کنند از در شهربند
چو شد کنده با خار انباشتند / بدشمن بخود راه نگذاشتند
چو زرین طشت پیروزه زرین ترنج / نهان گشت و آسوده لشکر ز رنج
طلایه برون شد ز هر دو سپاه / چه از خیل دشمن چه از خیل شاه
همی تا سحر پاس هم داشتند / یکی را بنزد یکی نگذاشتند
همه شب ز بیمهری روزگار / سخن گفت آن سرور کامکار
ز یحیی گهی گفت و مظلومیش / ز عیسی گهی خواند و محرومیش
ز مردان که جام بلا می کشند / ز خوبان که زهر فنا می چشند
بیثرب یکی نامه بنوشت نغز / برآورده یکباره از پوست مغز
گزین خاکدان دل بپرداختیم / وطن گاهی از لامکان ساختیم
ز گیتی بجستیم چو تیر از کمان / سپردیم جهان را باهل جهان

جهان راز سر هیچ پنداشتیم / ره ملک جاوید برداشتیم

برامم که گیتی نبود از نخست / نه زین هیچ شاخی چو من بیخ رست

چو آن نامه انجام پذرفت شاه / وضو کرد و آمد بآرام گاه

نیاسود از بندگی یکزمان / چنین تا بر آمد سپیده دمان

چو چشم زمانه بر آمد ز خواب / برآمیخت کافور با مشک ناب

دو لشکر سر از خواب برداشتند / پرستش گری را بپا خاستند

برآمد چو یک نیزه گیتی فروز / پدیدار شد لشکری کینه توز

زمین از سپه شد چو دریای قیر / سپهدار لشکر حصین نمیر

شمار سپه چار پاره هزار / همه گرد و خنجر کش و نیزه دار

پس پشت او شش هزار دگر / رسیدند اندر آن دشت پر شور و شر

سپهدارشان شیث ربعی ز پشت / که در دل همه تخم بیداد کشت

وز آن پس بیامد سپاهی بزرگ / گرازان همه چون دم آهنج گرگ

همه روبه آسا ولے در ستیز / بشیر خدا کرده چنگال تیز

بکین خواهی دین گشاده کمان / خداوند دین را نموده نشان

سران سپه پور ناپاک سعد / که در رزم بودی خروشان چو رعد

فزون گشت آن لشکر از صد هزار / چه جنگی پیاده چه تازی سوار

چو آمد صف آراست از بهر جنگ / نه اندیشهٔ دین نه پروای ننگ

به پیش صف استاد و آواز داد / که سالار ما گفته پور زیاد

که از سبط پاک نبی نگذریم / مگر زیر حکم یزیدش بریم

تو نیز ای یگانه بزرگ حجاز / مکن کار بر ما و بر خود دراز

اگر دست بیعت و یاری برآر / وگرنه بپایی در کارزار

بپایی = آماده جنگ شوی ۱۲

اگر جنگ جوئی من آماده ام
وگر آشتی نیز استاده ام

ولی بهتر آن دانم ای خوب کیش
کز این سیل دور افگنی رخت خویش

بجز سر نهادن ترا چاره نیست
براه بلا تا توانی مایست

شهش گفت کای کره تیره رای
بخیره ستیزه مکن با خدای

میازار از خود پیمبرش را
ملرزان ز اندوه من عرش را

تو بر من از این سان شناساتری
چه این گفتها در میان آوری

مرا مام زهرا پدر حیدر است
نژاد گرامی پیغمبر است

نه بیهوده زین دوده فخر آورم
که پورش بر پور صخر آورم

تو یزدان نهی زاهرمن گوئیم
دلت چون دهد کاین سخن گوئیم

همانا که از کیش برگشته
چه خوردی که آسیمه سرگشته

دژ نه پور سعد از سر کینه گفت
که این گفتگو با خرد نیست جفت

جهان را همه با یزید است روی
تو تنها چه خواهد شدن کو بکوی

همه دستهاشان بدست یزید
چرا رنج خود را کنی بر مزید

جهانی بدین کار هم داستان
تو نیز آنچنان شو که باشد جهان

برآشفت و گفت آن شه راستین
که ای بهر دنیا ز کف داده دین

بپیذرفته مردم ار سود بود
بخود رائی اهرمن بهبود بود

نه آخر پذیرفته بودند لات
هبل را نیایش کنان با منات

بیزدان پرستی چه بودی نیاز
بر پاک داور که بردی نماز

چه بودی پیمبر فرستادنش
جهان را بخوبیش آگهی دادنش

به بت گر نیایش روا بودئی
کجا بت شکستن سزا بودئی

اگر سجده در خورد گوساله بود
چرا آن نکوهش بدنباله بود

نه اهل سپا خواستند آفتاب — هم آن گبر آتش هم آن هندو آب
چرا با پذیرفتن آن کرده — در آب و در آتش نماندی شکوه
نه هرچ آدمی کرد برخود پسند — پسندد برادر زیرک هوشمند
چو در ره بود دیو و رهزن بسی — به تنها نشاید شدن هر کسی
از اینها همه بگذر ای مرد کار — نه من مر شما را شدم خواستار
تمام مرا خواستند اینهمه — کنون کامدم چیست این دمدمه
چرا هیچ تان شرم و آزرم نیست — ز من تان حیا و ز خدا شرم نیست
یکی شرم را پیش چشم آورید — مبادا خدا را بخشم آورید
تو ای پور سعد این همه بدخواه — بجو و برکن هر دو گیتی سیاه
مکن داوری با خداوند خویش — نبخشای بر خویش و پیوند خویش
من اینها که گویم ز تشویش نیست — که خود مرگ کس را رهی پیش نیست
دلم بر تو لرزد که کافر شوی — گر از کینه با من برابر شوی
وگرنه مرا تا روان در تن ست — ز یزدان نه پروای اهرمن است
علی را همانا تو با ذوالفقار — بسا دیده باشی تو در کارزار
مرا دید خواهی درین رزمگاه — بکف تیغ رخشان به پیش سپاه
غریوان بردن آیم از پیش صف — علی بینی و ذوالفقارش بکف
چو فردا شود کارزار حسین — بچشم آورت کارزار حسین
درین دشت با کوشش حیدری — کنم تازه هنگامهٔ خیبری
بخندق هنرهای فسخ پدر — همی دید خواهی ز فسخ پسر
بلالی پدید آرم از ذوالفقار — نمایم چو خورشید بدر آشکار
گز اینها که گفتم نداری بیاد — چرا از رزم صفین نیاری بیاد

ز هر کس بپرسی بیاواردت — بلی کودک خرد و نشماردت
که من در رکاب گرامی پدر — چها کردم از کوشش و کر و فر
همه دشت پر لشکر شام بود — که در رزمشان و ز ضرغام بود
ز مردان با تشنگی برده تاب — گر انیسو بد آتش و زانسو بد آب
ز لشکر برون تاختم تک تنه — پس پشت کردم سپاه و بنه
بسا شرط که از خون آن ساختم — که این شرط از ایشان بپرداختم
پدر بوسها زد بر رخسار من — چو دید آنچنان گرم بازار من
بافسوس چندی بمن بنگریست — همی خورد افسوس بر من گریست
که می بینمت کاندرین سرزمین — چو شیری و گرگانت اندر کمین
تنی دستگیر هزار اژدها — نشان خدنگ این تن پربها
شود بوسه جای نبی جای تیغ — بروز تو گریان شود ماه و میغ
ننوشی جز از چشمهٔ تیغ آب — نپوشی کفن جز ز پر عقاب
صبا بر تنت پرده داری کند — هوا بر سرت اشکباری کند
چو لاله جوانان مشکینه موی — ز خون گرد رخ شسته از موی روی
پیمبر نژادان بطحا مقام — گرانید بی پرده چون خور بشام
بر آن خرد سالان بی مام و باب — زمین مهد کرد و چراغ آفتاب
گرفتار گردند آزادگان — قریشی زنان هاشمی زادگان
ترا ایزد آن روز یاری دهد — ببانا دلت استواری دهد
که آن روز دل بایدت استوار — نه هر جا بود نیروی تن بکار
چه نازی بتن چون دلاور بسی است — گر او دل بلرزد دلاور کسی است
پدر گفت و گفتش همه ابو دراست — ستیهی جهان جادوانه گراست

چه ساریم کابزو چنان خواسته است — که افزوده بر آنچه او کاسته است

بفردا من و تیغ و میدان کین — بر آن تا چه خواهد جهان آفرین

مایوسی امام ذوی الکرام از مکاری غداری ابن زیاد علیه الملام و آمادگی برای رزم کاظم با نام شریک ماندن مردمان حرم همراهی گزیدن اهل بیت چنانچه فرجام

چو خورشید از این سبز خرگه گذشت — بیامد بخرگاه از آن پهن دشت

زیاران یکی انجمن کرد نغز — نهان کرد پیدا چو از پوست مغز

همی گفت هیچ از نیا و پدر — بجز راست نشنیده ام سر بسر

از ایشان مرا مژده هست راست — که فردا ز عمر آخرین روز ماست

من و هر که همراه دارم ز مرد — بخواهیم جان باخت در این نبرد

بجز پاک فرزند بیمار من — کز او در جهان ماند آثار من

زبون نیستم در زبون نیستم — منم بندهٔ ایزد او نیستم

بگیتی اگر شاه اگر بنده بود — بجز پاک یزدان که پاینده بود

درین ره کسی کو بهمراه ماست — هواخواه خود یا هواخواه ماست

ز ما هر کرا دیده باشد بزر — ز رازو دشمن ماست کو پیشتر

وگر با خداوند کار است زوش — من اینجا و اینجا بود آرزوش

که مرد و دو دل دی آن شه نیافت — کجا روی شه کرد این ره نیافت

حریف دو دل کو یکی را بهل — نگنجد یکی آرزو در دو دل

چو یکدل شدی سوی جانان گرای — ز بیراهه دل سوی جان گرای

چو این پاک لفظ از لب شاه جست — مگر هر یکی بهر راهی به بست

هر آنکو خریدار و پیا براند — هر آنکو طلب کار مولی بماند

ز رفته چه پرسی که تنگ آورم — ازین داستان دل به تنگ آورم

گر از صد هزاران یکی در میان / بماند هنوز بهشتی تو بیاد دان

یکی از هزاران رگفتار رها / برد ار بر کم افتد نکرد ار رها

چو برگشت چون بخت خود بسی یکی / ز یاران بر شاه ماندند کسی

برفتند آنان که جستند سود / ولی چون بجستند چیزی نبود

قضا بین که جستند راه نجات / سوی مرگ رفتند زان بیجهات

چه مرگی کز او مرگ خوشتر بود / بر تلخیش مرگ شکر بود

چو آن نیکبختان آزاده دل / ستادند بر مرگ شکرده دل

بر ایشان دری باز گشت از بهشت / که دیدند انجام هر خوب و زشت

مکافات هر خوبی و هر بدی / گذشته از آن داده ایزدی

چو از نور دل چشمشان باز شد / همی هر یک از شوق جانباز شد

کسانی که کشتن نبد بهرشان / اسیری گوارا شد از زهرشان

یکی خورد شمشیر شیران کشای / یکی بر و زنجیر گردن گزای

در آسین بگرد دست شد جلوه گر / که عشاق پیشش نهادند سر

چو سالار سالان پرده سرا[illegible] / ز یاران بدند پرده [illegible] جای

[illegible] انجام خویش / گرستند بر جان ناکام خویش

[illegible] بکندند موی / نشستند مویه کنان روبروی

[illegible] اختر فشان / وو یاقوت زینگونه گوهر فشان

[illegible] ردد راز دیا[illegible] / سپه رفته خود مانده تنها ز زار

چه شد که توای شاه برگشت بخت / چرا تخته را برگزیدی به تخت

زمانه چرا تنگ بر ما گرفت / که اختر ز ما روز خوش وا گرفت

حرم گر باش جنگ تنگ بود / بنا ایستان خود صف جنگ بود

درین بی پناهی بما یا نگر
نبی گو بیا نو بهارت ببین
علی گو بیا نور عینت نگر
بگو بر زمین آمی روح الامین
چه کرده است عیسی که دارش کشند
گناهش چه یوسف که چاهی شود
سرائی که گر زهره بر بام داشت
چرا دل نگردد ز غم چاک چاک
جهانا نه این مرد پیغمبریست
کسی را که خود بر شکم سنگ بست
بیکبار ما بت پیمبر شکافت
حسن را که دیدی جگر خواره اش
یکی پیش ازین بوده ننهاده ام
بما زان همه لاله جز داغ نیست
فروغ شبستان چو برشد بماه
بیامد همه خواهران را بخواند
چنین گفت با مهربان خواهرش
که ای در جهان یادگار بتول
مگر نه تو نو باوه حیدری
مگر نه بتول است مادر ترا
رهی بوده سنجی گشتی [illegible]

مهاجر کجا رفت و انصار کو
بیا عرش کو گوشوارت ببین
یکی چشم بگشا حسینت نگر
پراگنده اوراق مصحف ببین
چه گفته است یحیی که زارش کشند
چه بد کرد یونس که ماهی بود
دراو که چو زهرائی آرام داشت
که شد زهره بر چرخ و زهرا بخاک
بجان تو کاین کیفر کافریست
ز سنگش نه زیباست دندان شکست
دو باره علی از تو کیفر بیافت
جگر کردی از زهر صد پاره اش
که اکنون بکار بوسه افتاده ام
که چون باغ [illegible]
بیاید [illegible]
جگر پارگان [illegible]
ز مهر استیه [illegible]
ز دور زمانه مبادی ملول
مگر نه گل باغ پیغمبری
مگر نه حسن شد برادر ترا
بمانده وه دل همچو کوه استوار

همه زهر نوشان محنت کشان ‌ ‌ سراسر ز جام بلا سرخوشان

همه دُرد نوشان مینای درد ‌ ‌ ندارند در دل مگر جای درد

کی از رنج و سختی پریشان شدند ‌ ‌ تو نیز آنچنان باش کایشان شدند

چو پیوند تن بگسلد جان من ‌ ‌ همین است و بس با تو پیمان من

که بابی پدر مادران و سفر ‌ ‌ گهی مام باشی و گاهی پدر

مرا کشته دان کودکان را اسیر ‌ ‌ علی را بزنجیر و خود دستگیر

تو ای خواهر آماده شام باش ‌ ‌ جگرخوار و خون دل آشام باش

مزن سنگ بر سینه مخراش روی ‌ ‌ ولی مویه را هرچه خواهی بموی

مپیچان دل از انده روزگار ‌ ‌ که از ناشکیبان شوی در شمار

ز اندوه بخرد نه لرزد همی ‌ ‌ که گیتی بانده نیرزد همی

مرا کشته چون پیش چشم آوری ‌ ‌ مبر خشم کایزد بخشم آوری

سرآمد چو با خواهران گفتگوی ‌ ‌ بدلجوئی دیگران کرد روی

بسی گفت اندرز و بس پند داد ‌ ‌ بهر یک جداگانه سوگند داد

که از دامنم چون بدارید دست ‌ ‌ بدامان صبر اندر آرید دست

روا نیست برکندن موی را ‌ ‌ نه از ناخن خراشیدن روی را

ولی گریه بسیار بر من کنید ‌ ‌ که بر آتش سینه آبی زنید

بگفت این و در شد بخلوت سرای ‌ ‌ نیایش کنان پیش یکتا خدای

بمالید رخسار بر تیره خاک ‌ ‌ همه عنبر آلود شد خاک پاک

بنالید کای پاک پروردگار ‌ ‌ تو دانی که نبود مرا جز تو یار

همه مایه هست و بود من زتست ‌ ‌ عدم بودم اول وجودم زتست

بدیدی ز راه سعادت مرا ‌ ‌ بدادی نوید شهادت مرا

از آن دم که مادر مرا زاده است — بیا از تو این مژده ام داده است
ز پنجه فزون سال بیهوده ام — همه عمر در آرزو بوده ام
چنان می نماید ز سامان کار — که فردا سر آید بمن روزگار
من این خرد سالان نومید دل — عزیزان نارسته از آب و گل
غریبان از منزل آوارگان — همه بی نصیبان بیچارگان
یکی را ز خاری بفرسوده پای — نبوده جز آغوش دامانش جای
چگونه سپارم بدست بلا — بصد اندوه و رنج و غم مبتلا
چو خود را نه بیند به پهلوی من — سر خویشتن را بزانوی من
چسان هر یکی را رود دل ز تاب — چگونه رود چشم هر یک بخواب
تنی را که تنها پرستنده بود — به تنها تواند چسان زنده بود
بنازا که پیمود راهی سوار — چگونه رود پا برهنه به خار
همه نورس و ناز پرورده همه — نژاد گرامی پیمبر همه
بزنجیر قومی دغا چون روند — سوی شام از کربلا چون روند
خدایا نگهدار ایشان تو باش — اگر من شدم یار ایشان [illegible]
تو آگاهی از جان غم پرورم — تو لی [illegible]
مرا هر چه کلک تو بر سر نوشت — نخو[illegible]
بگفت و بخواب اندر آورد سر — برا[illegible]
بجد و برادر بباد و پدرش — همی [illegible]
یکی شاخ ریحان بر آورد و بول — که ای [illegible]
به پیموده راه و ره دور و دراز — سوی نینوا از زمین حجاز
[illegible] و پا [illegible] — نه بسته است ره خیز و [illegible]

برادر بمینو هواخواه است		پدر با نیا چشم در راه است
چه پایی درین خاک پرشور و شر		بدور تو زانبوه دشمن حشر
همانا براه تو سد است پیش		زتیمار این خردسالان خویش
مبیندیش از رنج و تیمار شان		که ایزد بهر بد بود یار شان
بکوش امشب ای گوهر گنج من		که خود را رسانی باین انجمن
گمانم که هنگام دوری رسید		تو را روز کار صبوری رسید

نخواهی دگر دید روی مرا
بمینو بری آرزوی مرا

تمام شد



